بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۔ [القرآن]

آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ، مسائل دینیہ اور حکایت ضروریہ پر مشتمل اہل بیت کی شان کو اجاگر کرنے والی منفرد کتاب

مناقِب السادات

از

خلیفۂ مخدوم اشرف سمنانی

قاضی شہاب الدین دولت آبادی علیہ الرحمہ

اردو ترجمہ بنام

مناصب السادات

تاریخی نام

مدح و فضائل سادات

۱۴۴۵ھ

از

شہزادۂ حضور رئیس ملت

سید نظامی اشرفی جیلانی میرانی

ناشر

رئیس ملت اسلامک ریسرچ سینٹر خانقاہِ شاہِ میراں کھمبات شریف، ضلع آنند، گجرات

سلسلۂ اشاعت نمبر:۱

©جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

تفصیلات

نام کتاب	:مناصب السادات اردو ترجمہ مناقب السادات
مترجم	:شہزادۂ رئیس ملت، سیّد نظامی اشرف اشرفی جیلانی میرانی
نظر ثانی و تقدیم	:حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی مصباحی مدظلہ العالی شیخ الحدیث دارالعلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور، وسابق صدر المدرسین دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی
تزئین	:حضرت مولانا غلام سید علی علیمی علیگ، استاذ دارالعلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور
کمپوزنگ	:حضرت مولانا جنید اشرفی میرانی، بڑودہ، گجرات
سنہ اشاعت	:۱۴۴۵ھ/ ۲۰۲۳ء
تعداد	:۱۱۰۰
صفحات	:
ناشر	:رئیس ملت اسلامک ریسرچ سینٹر، کھمبات شریف، گجرات

BOOK'S NAME :MANASIB-AL-SADAT [URDU OF MANAQIB-AL-SADAT]
TRANSLATED BY : SYED NIZAMI ASHRAF ASHRAFI JILANI MIRANI
PUBLISHING YEAR: 1445A.H/2023 C.E
PUBLISHED BY: RAIS-E-MILLAT ISLAMIC RESEARCH CENTRE. KHAMBAT SHAREEF, GUJRAT

ملنے کے پتے:

(۱) رئیس ملت اسلامک ریسرچ سینٹر، کھمبات شریف، گجرات

(۲) خانقاہِ عالیہ سرکار شاہِ میراں و جامعہ فیضانِ اشرف رئیس العلوم،
اشرف نگر، کھمبات شریف، ضلع آنند، گجرات۔ الہند۔

مولاى صل وسلم دائما ابدا

على حبيبك خير الخلق كلهم

محمد سيد الكونين والثقلين

والفريقين من عرب ومن عجم

مشمولات

۱۔ شرف انتساب ۶
۲۔ عرض حال از مترجم ۷
۳۔ دعائیہ کلمات از حضرت رئیس ملت ۱۲
۴۔ کلمات تبریک از علامہ سید جامی اشرف ۱۴
۵۔ تقریظِ جلیل از علامہ محمد نظام الدین قادری، جمداشاہی ۱۷
۶۔ تقدیم از علامہ فروغ احمد اعظمی ۲۳
۷۔ بابِ اوّل ۴۸
اولاد رسول ﷺ کی محبّت کے بیان میں ۴۸
۸۔ باب دوم ۶۰
محبانِ اولادِ رسول ﷺ کی خوش خبری کے بیان میں ۶۰
۹۔ باب سوم ۶۷
رعایت اولاد رسول ﷺ کے بیان میں ۶۷
۱۰۔ بابِ چہارم ۸۰
فضیلت اولاد رسول ﷺ کے بیان میں ۸۰
۱۱۔ باب پنجم ۹۸
ثبوتِ نسب علوی کے بیان میں ۹۸
۱۲۔ باب ششم ۱۰۴
حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں سادات کی قرابت کو وسیلہ بنانے کے بیان میں ۱۰۴
۱۳۔ باب ہفتم ۱۱۵
ساداتِ کرام کے اسماو القاب کے بیان میں ۱۱۵

۱۴۔باب ہشتم ۱۲۶
کوئی سیّد کفر کی حالت میں نہیں مرتا ہے ۱۲۶
۱۵۔باب نہم ۱۳۳
سادات کے گیسوے مبارک کے بیان میں ۱۳۳
۱۶۔باب دہم ۱۴۰
کیا یزید پر لعنت جائز ہے؟ ۱۴۰
۱۷۔احوال مصنف از سید نظامی اشرف [مترجم] ۱۷۰

☆☆☆

شرف انتساب

✪

شہزادۂ حضور غوث اعظم، والدماجد سرکار شاہ میراں، حضرت سیدنا ابوالفضل محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(بغداد شریف)

❁

تارک سلطنت، شاہ شاہان طریقت، القدوۃ الکبریٰ، اوحد الدین والدنیا، غوث العالم، محبوب یزدانی، میر کبیر، مخدوم سلطان سید اشرف جہاں گیر سمنانی سامانی نور بخشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کچھوچھہ مقدسہ)

❁

والدۂ ماجدہ سرکار شاہ میراں، حضرت سیدہ بی بی سکینہ المعروف روحانی ماں رضی اللہ تعالیٰ عنہا
(کھمبات شریف)

❁

قطب ربانی، محبوب غوث جیلانی، محبوب الاولیا، نبیرگان غوث اعظم، سرکار شاہ میراں حضرت پیر میراں سید علی وسید ولی رضی اللہ تعالیٰ عنہما (کھمبات شریف)

❁

امام المتکلّمین، رئیس المحدثین حضرت علامہ سید نہال اشرف اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
(ناناجان حضور رئیس ملت بسکھاری شریف)

❁

گل گلزار اشرفیت، علیم ملت، حضرت سید شاہ علیم اشرف اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
(والد ماجد حضور رئیس ملت بسکھاری شریف)

❁

عرض حال

از مترجم

☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ و نصلی علی رسولہ الرؤف الرحیم.

یَا اٰلَ بَیتِ رَسُولِ اللّٰہِ حُبُّکُمْ
فَرضٌ مِّنَ اللّٰہِ فِی القُرآنِ أنزَلَہٗ
یَکفِیکُم مِن عَظِیمِ الفَخرِ اَنَّکُمْ
مَن لَّم یُصَلِّ عَلَیکُم لَا صَلَاۃَ لَہٗ

جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے،اسی وقت سے مسلسل دیکھ رہا ہوں کہ لوگ سادات کرام کی بڑی قدر کرتے ہیں ان کی دست بوسی اور پا بوسی کرکے اپنی الفت و محبت کا مظاہرہ کرتے ہیں چناں چہ ذہن میں ایک دن سوال گردش کرنے لگا کہ آخر ایسا کیوں ہوتا ہے کہ سادات کرام کے اگر نوخیز چھوٹے بچے بھی ہوں تو لوگ ان کی بھی اتنی ہی عزت وحرمت کا پاس ولحاظ رکھتے ہیں جتنی جواں سال یاسن رسیدہ سیدزادوں کی۔ حتّٰی کہ بڑے بڑے صاحبان فضل وکمال بھی تعظیم وتکریم کرنے میں تامل نہیں کرتے۔

بالآخرجب آیات قرآنیہ اوراحادیث نبویہ کامطالعہ کیاتو سوال کا جواب مل گیاکہ بفضل رب العزت وبہ نسبت رسول رحمت جلّ وعلا وصلی اللہ علیہ وعلی آلہ الامجاد سادات کرام کی فضیلت ورفعت، شوکت وعظمت ہی کچھ ایسی ہے کہ ایمان والےان کی تعظیم وتکریم کرنے اور ان سے محبّت ومودّت کرنے پر مجبور ہیں۔

چناں چہ رب تبارک وتعالی ارشاد فرماتا ہے:’’قُل لَّا اَسئَلُکُم عَلَیہِ اَجرًا اِلَّا المَوَدَّۃَ فِی القُربٰی۔‘‘(الشوریٰ: ۲۳)

ترجمہ:اے محبوب!تم فرماؤ میں اس پر تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتامگر اہل قرابت کی محبت۔

بڑے ہی تعجب کی بات ہے کہ کچھ ایمان کے دعوے دار ایسے بھی ہیں جو کہتے کہ نسب کی کوئی فضیلت نہیں اوراپنے اس قول میں سادات کرام کو بھی شامل مانتے ہیں،مگر میرا ماننا یہ ہے کہ نسبت رسول ﷺ کے سبب سادات کرام کا مقام ومرتبہ دارین میں نمایاں وقابل رشک وفخر ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

”کُلُّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ یَومَ القِیَامَۃِ یَنقَطِعُ اِلَّا سَبَبِی وَنَسَبِی۔“[۱]

اسی طرح بے شمار احادیث کریمہ میں اہل بیت کے خصائص ومناقب موجود ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اشرف السلاطین،سلطان التارکین،القدوۃ الکبریٰ،اوحد الدین والدنیا، پیر لاثانی، محبوب یزدانی غوث العالم حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہاں گیر سمنانی سامانی نور بخشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشادفرمایا تھا کہ میں بروز حشر اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس کرم خاص وفضل بے قیاس پر فخر کروں گا کہ مجھے لا متناہی نعمت میں سے یہ ایک عظیم ترین نعمت بھی عطا فرمائی کہ نسبت رسول اکرم ﷺ سے سرفراز کیا اور دنیا میں مجھے آپ ہی کی نسل پاک میں پیدا فرمایا۔۔

اسی طرح میں نے یہ بھی مشاہدہ کیا ہے کہ جہاں کہیں کوئی سیدزادے تشریف لے جاتے ہیں تو لوگ ان کے پاس ہجوم لگا لیتے ہیں کیا امیر کیا غریب کیا عالم کیا عامی سب کے سب گھیر لیتے ہیں اور شمع کے ارد گرد مثل پروانہ حلقہ بنالیتے ہیں۔

ایک دن دوران مطالعہ ایک بڑی پیاری حدیث پاک نظر سے گزری کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا:

”اَلنُّجُومُ اَمَانٌ لِاَھلِ السَّمَاءِ وَاَھلُ بَیتِی اَمَانٌ لِاَھلِ الاَرضِ،،[۲]

بس اس حدیث پاک سے آپ سمجھ لیں کہ سادات کرام کے ارد گرد جمع ہونے والے، حلقہ بنانے والے اور ان کے دامن کرم سے وابستہ ہونے والے

---

۱ : المعجم الکبیر للطبرانی ۲۴/۱۔ المستدرک للحاکم ۱۴۲/۳

۲ : الشرف المؤبد ص ۴۶

سعادت مند لوگ ہیں، اور نبوی بشارت کے مطابق حفظ و امان میں داخل ہونے والے اور سراپا پناہ پانے والے ہیں۔

مختصر یہ کہ جہاں سادات کرام کی شان وعظمت بہت بلند ہے، اور وہیں پر ان سے جڑنے والے، ان کی تعظیم و تکریم کرنے والے، ان کی خدمت انجام دینے والے اورطرح طرح سے مودت ومحبت پیش کرنےوالےبھی دارین میں قابلِ رشک، قابل افتخار اور فائز المرام وظفریاب ہیں۔

فقیراشرفی میرانی کوکتب بینی ومطالعہ کےذریعہ اہل بیت کےاتنے فضائل ومناقب ملے کہ عقل دنگ رہ گئی اور حیرانی کے عالم میں متاثر زبان گویا ہوئی۔

بلندی سیّدوں کی بادشاہت سیّدوں کی ہے
عروج وبرتری ساری فضیلت سیّدوں کی ہے

اسی طرح ایک دن فتاویٰ رضویہ میں ایک عبرت ناک حکایت نظر سے گزری ،امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ ایک شخص کسی سیّد سے الجھا،انھوں نے فرمایا کہ میں سیّد ہوں،پوچھا کیا سند ہے تمھارے سید ہونے کی ؟ رات کو زیارت اقدس سے مشرف ہوا کہ معرکۂ حشر ہے یہ شفاعت خواہ ہوا ،اعراض فرمایا،اس نےعرض کی میں بھی حضور کاامتی ہوں، فرمایا کیاسند ہے تیرے امتی ہونے کی؟ [۱]

پھر کیاتھا میں نے عزم کرلیاکہ اہل بیت کی فضیلت وعظمت کے موضوع پر ایک مختصر وجامع رسالہ ضرور ترتیب دوں گا، جو مُحِبّان اولاد رسول کے لیے ایک خوب صورت ہدیہ اوربیش قیمت تحفہ، اور میرے واسطےبخشش کاذریعہ اور آخرت کاتوشہ ہوگا۔

چناں چہ ایک دن کچھ باذوق اورعلم دوست ہم نشینوں سے اس بابت اظہار خیال کیا تو انھوں نے محبوب یزدانی میرکبیر مخدوم سلطان سید اشرف جہاں گیر

---

۱ : فتاویٰ رضویہ ۲۹ / ۵۸۸

سمنانی سامانی نوربخشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جلیل القدر خلیفہ، اپنے زمانے میں ہندوستان کے سب سے بڑے اور دقّاق عالم دین، جامع العلوم ملک العلما، قاضی شہاب الدین دولت آبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فارسی تصنیف ''مناقب السادات'' پر کام کرنے اور منظر عام پر لانے کا مشورہ دیا اور کہا کہ اس قلمی خدمت سے اسلاف شناسی کے فائدہ کے ساتھ آپ کا مقصود بھی حاصل ہوجائے گا۔

میں احباب کی خواہش کے احترام اس جانب متوجہ ہوا اور متعدّد مقامات سے کتاب کے پانچ قلمی نسخے حاصل کر لیے اور ذوق وشوق کے ساتھ حسب لیاقت ترجمہ کے کام میں مشغول ہوگیا، بفضل الٰہی چند دنوں میں کام مکمل ہوگیا، فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ حَمْداً کَثِیْراً متوافرا.

پھر نظر ثانی اور تصحیح کے لیے اپنے استاذ ومربی خلیفۂ حضور رئیس ملت، ادیب شہیر حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی متعنا اللہ تعالیٰ بطول حیاتہ (شیخ الحدیث دارالعلوم مدنیۃ العربیہ دوست پور وسابق صدر المدرسین دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی یوپی) کی بارگاہ میں عریضہ پیش کیا تو حضرت نے عہد طالب علمی کی طرح شفقت وعنایت کرتے ہوئے قبول فرمالیا اور کامل اصلاح فرمانے کے ساتھ ایک مبسوط مقدمہ بھی تحریر فرمایا اور کتاب کی حیثیت ومعنویت کو مزید اجاگر کیا۔

نیز ایک اور کرم فرما استاذ افقہ الفقہا حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین قادری حفظہ اللہ تعالیٰ ورعاہ (صدر شعبۂ افتا وشیخ الحدیث دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی یوپی) نے بھی میری خواہش پر ایک وقیع تقریظ لکھ کر حوصلہ افزائی فرمائی۔

اورساتھ ہی برادراکبر عالم اجلّ خطیب بے بدل فاضل یمن رئیس العلما حضرت علامہ الحاج الشاہ پیرسید جامی اشرفی جیلانی میرانی دام ظلہٗ العالی نے کلمات تبریک لکھ کر کتاب کی زیبائش میں اضافہ کردیا۔

میں اپنے ان دونوں مشفق ومخلص اساتذہ کا اور برادر اکبر کا بصمیم قلب شکر گزار ہوں اور امیدوار ہوں کہ آئندہ بھی اسی طریقے سے کرم فرماتے رہیں گے۔

اور آخر میں رئیس ملت اسلامک ریسرچ سینٹر کے جملہ اراکین کا تہ دل سے ممنون و شکر گزار ہوں، جنھوں نے طباعت کی ذمہ داری قبول کرکے جلد از جلد منظر عام پر لانے کی سعی بلیغ کی۔

میں بحضور الٰہی جل جلالہ وعم نوالہ دعاگو ہوں کہ رب قدیر سب لوگوں کو دارین کی سعادتیں نصیب فرمائے اور ہر کار خیر میں باہم تعاون کی توفیق رفیق بخشے۔ آمین! یارب العالمین بجاہ النبی الامین علیہ وعلی آلہ وصحبہ افضل الصلاۃ واکرم التسلیم.

خاک پائے
شاہ سمناں وشاہ میراں وروحانی ماں
سید نظامی اشرف اشرفی الجیلانی میرانی
آستانہ عالیہ سرکار شاہ میراں اشرف نگر کھمبات شریف
ضلع آنند، گجرات، انڈیا۔

۲۴؍ محرم الحرام ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۲؍ اگست ۲۰۲۳ء بروز شنبہ

دعائیہ کلمات

پیر طریقت رہبر شریعت مظہر کراماتِ غوث اعظم رئیس دین وملت ابو الایتام حضرت علامہ الحاج الشاہ سید رئیس اشرف اشرفی جیلانی میرانی دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ سرکار شاہ میراں وبانی جامعہ فیضان اشرف رئیس العلوم اشرف نگر، کھمبات شریف، گجرات ۔انڈیا۔

بسم اللہ والحمد للہ والصلوۃ والسلام علیٰ رسول اللہ

اللہ تبارک وتعالی نے کم وبیش اٹھارہ ہزار مخلوقات کووجود بخشا مگران سب میں بنی آدم کو سب پر فضیلت عطا فرمائی اور انھیں مکرم بنایا پھر ان میں انبیاے کرام علیہم السلام کو منتخب فرما کر اپنی تجلیات کا مرکز ومظہر بنایا۔اور پھر ان کے طفیل صدیقین،شہدا اور صالحین کو بھی اپنے نور وعرفان سے منور فرمایا۔

اہل سنت و جماعت کا متفق علیہ عقیدہ ہے کہ جماعت انبیا ومرسلین میں سب سے افضل واشرف ہستی نبی آخر الزماں، خاتم پیغمبراں، محسن انسانیت مصطفیٰ جان رحمت حضرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات با برکات ہے۔

باری تعالیٰ نے آپ کو اپنے نور سے پیدا فرمایا پھر آپ کے نور سے ہر چیز کو بنایا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے:"اول ما خلق اللہ نوری وکل الخلائق من نوری وانا من نور اللہ،،

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ پروردگار عالم نے ساری کائنات کو بنانے،رچانے اور بسانے کے بعد اپنے محبوب نبی محمد عربی ﷺ کو اس کا حاکم ومالک بنادیا ہے۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب ومحب میں نہیں میرا تیرا

[حدائق بخشش]

انسانوں کی ہدایت کے لیے من جانب اللہ انبیاومرسلین علیہم السلام کی بعثت ہوتی رہی جس کی آخری کڑی ہمارے پیارے آقا ﷺ ہیں آپ نے کما حقہ دعوت وتبلیغ

کا کام انجام دیا اور ایک خاص موقع پر اپنی امت سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:”انی تارك فيكم الثقلين ما ان تمسكتم به ما لن تضلوا بعدی کتاب الله وعترتی اهل بيتی وانهما لن يفترقا حتی يردا علی الحوض،،

یعنی: میں تمھارے درمیان دو گراں قدر چیزیں اللہ کی کتاب (قرآن کریم) اور عترت یا اہل بیت چھوڑے جا رہا ہوں۔اگر ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑے رہوگے تو ہرگز گمراہ نہیں ہوگے۔ وہ دونوں چیزیں قرآن اور اہل بیت ہیں۔ یہ دونوں قیامت تک ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں گے۔

محب رسول وآل رسول حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ الباری نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

سعدی اگر عاشقی کنی و جوانی
عشق محمد بس است و آل محمد

اہل بیت سے رشتہ محبت ومودت مضبوط ومستحکم ہونے کی سعادت میسر ہو۔

اسی نیک جذبے کے ساتھ میرے ایما پر میرے فرزند دلبند اور نور نظر جناب حافظ وقاری مولانا سید نظامی اشرفی الجیلانی میرانی سلمہ ربہ نے مخدوم سمناں کے چہیتے اور نامور خلیفہ ملک العلماحضرت قاضی شہاب الدین دولت آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفِ لطیف ”مناقب السادات“کا اردو ترجمہ بنام ”مناصب السادات“ لکھا اور شائع کیا ان کا یہ قلمی کام دیکھ کر مجھے بے کراں فرحت و مسرت کا احساس ہورہا ہے۔ دعا ہے کہ رب قدیر ان کے علم وعمل، عمر، صحت و توانائی اور ہر کار خیر میں بے شمار برکت نصیب فرمائے اوراس کاوش کو شرف قبولیت سے مشرف فرماکر مقبولِ انام بنائے۔اورمزید دینی وملی خدمات انجام دینے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

آمین یارب العالمین بجاہ النبی وآلہ الامجاد.

سید رئیس اشرف اشرفی الجیلانی میرانی
سجادہ نشین آستانہ عالیہ سرکار شاہ میراں کھمبات شریف
۲۷؍صفرالمظفر۱۴۴۵ھ مطابق ۱۴؍ستمبر ۲۰۲۳ء بروز پنجشنبہ

کلمات تبریک

شہزادۂ حضور رئیس ملت فاضل یمن رئیس العلماحضرت علامہ الحاج الشاہ پیر
سید جامی اشرفی جیلانی میرانی دامت برکاتہم العالیہ
ولی عہد آستانہ عالیہ سرکار شاہ میراں وناظم اعلیٰ جامعہ فیضان اشرف رئیس العلوم
اشرف نگر، کھمبات شریف، گجرات۔ انڈیا۔

مبسملا و حامدا و مصلیا و مسلما

اہل بیت اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی شان وعظمت اس قدر بلند ہے جو قابلِ ہزار رشک ہے اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ وہ بارگاہ الٰہی جل شانہ واتم برھانہ سے ایسی عظیم الشان خاص نعمت سے بہرہ ور ہوئے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے انھیں فخر بنی آدم وعالم، اشرف واعلیٰ حسب ونسب والے رسول اعظم، سید الانبیا والمرسلین رحمت عالم نور مجسم ﷺ کی نسل پاک میں پیدا فرمانے کا اعزاز وافتخار بخشا۔ آیتِ تطہیر نازل فرماکر ان کی شان بلند فرمائی اور امت مسلمہ پر ان کی محبت ومودت کو لازم قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: "قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰى۔(الشوریٰ:۲۳)

ترجمہ:فرماؤ میں اس پر تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا مگر قرابت کی محبت.

مگر مقام افسوس ہے کہ آج بھی کچھ لوگ اپنی تنگ نظری،کم علمی اور کج فہمی کے باعث حضرات حسنین کریمین حضرت سیدہ فاطمہ زہرا حضرت مولی علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہم ارضاھم عنا تک اہل بیت کو دائر ومحدود مانتے ہیں اور بلا دریغ اسی کا پرچار کرتے ہیں ۔ جب کہ مستند دلائل کی روشنی میں یہ حقیقت عیاں ہے کہ قیامت تک کے سادات جو خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نسل پاک سے ہوں گے وہ سب اہل بیت میں شامل وداخل مانے جائیں گے اور یہی عقیدہ و نظریہ اکابرین علماوصوفیا کا ہے۔

چناں چہ امام العارفین شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فتوحات مکیہ کے انیسویں باب میں تحریر فرماتے ہیں:

"کہ قیامت تک سادات کرام حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد اور جو اہل بیت میں سے ہیں مثلاً حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب اس آیت کریمہ (قُلْ لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى) کے حکم میں داخل ہیں۔

حضرت محی الدین بن عربی کے اس فرمان پر جزم کرتے ہوئے حضرت امام یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی صوفیا کے امام ہیں اور ان کا ارشاد حجت کی حیثیت رکھتا ہے۔[الشرف المؤبد لآل محمد ص ۱۳]

اسی طرح آج کل کچھ ناعاقبت اندیش قسم کے لوگ سادات کو کچھ سمجھتے ہی نہیں ہیں بلکہ لوگوں کے سامنے ان کی کمیاں بیان کرکے ان کی عزت کو تار تار کرنے میں جٹے ہوئے ہیں اوراپنی عاقبت بد سے بے پرواہ ہو گئے ہیں ایسے لوگوں کو امام ابو محمد فاسی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ درج ذیل حکایت سے نصیحت و عبرت پکڑنی چاہیے۔

آپ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ کے بعض حسینی سادات سے کدورت رکھتا تھا کیوں کہ مجھے معلوم تھا کہ وہ خلافِ سنت افعال کے مرتکب ہیں،میں ایک دن مسجد نبوی شریف میں روضہ مبارکہ کے سامنے سو گیا،مجھے رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی،حضور علیہ السلام نے میرا نام لے کر فرمایا : کیا بات میں دیکھتا ہوں کہ میری اولاد سے بغض رکھتے ہو؟ میں نے عرض کیا خدا کی پناہ! میں انھیں ناپسند نہیں رکھتا ،مجھے سنت کے خلاف ان کا عمل نا پسند ہے ،حضور علیہ السلام نے فرمایا کیا یہ فقہی مسئلہ نہیں ہے کہ نافرمان اولاد نسب سے وابستہ رہتی ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں۔فرمایا: یہ نا فرمان اولاد ہے"۔

حضرت ابو محمد فاسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں جب بیدار ہوا تو میرے دل سے ان کی عداوت دور ہوچکی تھی پھر تو میں ان میں سے کسی سے بھی ملتا ان کی خوب تعظیم و تکریم کرتا۔[برکات آل رسول ص ۱۰۴]

یہ چیز میرے لیے بے حد مسرت و شادمانی کا باعث ہے کہ برادر مکرم سید العلماحضرت علامہ پیر سید نظامی اشرف اشرفی جیلانی میرانی صاحب نے اپنی خانقاہی ذمہ داری کو پورا کرتے ہوئے خلیفہ اجل حضور مخدوم سمناں جامع العلوم ملک العلماحضرت علامہ قاضی شہاب الدین دولت آبادی رحمۃاللہ علیہ کی عظیم الشان تصنیف ''مناقب السادات''کو سلیس اردو میں منتقل کر کے جدید تقاضوں کے مطابق اس کو منظر عام پر لانے کی غیر معمولی کوشش وکاوش کی۔ میں انھیں نہایت خلوص کے ساتھ دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ مولی تعالی ان کا اقبال روز افزوں بلند فرمائے اور اس جامع ونافع کتاب کومقبول انام بنائے اوران کو مزید علمی،دینی وملی خدمات کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین! بجاہ النبی الامین علیہ وعلی آلہ وصحبہ افضل الصلاۃ واکرم التسلیم .

گدائے اشرف وفدائے میراں
سید جامی اشرف اشرفی جیلانی میرانی
وارد حال مرکز عقیدت کچھوچھہ مقدسہ
۱۰ستمبر ۲۰۲۳ء بروز یکشنبہ

☆☆☆

تقریظِ جلیل

ماہر علم وفن حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین قادری
مفتی وشیخ الحدیث دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی، ضلع بستی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله العلى العظيم، والصلاة والسلام على رسوله الرؤف الرحيم، وعلى آله الطيبين الطاهر ين، وعلى اصحابه هداةالحق وحُماة الدين اجمعين.

یہ جان کر بے پایاں فرحت ومسرت ہوئی کہ عزیز مکرم، شہزادۂ حضور رئیس ملت مد ظلہ العالی، حضرت سید نظامی اشرف اشرفی الجیلانی المیرانی سلمہ اللہ الباری نے چھ سوسالہ قدیم بیش قیمت فارسی رسالہ "مناقب السادات" کا سلیس اردو ترجمہ "مناصب السادت" تحریر کرکے اردو داں طبقہ کو اس گراں قدر رسالہ کے مشمولات ومندرجات سے استفادہ کرنے کا موقع فراہم کردیا ہے، بلاشبہہ فاضلِ موصوف کی یہ قلمی کاوش علمی حلقوں اور عامۃ الناس دونوں میں قدرومنزلت کی نگاہ سے دیکھی جائے گی۔

مذکورہ بالا رسالہ ساداتِ کرام کے متنوع فضائل ومناقب کے موضوع پر اپنے عہد کے نہایت نامور اور ممتاز جامعِ علوم وفنون، ملک العلماکے گراں قدر تکریمی خطاب سے معزز ومشرف، خلیفۂ حضور مخدوم سلطان سید اشرف جہاں گیر سمنانی رضی اللہ تعالی عنہ، یعنی: حضرت قاضی شہاب الدین دولت آبادی رحمہ اللہ الہادی کے تحقیقی جواہر پاروں کا گراں بہا ذخیرہ ہے۔ فاضلِ موصوف نے اپنے ترجمہ کے آغاز میں عرض حال کے عنوان سے مستند حوالہ جات کی روشنی میں ایک نہایت جامع، مبسوط اور تحقیقی مقالہ بھی زیبِ قرطاس کیا ہے، جس میں انھوں نے اس بیش قیمت رسالہ اور اس کے عظیم مصنف کے علمی مقام ومرتبہ کو عیاں کرنے والے ہر گوشہ سے متعلق قیمتی معلومات یکجا کردی ہیں، اس لیے فاضلِ موصوف اس گراں قدر تحقیقی مقالہ پر بھی اہلِ علم کی طرف سے تحسین وستائش

اور تہنیت و تبریک کے بجا طور پر مستحق ہیں۔ جزاہ اللہ عنّا و عَنْ جمیع المسلمین خَیْرَ ما یجازی بہ عِبادہ الصالحین.

رسالہ میں دس ابواب قائم کیے گئے ہیں اور ہر باب کے مندرجات، آیاتِ مقدسہ، احادیثِ مبارکہ اور اور ائمہ کرام و علماے اعلام کے ارشادات و فرمودات کی مستند دلیلوں سے مزین ہیں۔ رسالہ کے آٹھویں باب کے عنوان کا حاصل یہ ہے کہ ساداتِ کرام میں کسی کی وفات کفر پر نہیں ہوتی۔ امامِ اہلِ سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے بھی اپنے رسالہ مبارکہ "جزاءُ اللہِ عَدُوَّہ بِاِبائِہِ خَتْمَ النبوّۃ" میں مستند دلائل کی روشنی میں اسی نظریہ کو بیان فرمایا ہے، تحریر فرماتے ہیں:

"علمائے دین، اولیائے کاملین، علمائے عالمین رحمۃ اللہ تعالی علیہم اجمعین صراحت فرماتے ہیں کہ ساداتِ کرام رحمہم اللہ تعالی خباثتِ کفر سے محفوظ و مصون ہیں جو واقعی سید ہے اس سے کبھی کفر واقع نہ ہو گا"۔ [جزاء اللہ عدوہ ص ۱۲۱]

اعلی حضرت علیہ الرحمہ کے اس بیان پر انہی کے ایک ہم عصر فاضل اور معروف عالمِ دین حضرت قاضی عبد الوحید فردوسی رحمہ اللہ تعالی (پٹنہ) کو سخت خلجان ہوا اور اُن کے ذہن میں اس بارے میں متعدّد اشکال پیدا ہوئے اِن اشکالوں کے حل کے لیے میں انھوں نے اپنے دور کے بعض بڑے علما سے رجوع اور تبادلۂ خیال کیا مگر تشفی نہ ہوئی، اس لیے قاضی صاحب علیہ الرحمہ نے وہ اشکال امامِ اہلِ سنت کی خدمت میں پیش کر کے اُن کا حل طلب کیا۔ اُن کے تین اشکالوں میں سے دو قوی اشکال مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) تمام سادات کے کفر سے محفوظ ہونے کا عقیدہ مشاہدہ کے خلاف ہے، کیوں کہ مشاہدہ ہے کہ بعض سادات کہلانے والے نیچری وغیرہ کفری عقائد اختیار کر لیتے ہیں۔

(۲) اگر تمام سادات کو کفر سے محفوظ مانا جائے تو تمام ساداتِ کرام جنتی قرار پائیں گے اور انھیں اندیشۂ آخرت نہ رہ جائے گا۔

امامِ اہلِ سنت اعلی حضرت علیہ الرحمہ نے اِن اشکالوں کا جو تحقیقی اور مفصل جواب تحریر فرمایا اس میں سے چند اقتباس بطورِ التقاط درج ذیل ہیں، اس تحریر سے ساداتِ کرام کے

بارے میں امام اہلِ سنت کے جذبہ عشق کی جھلک بھی صاف محسوس کی جاسکتی ہے، تحریر فرماتے ہیں:

فاش می گویم واز گفتہ خود دلشادم
بندۂ عشقم واز ہردو جہاں آزادم

"ساداتِ کرام جَعَلَنا اللهُ مِنْ مَوَالِيهِمْ ؛ فَاِنَّ مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْهُم [ترجمہ: اللہ تعالی ہم کو دنیا اور آخرت میں ساداتِ کرام کی غلامی نصیب کرے، کیوں کہ قوم کا غلام قوم کا ہی ایک فرد مانا جاتا ہے] پر "عدمِ طریانِ کفر" (کہ فقیر اسی قدر کا مدعی) نہ "عدمِ امکان"، جس سے جیبی آپ نے تعبیر کیا، فقیر بحمدہ تعالی اس مسئلہ میں مبتدع نہیں متبع ہے۔ احادیث کہ فقیر نے ذکر کیں اس میں شک نہیں کہ ضرور عام مطلق ہیں اور شک نہیں کہ عام و مطلق ضرور اپنے عموم واطلاق پر رہیں گے جب تک دلیلِ صحیح سے تخصیص وتقیید ثابت نہ ہو اور شک نہیں کہ بلا دلیل، محض اپنے خیال کی بنا پر ادعائے تخصیص وتقیید ہرگز تحقیق نہ قرار پاسکے گا۔

مخالفتِ مشاہدہ کا جواب بالقصد "جزاء اللہ" میں ص ۱۰۵ پر بالقصد مذکور تھا۔ کیا مشاہدہ یہ کہ جو سید کہا جاتا تھا اس سے صدور ہوا؟ تو یہ ہمارے دعوی کے کب منافی؟ یا یہ مشاہدہ ہوا تھا کہ فلاں کہ فی الواقع سیّد ہے، نہ انتساب میں ادعاء، اور پھر اس نے کفر کیا؟ تو ایسا مشاہدہ روئے زمین پر نہ ملے گا۔

تیسرا شبہہ کہ ساداتِ کرام قطعی جنّتی ٹھیریں گے، جیبی! اس قضیہ کے موضوع ومحمول میں دو احتمال ہیں۔ ساداتِ کرام (یعنی: موضوع میں دو احتمال) یعنی (۱) وہ جو عند اللہ ساداتِ کرام ہوں، (۲) یا وہ جو بنامِ سیادت مشہور ہیں، عام ازیں کہ نفس الامر اور علمِ الٰہی میں کچھ ہو اور قطعی جنتی (محمول میں دو احتمال) یعنی (۱) بلا سبقتِ عذاب جس سے دخولِ نار کی نفی ہو (۲) یا قطعی جنتی بعاقبت انجام جس سے خلودِ نار کی نفی ہو۔ اب یہ چار محمل ہیں اور فقیر کے دعوی سے ایک کو بھی مس نہیں۔ پہلے عرض کر چکا کہ غیر حسنین میں نفیِ دخول بطورِ رجاء، نظر بظہور وتبادر ہے پھر قطعیت کہاں؟ بلکہ نفیِ خلود بھی مسئلہ مسلمہ ظنیہ ہے اگرچہ بحمد اللہ یہ ظن غالب

اکثر رائے ملتحق بسر حدِ یقین ہے جسے فقہا یقین ہی کے پلّے میں رکھتے ہیں، مگر نہ یقینِ کلامی کہ مسئلہ عقائدِ قطعیہ سے قرار پائے اور اس میں ادنی شک کو راہ دینے والا گمراہ، خارج از اہلِ سنت ٹھہر جائے۔ جزاء اللہ ص ۱۰۴ میں امام ابن حجر کے الفاظ ملاحظہ فرمائے ہوں گے: ”اِنِّيْ اَكَادُ اَجْزِمُ اَنَّ حقيقة الكُفْرِ لا تَقَعُ “(مجھے قریب قریب یقین ہے کہ ساداتِ کرام سے کفر نہ ہوگا)اور بالفرض نفیِ خلود، بلکہ بفرض غلط نفیِ دخول ہی قطعی مان لی جائے تو کس کے لیے؟ اُن کے لیے جو عند اللہ ساداتِ کرام ہیں، نہ ہر اُس شخص کے لیے جو سید کہلاتا ہو اگرچہ واقع میں نہ ہو۔ اور اب کسی معیَّن میں حصولِ وصفِ عنوانی پر قطع ویقین کی طرف راہ نہیں تو ثبوتِ وصفِ محمول کیوں کر مقطوع بہ ہوجائے گا؟ اور کسی معیَّن کو اندیشۂ آخرت کیوں اٹھ جائے گا؟ کہ ہر ایک میں عدمِ علمِ نفس الامر کے سبب احتمال لگا ہوا ہے۔ اور اندیشۂ آخرت تو انھیں بھی نہ اٹھ گیا جنھیں بتعیین نام لے کر ارشاد ہو گیا کہ تم جنتی ہو، اعنی عشرۂ مبشرہ ونظرائہم رضی اللہ تعالی عنہم، نہ انھیں اٹھ گیا جن سے بالتحقیق فرمایا گیا: {اِعْمَلُوْا ما شِئتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ} اعنی اصحاب بدر رضی اللہ تعالی عنہم“۔ [انتہی ملتقطا من الفتاوی الرضویہ ج ۱۲ ص ۱۶۴ تا ۱۶۶ بزیادۃ مابین الھلالین]

رسالہ کے آخری باب میں ملک العلما علامہ شہاب الدین دولت آبادی علیہ الرحمہ نے اہل سنت کے ایک طبقہ کے فکر کی ترجمانی کرتے ہوئے یہ بیان کیا ہے کہ یزید پر لعنت کرنا درست ہے اور اس موقف پر ٹھوس دلائل ذکر کیے ہیں۔ لیکن اہلِ سنت کا ایک اور طبقہ یزید کے فسق وفجور اور اس کے ملعون اور بدترین مظالم اور کارناموں کے قطعی طور پر ثابت ماننے میں تامل تو نہیں کرتا لیکن از راہِ احتیاط شخصی لعنت سے کفِ لسان کرتا ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہ اسی کو اسلم قرار دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

یزید پلید علیہ ما یستحقہ من العزیز المجید قطعًا یقینًا باجماع اہل سنت فاسق، فاجر وجری علی الکبائر تھا، اس قدر پر ائمہ اہلِ سنت کا اطباق واتفاق ہے، صرف اس کی تکفیر ولعن میں اختلاف فرمایا۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالی عنہ اور اُن کے اَتباع وموافقین اسے کافر کہتے اور بہ تخصیصِ نام اُس پر لعن کرتے ہیں اور اس آیتِ کریمہ سے اس پر سند لاتے

ہیں: فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ أُولَئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَى أَبْصَارَهُمْ۔ (کیا قریب ہے کہ اگر والی ملک ہوتو زمین میں فساد کرو اور اپنے نسبی رشتہ کاٹ دو۔ یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت فرمائی اور اُن کی آنکھیں پھوڑ دیں۔) شک نہیں کہ یزید نے والی ملک ہو کر زمین میں فساد پھیلایا، حرمین طیبین و خود کعبہ معظمہ و روضۂ طیبہ کی سخت بے حرمتیاں کیں، مسجدِ کریم میں گھوڑے باندھے، اُن کی لید اور پیشاب منبرِ اطہر پر پڑے، تین دن مسجدِ نبی ﷺ بے اذان و نماز رہی، مکہ و مدینہ و حجاز میں ہزاروں صحابہ، تابعین بے گناہ شہید کیے۔ کعبہ معظمہ پر پتھر پھینکے، غلاف شریف پھاڑا اور جلایا، مدینہ طیبہ کی پاک دامن پارسائیں تین شبانہ روز اپنے لشکر پر حلال کر دیں، رسول اللہ ﷺ کے جگر پارہ کو تین دن بے آب و دانہ رکھ کر مع ہمراہیوں سے تیغِ ظلم سے پیاسا ذبح کیا، مصطفی ﷺ کے گود کے پالے ہوئے تنِ نازنین پر بعدِ شہادت گھوڑے دوڑائے گیے کہ تمام استخوانِ مبارک چور ہو گئے، سرِ انور کہ محمد ﷺ کا بوسہ گاہ تھا کاٹ کر نیزہ پر چڑھایا اور منزلوں پھرایا، حرم محترم، مخدّرات مشکوئے رسالت قید کیے گیے اور بے حرمتی کے ساتھ اُس خبیث کے دربار میں لائے گیے۔ اس سے بڑھ کر قطعِ رحم اور زمین میں فساد کیا ہو گا؟ ملعون ہے وہ جو اِن ملعون حرکات کو فسق و فجور نہ جانے۔ قرآنِ عظیم میں صراحۃً اس پر لَعَنَهُمُ اللَّهُ فرمایا۔

لہذا امام احمد اور اُن کے موافقین اُس پر لعنت فرماتے ہیں اور ہمارے امامِ اعظم رضی اللہ تعالی عنہ لعن و تکفیر سے احتیاطاً سکوت فرمایا، کہ اُس سے فسق و فجور متواتر، کفر متواتر نہیں اور بحالِ احتمال نسبتِ کبیرہ بھی جائز نہیں، نہ کہ تکفیر۔ اور امثالِ وعیدات، مشروط بعدمِ توبہ ہیں، لقولہ تعالی: فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا إِلَّا مَنْ تَابَ اور توبہ تا دمِ غرغرہ مقبول ہے اور اُس کے عدم پر جزم نہیں اور یہی احوط و اسلم ہے۔" [فتاوی رضویہ ج ۱۴ ص ۵۹۱]

اور تحریر فرماتے ہیں: "یزید بے شک پلید تھا اسے پلید کہنا اور لکھنا جائز ہے"۔ [فتاوی رضویہ ج ۱۴ ص ۶۰۳]

اس رسالہ کے فاضل مترجم فطری طور پر ادبی ذوق اور اعلی فکر کے حامل ہیں، کم سنی

سے شعر و سخن کا اچھا ذوق رکھتے ہیں اس لیے اُنھوں نے فارسی اور عربی عبارتوں کا سلیس اور عام فہم ترجمہ نذرِ قارئین کیا ہے اس اردو ترجمہ کا ایک عظیم فائدہ یہ بھی ہے کہ یہ بیش قیمت قلمی رسالہ جو اب تک مخطوطہ کی شکل میں تھا اردو ترجمہ کی شکل میں ہی سہی طباعت اور نشر اشاعت کے مراحل کے گزر کر افادۂ انام کے ساتھ بقائے دوام کی نعمت سے بھی بہرہ ور ہو جائے گا۔ یہ امر بھی مسرت افزا ہے کہ فاضل مترجم سلمہ اللہ العزیز اپنے ہی قائم کردہ ایک تصنیفی و اشاعتی ادارہ "رئیس ملت اسلامک ریسرچ سینٹر بیاد گار امام اعظم ابو حنیفہ" کے زیرِ اہتمام اس رسالہ کو شائع فرما رہے ہیں۔ رب کریم اس اشاعتی ادارہ کو فروغ اور روز افزوں ترقی نصیب فرمائے۔

میری طرف سے صمیمِ قلب سے اس قلمی کاوش پر عزیز موصوف کو مبارک باد پیش ہے اور دعا ہے کہ خدائے علیم و حکیم اُن کے اشہبِ قلم کو میدانِ تصنیف و تالیف رواں دواں رکھے اور توفیقِ مزید سے شاد کام فرمائے۔

محمد نظام الدین قادری

خادمِ درس و افتاء دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی۔

۱۱/ ربیع الآخر ۱۴۴۵ھ // ۲۷/ اکتوبر ۲۰۲۳ء

تقدیم

استاذ العلما، ادیب شہیر حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی مصباحی مدظلہ العالی

شیخ الحدیث دار العلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور، ضلع سلطان پور وسابق صدر المدرسین دار العلوم علیمیہ جمداشاہی، ضلع بستی

دیارِ پورب کی مشہور بستی کچھوچھہ شریف میں آرام فرما جانی مانی انتہائی بافیض بزرگ اور روحانی وعلمی شخصیت غوث العالم، محبوب یزدانی، حضرت مخدوم اشرف جہاں گیر سمنانی علیہ الرحمۃ والرضوان [م:۸۰۸ھ] کے نامور مرید وخلیفہ ملک العلما قاضی شہاب الدین احمد بن شمس الدین عمر زابلی دولت آبادی [م:۸۴۸] جون پور کے سلطان ابراہیم شاہ شرقی [عہد حکومت:۸۰۴ھ تا ۸۴۴] کے دورِ حکمرانی میں دہلی سے کالپی ہوتے ہوئے جون پور تشریف لائے، آپ کی جون پور آمد کا زمانہ ۸۰۴ھ اور ۸۰۸ھ کے بیچ کا ہے، یہ دور ابراہیم شاہ شرقی کی حکومت کا ابتدائی اور مخدوم صاحب کا آخری دورِ حیات تھا، قاضی صاحب کی ان دونوں سے ملاقات بھی ہوئی اور محبت وقدر دانی پر مبنی خوش گوار تعلقات بھی قائم ہوئے، سلطان ابراہیم شاہ شرقی، قاضی صاحب کا حد درجہ عقیدت مند تھا، تو مخدوم صاحب قاضی صاحب کو اپنے دور کا بے مثل صاحب علم وفضل اور علما وفضلا کا مقتدا اور خلاصہ سمجھتے تھے، اور قاضی صاحب بھی دونوں سے بہت گہرا قلبی تعلق رکھتے تھے، حتی کہ مخدوم صاحب اور قاضی صاحب کے اس تعلق نے پیری ومریدی اور شیخ وخلیفہ کی شکل اختیار کرلی۔

قاضی صاحب کی عظمت

قاضی صاحب کے جون پور قیام کے عہد میں امرا وسلاطین اور علما ومشائخ سب کے نزدیک مسلمہ عبقری شخصیت کے حامل تھے، آپ کے غیر معمولی علم وفضل اور علمی وروحانی جامعیت کا اعتراف اور آپ کی بے مثال شخصیت کی قدر دانی اور ادب و احترام سب نے کیا ہے، قاضی صاحب کی کرشماتی شخصیت کا اعتراف و احترام تب سے آج تک برابر کیا جارہا ہے، آپ کے بڑے بڑوں اور معاصرین نے بھی آپ کے بارے میں بڑے قیمتی اور وزنی جملے لکھے ہیں، یہاں ہم صرف آپ کے شیخ ارادت واجازت حضرت مخدوم سیّد اشرف جہاں گیر

سمنانی کچھوچھوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلمات طیّبات ذکر کریں گے، وہ فرماتے ہیں:

”در ہندوستاں ایں مقدار فضیلت در کسے کم دیدہ ایم۔“ [۱]

ترجمہ: ہم نے ہندوستان میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی جیسی فضیلت کسی اور شخص میں کم دیکھی ہے۔

مخدوم صاحب نے ایک مکتوب میں قاضی صاحب ”برادر اعزّ و ارشد“ اور ”جامع العلوم“ کے خطاب سے یاد فرمایا ہے۔ [۲]

مزید ایک مقام پر ”علمائے زمانہ کا مقتدا“ اور ”فضلائے ہر دیار کا خلاصہ“ قرار دیا ہے۔ [۳]

قاضی صاحب کے مطالعے کے شوق وانہماک، ذہانت وصلاحیت اور اس کے نتیجے میں حاصل ہونے والے علمی رسوخ کا عالم یہ تھا کہ ان کے ایک استاذ علامہ عبد المقتدر دہلوی نے قاضی صاحب کے گوشت، پوست اور ہڈی تک کو علم کہہ دیا۔ [۴]

پیدائش اور تعلیم وتربیت

صحیح یہ ہے کہ آپ دولت آباد دہلی میں [تخمیناً ۷۵۰ھ میں] پیدا ہوئے، وہیں پروان چڑھے، وہیں تعلیم حاصل کی، اور پہلے اسی جگہ درس وتدریس کی بزم بھی آراستہ کی، پھر دہلی میں فتنۂ تیمور کے وقت بربادی سے پہلے ۸۰۱ھ میں کالپی آگئے اور وہیں سے کچھ دن بعد ابراہیم شاہ شرقی کی خواہش پر علما و فضلا اور طلبہ کی ایک جماعت لے کر جون پور آگئے اور درس وتدریس، تصنیف وتالیف، افتا وقضا اور ارشاد وہدایت کی مجالس تقریباً چالیس سے زیادہ سالوں تک پوری تن دہی اور اخلاص کے ساتھ قائم رکھیں اور بے مثال ولازوال دینی، علمی اور روحانی خدمات انجام دیں۔

۱: لطائف اشرفی، ۱/۱۰۵

۲: اخبار الاخیار، ص: ۱۶۲

۳: ایضاً

۴: ایضاً، ص: ۱۴۸

کون دولت آباد؟

ہندوستان میں ’’دولت آباد‘‘ نام کے دو مقامات ہیں، ایک دکن میں جو زیادہ مشہور ہے اور دوسرا دہلی میں، جو کم مشہور، بلکہ اب گم نام لگتا ہے، قاضی صاحب کس دولت آباد کے تھے؟ اس بارے میں مورخین اور تذکرہ نگاروں کے دو قول ہیں:

(۱) ملاّ محمد قاسم نے تاریخ فرشتہ [سنہ تالیف ۹۹۸ھ] میں لکھا ہے:

’’در دولت آباد دکن نشو ونما یافت۔‘‘ [۱]

(۲) جب کہ بیشتر حضرات نے دولت آباد، دہلی تحریر کیا ہے، مثلاً شیخ افضل محمد انصاری اکبر آبادی [م ۱۰۰۳ھ] کے صاحب زادے عبد الصمد انصاری نے ’’اخبار الاصفیا‘‘ میں لکھا:

’’زاد گاہ او دولت آباد دہلی است۔‘‘ ترجمہ: قاضی صاحب کی جاے پیدائش دولت آباد دہلی ہے۔

اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی [م ۱۰۵۲ھ] نے اپنی کتاب ’’اخبار الاخیار‘‘ میں اور مولانا غلام علی آزاد بلگرامی نے ’’سبحۃ المرجان‘‘ اور ’’مآثر الکرام‘‘ میں جاے ولادت دولت آباد، دہلی لکھا، علی الترتیب مولانا آزاد کی ان دنوں کتابوں کے اندر مولانا کے الفاظ یہ ہیں:

(۱) وُلِدِ القاضی بدولت آباد دھلی۔ (۲) مولد او دولت آباد دہلی است۔
نزہۃ الخواطر از حکیم عبد الحیٔ لکھنوی، تذکرۂ علما از محمد حسین آزاد اور دیگر کتب میں بھی یہی مذکور ہے۔

اس موقع پر میں ایک عام غلط فہمی کا ازالہ ضروری سمجھتا ہوں، وہ غلط فہمی یہ ہے کہ چند سال پہلے حضرت مولانا یونس رضا مونس صاحب اویسی نے مولانا غلام علی آزاد بلگرامی کی کتاب ’’مآثر الکرام‘‘ کا اردو ترجمہ شائع کیا ہے، انھوں نے اس کتاب کے متن کی عبارت ’’مولد او دولت آباد دہلی است‘‘ پر حاشیے میں تحریر فرمایا ہے کہ لفظ ’’دہلی‘‘ سہو ہے، دکن صحیح ہے۔

اس پر میری پہلی گزارش یہ ہے کہ مولانا غلام علی آزاد بلگرامی نے ’’سبحۃ المرجان‘‘ میں بھی ’’دولت آباد دہلی‘‘ ہی لکھا ہے، [جیسا کہ اوپر حوالہ گزرا ہے] اور قاضی اطہر مبارک پوری

۱: تاریخ فرشتہ، ۲/۳۶

نے ''دیارِ پورب'' میں اور حضرت مولانا ساجد علی مصباحی نے کتاب ''ملک العلما قاضی شہاب الدین دولت آبادی'' میں ''دولت آباد دہلی'' کو ہی صحیح قرار دیا ہے، اگرچہ ملاّ قاسم مصنف ''تاریخ فرشتہ'' نے ''دولت آباد دکن'' لکھا ہے، مگر اس دعویٰ کو دولت آباد دکن کی شہرت کی بنا پر غلط فہمی ہی سمجھنا چاہیے کیوں کہ قدیم و جدید بیشتر تذکرہ نگار تسلسل کے ساتھ دولت آباد دہلی لکھتے آرہے ہیں۔

اور دوسری عرض یہ ہے کہ تذکرہ نگاروں نے قاضی صاحب کے صرف دو اساتذہ کا ذکر کیا ہے، (۱) علامہ عبد المقتدر دہلوی اور (۲) علامہ خواجگی دہلوی کا، اور ان دونوں کا دولت آباد دکن جانا اور وہاں قاضی صاحب کو پڑھانا اور قاضی صاحب کا دکن جانا اور وہاں کسی استاد سے، یا کسی مدرسے میں پڑھنا تاریخی طور سے ثابت نہیں ہے۔

''تاریخ فرشتہ'' کے علاوہ سب تذکرہ نگاروں نے انہی دو اساتذہ اور دہلی ہی کا تذکرہ کیا ہے، اور پھر دہلی سے کالپی پھر وہاں سے جون پور جانے وہاں رہنے اور وہیں پر تقریباً چالیس سالہ علمی و روحانی زندگی گزارنے کی بات تحریر کی ہے۔

قاضی صاحب اور ان کا مدرسہ

شرقی سلطنت کے حدود میں بادشاہت تو سلطان ابراہیم شاہ شرقی [م ۸۴۴ھ] کی تھی، مگر دلوں پر حکمرانی ملک العلما قاضی شہاب الدین دولت آبادی [م ۸۴۸ھ] کی تھی۔[۱]

ابراہیم شاہ شرقی کا چالیس سالہ دور شرقی حکومت کا عہد زریں اور دیار پورب میں علمی بہار کا زمانہ ہے، اس مبارک عہد میں مختلف دیار و امصار کے ارباب علم و فضل جون پور میں پناہ گزیں ہوئے، اٹالہ محلہ کی مسجد، شہر جون پور کی مشہور مسجد ہے، یہی در اصل قاضی صاحب کا مدرسہ ہے اور خانقاہ بھی، مزید ان کا دار القضا، دار الافتا اور دار التصنیف بھی ____ چالیس سال سے زیادہ تک اسی کارگاہ علم و عرفان میں اس فخر روزگار ذات نے بزم علم و آگہی سجائے رکھی، مسجد کے گرد و پیش حجروں کا سلسلہ علما و طلبہ کی اقامت گاہ تھی۔

جون پور کے اس مبارک و مسعود بقعۂ ارضی پر میر مجلس یہی ملک العلما قاضی القضاۃ،

۱: دیارِ پورب میں علم و علما، ص : ۱۴۲، طبع سوم دہلی۔

حضرت قاضی شہاب الدین احمد دولت آبادی تھے اور یہ وہی ملک العلما ہیں اور یہ وہی مدرسہ، جن کے بارے میں ایک مورخ کے خوب صورت الفاظ یہ ہیں:

"جس [ملک العلما] نے مدرسے کی شورش میں خانقاہ کا سکون اور خانقاہ کی خاموشی میں مدرسے کا ہنگامہ برپا کیا۔" [۱]

زابلی یا زاولی؟

قاضی صاحب کی ایک نسبت "زابلی" بھی ہے، جسے بہت سے لوگ "زاولی" بھی لکھتے ہیں، اصل "زابلی" ہی ہے، لیکن چوں کہ لسانیات کے اصول "اَلغَلَطُ العَامُّ فصیحٌ" کے مطابق عوام و خواص سب نے زابُلی کے "با" کو "واو" سے بدل کر قبول کر لیا ہے، اور "زاوُلی" استعمال کرنے لگے ہیں، اس لیے یہ تصرّف قابل قبول اور صحیح ہے، لہذا "زابلی" اور "زاولی" دونوں طرح بولنا اور لکھنا صحیح ہے۔

"زابُل" یا "زابُلستان" قاضی صاحب کے آبا واجداد کا وطن ہے، وہ خود ہندوستان کی راجدھانی دہلی میں پیدا ہوئے، آبائی وطن کی طرف نسبت کرتے ہوئے زابُلی اور زاولی کہا جاتا ہے، زابل یا زابلستان ایک وسیع و عریض علاقہ (ملک) تھا، جو بلخ اور طخارستان کے جنوب میں واقع ہے۔

قاضی صاحب کو غزنوی بھی کہا جاتا ہے، اس لیے کہ آپ کے آبا واجداد اسی ملک کی راجدھانی غزنین / غزنہ میں رہتے تھے، جو زمانے سے ملک افغانستان کا ایک حصہ تھا اور ہے، دہلی میں پیدائش، پرورش، تعلیم و تربیت اور تدریسی مشاغل کی وجہ سے آپ کو دہلوی بھی کہا جانا چاہیے، مگر کم ہی کسی نے آپ کو دہلوی کہا ہے، دکنی تو کسی نے نہیں لکھا، "دولت آبادی" کی نسبت سب نسبتوں پر غالب رہی اور یہی مشہور ہے، مگر دہلی کا "دولت آباد"، دکن کا نہیں۔

تصانیف

قاضی صاحب درس و تدریس، افتا و قضا اور ارشاد و ہدایت سے کچھ وقت نکال کر تصنیف و تالیف کا کام بھی کر لیتے تھے، تذکرہ نگاروں نے آپ کی بیس کتابوں کا نام ذکر کیا ہے،

۱: دیارِ پورب، ص: ۱۳۰، نسخہ قدیم۔

انھی میں ایک کتاب ”مناقب السادات“ بھی ہے، جس کی زبان فارسی ہے، اور موضوع نام سے ظاہر ہے۔

قاضی صاحب کی کتابیں بھی ملک و بیرونِ ملک علما و مشائخ اور امرا میں مقبول تھیں، جو شوق سے پڑھی جاتی تھیں اور ان کی بڑی قدردانی ہوتی تھی، اکثر سلاطین ان کتابوں کو سونے چاندی سے تول کر وہ سونا چاندی قاضی صاحب کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔

قاضی صاحب تفسیر و حدیث، فقہ و اصول کے ساتھ ادب و بلاغت کے علوم نحو، صرف، لغت، عروض، معانی، بیان اور بدیع سے بھی گہری دلچسپی اور ان میں رسوخ رکھتے تھے، شرح قصیدۂ بانت سعاد اور شرح قصیدۂ بردہ اس کے گواہ ہیں، اوّل الذکر بہت تفصیلی ہے، یہ کتاب مُصَدَّقُ الفضل کے نام سے مشہور ہے، جسے مجلس برکات مبارک پور نے چند سال پہلے چھاپی ہے۔

مناقب السادات کی وجہ تصنیف

قاضی صاحب کے معاصرین میں سلطان ابراہیم شاہ شرقی کے وزیر صدر جہاں سیّد اجمل بن امجد بن علی حسینی جون پوری بھی ہیں، جو سلطان کے مقربین میں تھے اور جون پور کے قاضی بھی، سیّد ہونے کے ساتھ عالی مرتبت روحانی بزرگ بھی تھے، ایک بزرگ کی دعا سے پیر، میر اور وزیر سب کچھ ہو گئے، مگر علم ظاہر میں قاضی صاحب کے ہم پلّہ نہیں تھے۔

ایک مرتبہ سلطان ابراہیم شاہ شرقی کے دربار کی ایک علمی مجلس میں علمی وقار کا مسئلہ پیدا ہو گیا اور نشست گاہ کی تقدیم و تاخیر کے سلسلے میں قاضی صاحب اور سیّد اجمل صاحب کے درمیان اختلاف و بحث کی نوبت آگئی، قاضی صاحب نے کہا: ہمارا عالم ہونا ثابت و متیقن ہے اور تمھارا علوی (سیّد) ہونا مشکوک و مشتبہ ہے، لہٰذا تم پر ہماری فضیلت و برتری ہونی چاہیے، اس واقعے کے بعد قاضی صاحب نے غیر عالم سیّد پر غیر سیّد عالم کی فضیلت کے موضوع پر ایک کتاب بھی لکھ ڈالی، جس میں تحریر کیا کہ علما کی فضیلت علم کے سبب ہے جو اظہر من الشمس ہے اور سادات کی سیادت موہوم ہے کیوں کہ اس کا اثبات بہت مشکل کام ہے۔

پھر اپنے استاذ مولانا خواجگی دہلوی یا حضرت مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی کی

ناراضگی و تنبیہ پر نیز خواب میں سید عالم ﷺ کی خفگی کی وجہ سے اور یہ حکم دینے پر کہ سیّد اجمل کو راضی کرو، جو اپنے زمانے کے ولی ہیں، صبح بیدار ہو کر شرمندگی محسوس کی، اور اپنے رسالے کو دریا برد کر دیا، ننگے پاؤں حضرت سیّد اجمل صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے، معذرت چاہی اور اپنے اس عمل سے توبہ کر لی۔

اس کے بعد سادات کے فضائل اور ان سے محبت و عقیدت کے موضوع پر فارسی زبان میں ''مناقب السادات'' نام سے زیرِ نظر کتاب لکھی۔

شیخ عبد الحق محدّث دہلوی تحریر فرماتے ہیں کہ یہ رسالہ ان شاء اللہ تعالیٰ قاضی صاحب کے لیے سعادت کا سرمایہ اور آخرت میں ان کی نجات کا ذریعہ ہو گا۔[۱]

قاضی صاحب کا یہ عمل اپنے استاذ و شیخ کے احترام میں اور خوشنودی رسالت مآب ﷺ کے حصول کے ساتھ، عالمانہ تواضع وانکسار کی واضح دلیل ہے، انہی تینوں وجوہ سے شیخ محقق نے قاضی صاحب کے اس عمل کو سرمایۂ آخرت اور ذریعہ نجات قرار دیا ہے۔

مناقب السادات کے مندرجات

یہ کتاب عشرۂ عاشورا اور عشرۂ مُبشّرہ کی مناسبت سے دس بابوں پر مشتمل ہے، (۱) محبتِ سادات (۲) بشاراتِ محبّانِ سادات (۳) رعایت و لحاظِ سادات (۴) فضیلت سادات (۵) ثبوت نسب سادات (۶) سادات کو وسیلہ بنانا (۷) اسما و القابِ سادات (۸) کوئی سیّد کفر پر قائم رہتے نہیں مرے گا (۹) گیسوے سادات (۱۰) یزید پر لعنت کا بیان۔

ساداتِ کرام کون لوگ ہیں؟

''حضرت مولا علی کی وہ اولاد جو بطنِ فاطمہ سے ہو، سادات کہلاتی ہے۔''

سادات کو سیادت کا شرف حضور اقدس ﷺ سے نسبی تعلق ہی کی بنا پر ملا ہے، اور حضور اقدس سے اولاد فاطمہ کا نسبی تعلق قرآن و حدیث اور اجماعِ سلف سے ثابت ہے، خود حضور نے فرمایا کہ میں حسنین کا باپ ہوں، یہ دونوں میرے بیٹے ہیں۔

حضرت قاضی شہاب الدین دولت آبادی فرماتے ہیں:

۱: اخبار الاخیار، ص: ۱۷۶

"نسب اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا بمصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنص واحادیث وباجماع سلف واتفاق خلف ثابت است۔" [۱]

ترجمہ: اولاد فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نسب، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے نص قرآن، احادیث، سلف کے اجماع اور خلف کے اتفاق کے ذریعہ ثابت ہے۔

اور اسی نسبتِ رسول کی بنا پر سادات سے محبت کرنا اور ان کی تعظیم بجالانا ضروری بلکہ ایمان کی شرط ہے۔

قاضی شہاب الدین دولت آبادی فرماتے ہیں:

"دوستیٔ اولادِ رسول شرطِ ایمان است۔" [۲]

ترجمہ: سادات سے دوستی و محبت رکھنا ایمان کی شرط ہے۔

مراتب فضیلت

عالم میں سب سے افضل حضور اقدس ﷺ ہیں، پھر انبیاے کرام پھر حضور کے چاروں خلفا، حضرت سیّد شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی قدس سرّہ تحریر فرماتے ہیں:

"انبیاے کرام کے بعد تمام انسانوں میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان، پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اسی ترتیب پر خلافت واقع ہوئی۔ [۳]

حضرات حسنین کریمین کو حضور کی جزئیتِ کریمہ کی وجہ سے حضرات خلفاے راشدین پر صرف ایک جزئی فضیلت حاصل ہے، بقیہ حضرات خلفاے اربعہ کا مرتبہ حضراتِ حسنین کریمین سے اعظم و اعلیٰ ہے۔

قاضی شہاب الدین دولت آبادی فرماتے ہیں:

"افضل عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد وے آدم صفی اللہ و بعد ازاں پیغمبرانِ دیگر علیہم السلام و بعد ازایشاں خلفاے اربعہ بترتیبِ خلافت، بعد ازایشاں اولادِ فاطمہ لقربہم

۱: مناقب السادات، ص: ۱۴۷

۲: مناقب السادات، ص: ۱۱۶

۳: سراج العوارف، ص: ۵۳

من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد از ایشاں شش نفر دیگر از عشرۂ مبشرہ بعد ایشاں صحابۂ دیگر۔" [۱]

ترجمہ: سارے عالم سے افضل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں، ان کے بعد آدم صفی اللہ، ان کے بعد، دیگر پیغمبران علیہم السلام، ان کے بعد خلفاے اربعہ بترتیب خلافت ان کے بعد اولادِ فاطمہ حضور سے نسبی قرب کی وجہ سے، ان کے بعد عشرہ مبشرہ میں سے بقیہ چھ حضرات صحابہ، ان کے بعد بقیہ صحابہ۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری حنفی علیہ الرحمۃ والرضوان بھی حسنین کریمین کی جزئی فضیلت ہی کے قائل ہیں، وہ فرماتے ہیں:

"اگر وہ [یعنی حضرات خلفاے راشدین پر حضرات حسنین کریمین کی کلّی فضیلت کا قائل] یہ کہتا ہے کہ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بوجہِ جزئیت کریمہ ایک فضل جزئی حضرات عالیہ خلفاے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر رکھتے ہیں اور مرتبہ حضرات خلفا کا اعظم واعلیٰ ہے تو حق تھا، مگر اس نے اپنی جہالت سے فضل کلّی، سبطین [یعنی حضرات حسنین] کو دیا۔" [۲]

اعلیٰ حضرت آگے فرماتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ نے سرداری سبطین کریمین کو حفظ تعمیم کے لیے جوانان اہل جنت سے خاص فرمایا: "الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنۃ "(ترجمہ) حسن وحسین رضی اللہ عنہما جنتی جوانوں کے سردار ہیں، تاکہ خلفاے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شامل نہ ہو اور متعدد صحیح حدیثوں میں اسی کے تتمہ میں فرما دیا: "وابوھما خیرٌ منھما" (ترجمہ) حسن وحسین جوانانِ اہل جنت کے سردار ہیں اور ان کے باپ (حضرت علی) ان سے افضل ہیں۔" [۳]

علامہ سیّد غلام علی آزاد بلگرامی نے ابن عساکر کے حوالے سے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث نقل کی ہے، حضور کا یہ فرمان ہی حضرات ساداتِ عالی درجات کی

---

۱ : مناقب السادات، ص:۹۹

۲ : فتاویٰ رضویہ، ۲۹/ ۲۷۴

۳ : ایضاً

فضیلت کے لیے کیا کم ہے، حضور نے فرمایا:

''تم میں کوئی اپنی نشست گاہ سے (تعظیم کے لیے) نہ اٹھے، مگر حسن وحسین اور ان کی اولاد کے لیے۔''[۱]

ہمارا فرض

اس لیے ہم غلامانِ مصطفیٰ اور غلامان سادات کا فرض ہے کہ سادات کا بھرپور احترام کریں، اور ان کی تعظیم کے لیے اٹھ جایا کریں کہ بقول صاحب ''شرعۃ الاسلام'' چلنے اور اٹھنے بیٹھنے میں اولاد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو پیش پیش رکھیں۔[۲]

اور اپنی نشست سادات سے بالا اور مقدّم نہ رکھیں اگرچہ سیّد ناخواندہ ہو، جیسا کہ علامہ سید غلام علی آزاد بلگرامی، امام فخرالدین رازی کا فتویٰ نقل فرماتے ہیں:

'' لا یجوز لِاَجَلّ العالم اَنْ یجلسَ فَوق العلویِ الاُمِّیِ لاَنَّہٗ اساءۃ فی الدین.''[۳]

ترجمہ: کسی جلیل الشان عالم کے لیے بھی یہ روا نہیں ہے کہ مجلسوں میں ناخواندہ علوی (سیّد) سے بالا نشست رکھے، کیوں کہ یہ دینی معاملات میں کوتاہی (بری بات) ہے۔

نوٹ:

مزید فضائل سادات جاننے کے لیے قاضی صاحب کی کتاب ''مناقب السادات'' اور مولانا سید غلام علی آزاد بلگرامی کی کتاب '' سند السعادات'' کا مطالعہ فرمائیں۔

یاد رہے کہ زیر نظر کتاب '' مناقب السادات'' اِسی نظریے سے لکھی گئی ہے، سادات پر اپنی نشست بالا و مقدم رکھنا یا کسی اور طرح سے خود کو ترجیح دینا، ہمارے رسول کی ناراضگی اور آخرت کی ہلاکت کا سبب ہے۔

بعض علما نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر کسی نے سیّد کو پڑھایا ہے تو اپنی استاذی اور سیّد کی شاگردی کا صریح اظہار بھی نہ کرے، میرا ذوق بھی استاذ، شاگرد کی رٹ لگانے اور اس سے

---

۱ : فضائل سادات از ڈاکٹر ساحل سہسرامی، ص:۵۲، ترجمہ سند السعادات فی حسن خاتمۃ السادات۔

۲ : ایضًا، ص:۵۳

۳ : سند السعادات فی حسن خاتمۃ السادات [اردو]، ص:۵۴

فائدہ اٹھانے کو گوارہ نہیں کرتا، بلکہ ضرورت پڑے، اس طرح کے جملے سے اس مضمون کی تعبیر کی جاسکتی ہے، فقیر کو اِن کی خدمتِ تعلیم و تربیت کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اہل بیت، صحابہ اور دیگر بزرگوں کی کامل تعظیم کی توفیق عطا فرمائے اور اگر کوتاہی ہو جائے تو توبہ کی سعادت نصیب کرے، آمین! اسی میں بھلائی ہے، آج کل بعض خواص و عوام میں جرائتیں بڑھ گئی ہیں، سنجیدگی سے سمجھنے اور سمجھانے کی ضرورت ہے، فائدہ نقصان ہمارا ہی ہے۔

اور علامہ سید غلام علی آزاد بلگرامی کی ہدایت کے مطابق ساداتِ کرام کو چاہیے:

کہ اپنی اصل کی طہارت اور مغفرت کی بشارت کے شکرانے میں اپنے جدامجد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے طریقے کو اختیار کریں اور آیاتِ احکام ومامورات پر عمل کریں، منہیات اور گناہوں سے بچیں، امت محمدیہ کو شریعت کے سیدھے راستے کی جانب رہنمائی کریں کہ [باغیرت اولاد اپنے روشن چہرے والے آباواجداد سے مکمل طور سے جڑی رہتی ہے] پر عمل کرنے کے یہ زیادہ مستحق ہیں..... انھیں صرف نسبی شرافت پر اعتماد کر کے بے راہ روی ہرگز نہیں اختیار کرنی چاہیے کیوں کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللہِ اَتْقٰکُمْ ۔[حجرات:۱۳]

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے، جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔

حضور کے بعد کون نبی افضل ہیں، ابراہیم علیہ السلام یا آدم علیہ السلام؟

اوپر ترتیبِ افضلیت کے بیان میں حضرت قاضی شہاب الدین دولت آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان کا یہ موقف گزرا کہ ”حضور اقدس کے بعد انبیاے کرام میں سب سے افضل آدم علیہ السلام ہیں۔“ اس سے یہ سمجھ میں آیا کہ حضور کے بعد انبیاے کرام میں افضلیت ومفضولیت کا مسئلہ مختلف فیہ ہے۔

کیوں کہ محقّق علی الاطلاق حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا مذہب یہ ہے کہ حضور اقدس کے بعد سب سے افضل حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں، چنانچہ

وہ فرماتے ہیں:

فضیلت بعد ازاں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام را است...[۱]

ترجمہ: حضور اقدس ﷺ کے بعد صاحب فضیلت حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہیں۔

اور صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان نے بہار شریعت کے حصّۂ عقائد میں انبیا کے مراتب اور افضلیت و مفضولیت کے بارے میں اہل سنت کا یہی عقیدہ ذکر فرمایا ہے، وہ لکھتے ہیں:

نبیوں کے مختلف درجے ہیں، بعض کو بعض پر فضیلت ہے اور سب میں افضل ہمارے آقا و مولیٰ سیّد المرسلین ﷺ ہیں، حضور ﷺ کے بعد سب سے بڑا مرتبہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا ہے۔"[۲]

اس کے علاوہ بھی بہت سے متقدمین و متاخرین علماے کرام کے اقوال موجود ہیں، جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ جمہور اہل سنت کا یہی اجماعی موقف ہے۔

نیز افضلیتِ ابراہیم علیہ السلام پر ایک قوی دلیل یہ بھی ہے کہ حضور اقدس ﷺ سمیت مزید چار نبیوں کو اولوا العزم یعنی بلند و بالا اور عزم و حوصلے والا نبی کہا گیا ہے اور راہ حق میں ان کا صبر و مجاہدہ سب سے زیادہ ہے اور فرمایا گیا ہے، "العطایا علی قدر البلایا" جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے۔

بقیہ چار اولوا العزم انبیا یہ ہیں (۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام (۲) حضرت نوح علیہ السلام (۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام (۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ظاہر کہ اس فہرست میں حضرت آدم علیہ السلام کا ذکر نہیں ہے، تو حاصل یہ نکلا کہ حضور اقدس ﷺ کے بعد افضل حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی ہیں۔

جہاں تک میری نظر ہے، قاضی صاحب کا موقف ان کا تحقیقی تفرّد ہے، اس لیے اِسے مرجوح ہی سمجھنا چاہیے۔

۱: تکمیل الایمان، ص:۱۲۵

۲: بہارِ شریعت، ج:۱، ص:۵۲، مکتبۃ المدینۃ، دہلی۔

زیر نظر کتاب کا دسواں اور آخری باب یزید کی تکفیر اور اس پر لعنت کرنے کے بیان میں ہے، یہ باب اپنے موضوع کے اعتبار سے بہت اہم اور انتہائی نازک وحسّاس ہے، نیز صحابیٔ رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب فسق وبغاوت اور خطا کا مسئلہ بھی کم نزاکت وحسّاسیت کا حامل نہیں ہے۔

ہم اہل سنت کا مذہب، اعتدال وتوسّط کا ہے، نہ کہ شیعوں کی طرح افراط وتفریط اور توہین صحابہ کا اور نہ خارجیوں اور ناصبیوں کی طرح اہل بیت وصحابہ کی گستاخی وبے ادبی اور انتہا پسندی کا۔

ہمارے نزدیک اہل بیت اور صحابۂ کرام دونوں ہی قابلِ احترام، واجب الاقتدا اور منزل رضائے الٰہی تک پہنچانے والے ہیں اور ہم صحبت وقربتِ رسول کی وجہ سے حضور کے فرمانِ عالی شان پر عمل کرتے ہیں، اور ہر شخص پر واجب سمجھتے ہیں کہ اہلِ بیت سے اور تمام صحابہ سے محبت رکھے اور عداوت اہل بیت کے سبب خارجی نہ بنے اور عداوتِ صحابہ کی وجہ سے رافضی نہ ہوجائے، حضور فرماتے ہیں:

اَصْحَابِی کَالنُّجُومِ بِاَیِّہِم اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُم۔ [۱]

ترجمہ: میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں، جن کی اقتدا کروگے، راہ یاب رہوگے۔

مثل أهل بيتي مثل سفينة نوح من ركبها نجا، و من تخلف عنها غرق [۲]

ترجمہ: میرے اہل بیت نوح کی کشتی کی طرح ہیں، جو اس میں سوار ہوا، اس نے نجات پائی، اور جو پیچھے رہا وہ ڈوب گیا۔

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحابِ رسول
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

نیز فرمایا گیا ہے:

الصحابۃُ کُلُّھُم عُدُوْل [........]

۱: الابانۃ الکبری لابن بطۃ، ۲/ ۵۶۴، ناشر: دار الرایۃ للنشر والتوزیع، ریاض۔
۲: المستدرک علی الصحیحین للحاکم، ۲/ ۳۷۳، ناشر: دار الکتب العلمیہ، بیروت

ترجمہ: تمام صحابۂ کرام عادل ہیں۔

علامہ فضل رسول بدایونی فرماتے ہیں:

”ہم گروہ اہل سنت کا عقیدہ تمام صحابہ کو ان کے لیے عدالت ثابت مان کر ستھرا جاننا ہے اور ان میں سے کسی کے لیے معصوم ہونے کا دعویٰ کیے بغیر اسی طرح تعریف کرنا، جس طرح اللہ ورسول نے ان کی تعریف فرمائی۔

اور اس باب میں مخالف رافضی و ناصبی ہیں، تو روافض تین فرقوں میں بٹے پہلا فرقہ تفضیل کے عقیدہ والا (جو سیّدنا علی کَرَّمَ اللہُ وَجْھَہ کو حضرت ابوبکر وعمر سے افضل جانتا ہے) دوسرا فرقہ تبرّائی اور تیسرا تفضیل و تبرّا میں غلو کرنے والا۔

اور ناصبی دو فرقوں میں بٹ گئے، پہلا فرقہ عراق کے ناصبی جو حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بغض رکھتے ہیں اور شام کے ناصبی حضرت عثمان سے بغض نہیں رکھتے وہ حضرت عثمان کی شہادت پر خلافت راشدہ کی انتہا مانتے ہیں اور حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجْھَہ کے زمانے کو فتنے کا زمانہ اور ان کی حکومت کو کاٹ کھانے والی حکومت اور امت مسلمہ کی ہلاکت کا وقت اور شر کا زمانہ کہتے ہیں اور وہ قرون ثلاثہ جن کے لیے حدیث میں خیر ہونے کی شہادت آئی، حضرت عثمان غنی کی شہادت پر پورا ہونا مانتے ہیں..... اور قَرن ثالث خلافت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ۔[۱]

اور صحابہ میں آپس میں کبھی کبھار انسان ہونے کے ناطے کچھ مشاجرات و اختلافات پیدا ہوئے اور ناخوش گواریاں پائی گئیں، تو وہ وقتی تھیں، پھر ختم ہو گئیں، یہ سب لوگ بخشے بخشائے ہیں، اللہ تعالیٰ اِن سے راضی اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں، قرآن شاہد ہے:

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ۔ [البینۃ:۸]

ترجمہ: اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی۔

جب ان کا معاملہ آپس میں صحیح ہو گیا اور ان کی عدالت کی گواہی دی گئی اور قرآن میں ان سے خدا کی رضا کی بات کہہ دی گئی تو اب کسی کو بھی ان مشاجرات میں پڑنے کی کوئی ضرورت

۱: المعتقد المنتقد (اردو ترجمہ) ص: ۳۵۷-۳۵۸، ناشر رضا اکیڈمی، ممبئی

نہیں، ان بحثوں سے صرف نظر ہی ضروری ہے اور اسی میں سلامتی ہے۔
ہم چھوٹوں کے لیے کسی صحابی کی شان میں اس طرح باتیں کرنا خطرناک جرأت ہے، چھوٹا منھ اور بڑی بات، ہمیں ایسے رویّے سے توبہ کر لینی چاہیے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا معاملہ

قاضی صاحب نے اپنی کتاب میں لکھا ہے:
"اگرچہ آں صحابی فاسق باشد یا باغی یا خاطی چوں معاویہ وامثالش باشد[مناقب السادات:۱۰۰]
جب کہ حضرت امیر معاویہ کے بارے میں علامہ سعد الدین تفتازانی فرماتے ہیں:
" لم یُنقل عن السلف المجتهدین والعلماء الصالحین جوازُ اللعن علی معاویة واحزابه ، غاية امرهم البغی و الخروج علی الامام وهو لا یوجب اللعنَ. "[۱]
ترجمہ: حضرت امیر معاویہ اور ان کے گروہ پر لعنت کا جائز ہونا مجتہدین اسلاف اور علمائے صالحین سے منقول نہیں ہے، اس لیے کہ ان کا معاملہ صرف بغاوت و خروج علی الامام کا ہے، اور یہ چیز موجب جواز لعنت نہیں ہے۔
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری حنفی علیہ الرحمۃ والرضوان حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کو امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ پر لعن طعن قرار دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:
" اہل حق کے نزدیک تو ان (امیر معاویہ) کے لیے خلافت کا راستہ آنا اس دن سے ہوا، جب سیّدنا حسن مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علی جدہ الکریم و ابیہ وعلیہ و علی امه و اخیه وسلم نے حضرت امیر معاویہ سے صلح فرمائی اور وہ صلح جلیل و جمیل ہے، جس کی امید رسول اللہ ﷺ نے کی اور اس صلح کو سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیادت سے ناشی قرار دیا، اس لیے کہ حضور ﷺ صحیح حدیث میں فرماتے ہیں میرا یہ بیٹا سیّد ہے، شاید اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح فرمادے۔[صحیح البخاری، ۱/۳۷۳]
اور اسی سے ظاہر ہوا کہ امیر معاویہ پر طعنہ کشی، امام حسن مجتبیٰ پر طعنہ کشی ہے، بلکہ ان

۱: شرح العقائد مع جمع الفرائد، ص:۱۵۶، مجلس برکات، مبارک پور

کے جد کریم ﷺ پر طعنہ ہے، بلکہ یہ ان کے خدا عزّ وجلّ پر طعن کرنا ہے، اس لیے کہ مسلمانوں کی باگیں ایسے کو سونپنا جو طعنہ زنوں کے نزدیک ایسا ایسا ہے، اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ خیانت ہے اور معاذ اللہ (ان کے طور پر) یہ لازم آتا ہے کہ اس خیانت کا ارتکاب امام حسن مجتبیٰ نے کیا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو پسند کیا، حالاں کہ وہ تو اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے ہیں، جو کچھ وہ بولتے ہیں، وہ وحی ہے، جو انھیں خدا کی طرف سے آتی ہے۔[۱]

حضرت امیر معاویہ یا کسی بھی صحابی سے بغض اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کی گرفت کا سبب ہے، چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا:

اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، میرے صحابہ کے معاملے میں ان کو میرے بعد نشانہ نہ بنا لینا جس نے ان سے محبت کی تو میری وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا اور جس نے انھیں تکلیف دی، بے شک اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی، بے شک اس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی عن قریب اللہ اس کو پکڑے گا۔[۲]

علامہ سعدالدین تفتازانی "و یُکَفُّ عَنْ ذِکرِ الصَحابۃ اِلا بخَیْر" کی شرح میں فرماتے ہیں:

لِما وَرَدَ مِنْ الاحادیثِ الصحیحۃ فی مناقبھم ووجوب الکف عن الطعن فیھم کقولہ علیہ السلام لا تَسُبُّوا اصحابی فَلَو اَنَّ احدَکم اِنْ اَنْفق مثل احد ذھبا ًما بلغ مُدّ احدھم ولا نصیفہ، وکقولہ علیہ السلام اکرموا اصحابی فَانّھم خیارکم (الحدیث)[۳]

ترجمہ: "صحابۂ کرام کا ذکر خیر ہی کے ساتھ کیا جائے گا"، اس لیے کہ ان کے فضائل میں اور ان پر طعن کرنے سے باز رہنے کے وجوب سے متعلق صحیح حدیثیں وارد ہیں، جیسے (۱)

۱ :المستند المعتمد حاشیہ اعلیٰ حضرت بر المعتقد المنتقد از علامہ فضل رسول بدایونی [اردو] ص ۳۵۸۔۳۵۹

۲ :المعتقد المنتقد [اودو] ص:۲۸۶

۳ :شرح العقائد، ص:۱۵۵

حضور نے فرمایا: میرے صحابہ کو گالی نہ دو کہ اگر تم احد پہاڑ کے برابر سونا راہ خدا میں خرچ کرو گے تو صحابہ کے ایک مُدّ اور آدھا مُدّ سونے کے برابر نہ ہو گا۔

(۲) میرے صحابہ کی تعظیم کرو، اس لیے کہ وہ تم سے سب سے بہتر ہیں۔

شرح عقائد کے حاشیے "جمع الفرائد" میں یہ ایک حدیث بھی منقول ہے، حضور نے فرمایا: اِذَا ذُکِرَ اَصْحَابِیْ فامسکوا. (ترجمہ) جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو برے ذکر سے باز رہو۔

اسی وجہ سے جمہور علما کا مذہب یہ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سب کے سب عادل ہیں، ابن دقیق العید نے اپنے عقیدہ میں فرمایا:

صحابہ کے جو مشاجرات و اختلافات منقول ہیں، ان میں بعض باطل اور جھوٹ ہیں اور جو صحیح ہیں ہم ان کی بہتر تاویل کریں گے۔[۱]

یزید کی تکفیر اور لعنت

یزید کی تکفیر و لعنت کا مسئلہ قرون اولیٰ سے ہی اختلافی رہا ہے، سیدنا امام اعظم جو بالاتفاق تابعی ہیں اور قرون اولیٰ سے تعلق رکھتے ہیں، ان کا مسلک توقف کسے نہیں معلوم۔

جب کہ چار مشہور و مقبول اَئِمّۂ فقہ میں امام احمد بن حنبل تکفیر و لعنت یزید کے قائل ہیں، زیرِ نظر کتاب کے مصنف قاضی شہاب الدین دولت آبادی بھی امام احمد بن حنبل اور ان کے کچھ متبعین و موافقین کے اہم نوا ہیں، اور انھوں نے اپنی اس کتاب "مناقب السادات" میں جگہ جگہ اپنا یہی نظریہ ذکر کیا ہے۔

ہم اس بحث میں زیادہ نہ پڑ کر اور اپنی طرف سے کچھ نہ کہہ کر صرف ان دونوں فریق کے نظریات اور ان کے کچھ دلائل ذکر کرنے پر اکتفا کریں گے، وہ بھی علامہ سعد الدین تفتازانی علیہ الرحمہ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری حنفی علیہ الرحمہ کے حوالے سے۔

اتنا ظاہر ہے کہ ہم حنفی اور مقلِّد ہیں اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری کے مذہب اعتدال کے قائل و متبع ہیں، اِس لیے اِس مسئلے میں بھی اپنے انہی دونوں اماموں کی تقلید واتباع میں نجات و بہتری اور سلامتی سمجھتے ہیں۔

---

[۱]: ایضاً، ص:۱۵۵

سب سے پہلے ہم قاضی صاحب کے نظریات انہی کے الفاظ وعبارات میں ذکر کر رہے ہیں، قاضی صاحب فرماتے ہیں:

(۱) ”در ایذاے علوی (سید) ایذاے رسول است، دریں باب احادیث متواتر است، پس ایذاے حسینیان ایذاے مصطفیٰ وعلی وفاطمہ است وایذاے ایشاں بنص واحادیث موجب کفر است و بر موذی لعنت است ، فلذا اتفق اهل السنّة و الجماعة على الكفر واللعن على قاتل الحسين وآمره كذا في النسفية والتشريح. [۱]

ترجمہ: سیّد کو ایذا دینا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو ایذا دینا ہے، اس باب میں حدیثیں متواتر ہیں، لہذا حسینیوں کو ایذا دینا حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت مولی علی کَرَّمَ اللہُ وَجہہ کو اور حضرت فاطمہ زہرا کو ایذا دینا ہے، اور ان کو ایذا دینا نص قرآنی اور احادیث کریمہ سے موجب کفر ہے اور موذی پر لعنت ہے، اِسی لیے امام حسین کے قاتل اور ان کے قتل کا حکم دینے والے (یعنی یزید) کے کافر اور ملعون ہونے پر اہل سنت وجماعت کا اتفاق ہے، ایسا ہی عقائد نسفیہ اور تشریح میں ہے۔

(۲) در رسالہ مولانا صدر الدین و مولانا ضیاء الدین برنی می گوید کہ علما فتوی دادہ اند کہ ایذا واہانت اولادِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفر و کافری است..... ازانکہ ایذا واہانت حسینیاں بمصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سرایت می کند وایذا واہانت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالاتفاق کفر است و موجب لعن... [۲]

ترجمہ: مولانا صدر الدین اور مولانا ضیاء الدین برنی کے رسالے میں ہے کہ علما نے فتویٰ دیا ہے کہ اولادِ رسول یعنی سادات کو ایذا دینا اور ان کی توہین کرنا کفر و کافری ہے.....اور چوں کہ حسینیوں کی ایذا واہانت کا اثر حضور تک پہنچتا ہے، اور حضور کو ایذا دینا اور ان کی توہین کرنا بالاتفاق کفر اور موجب لعنت ہے۔

(۳) یزید لعین بامر قتل حسین امین باتفاق کافر و مردود شد و موجب لعن گردید۔

---

۱ : مناقب السادات، باب ۱۰/ ص ۲۴۱

۲ : ایضاً، ۲۴۶

ترجمہ: یزید ملعون، حسینِ امین کے قتل کا حکم دینے کے سبب باتفاق کافر و مردود اور مستحق لعنت ہو گیا۔

اِس کتاب کے اِس باب میں اِن تین صریح عبارات کے علاوہ کئی جگہ اور بھی یہی باتیں لکھیں ہیں۔

علامہ تفتازانی کا موقف

علامہ تفتازانی یزید کے بارے میں فرماتے ہیں:

إنما اختلفوا في يزيدَ بن معاوية، حتى ذكر في "الخلاصة" وغيرها: أنه لا ينبغي اللعن عليه ولا على الحجّاج؛ لأنّ النبيّ عليه السلام (نهى عن لعن المصلّين)، ومن كان من أهل القبلة، وما نقل من لعن النبيّ عليه السلام لبعض من أهل القبلة فلِما أنه يعلم من أحوال الناس ما لا يعلمه غيره، وبعضهم أطلق اللعن عليه لِما أنه كفر حين أمر بقتل الحسين رضي الله عنه، واتّفقوا على جواز اللعن على من قتله أو أمر به أو أجازه أو رضي به.

والحقُّ أنّ رضا يزيد بقتل الحسين واستبشاره بذلك وإهانة أهل بيت النبِيّ عليه السلام مِمّا تواتر معناه وإن كانت تفاصيله آحاداً، فنحن لا نتوقّف في شأنه بل في إيمانه، لعنة الله عليه وعلى أنصاره وأعوانه.[۱]

ترجمہ: علمانے یزید بن معاویہ کے بارے میں اختلاف کیا ہے، حتی کہ خلاصہ وغیرہ میں مذکور ہے کہ یزید اور حجاج بن یوسف پر لعنت بھیجنا مناسب نہیں، اس لیے کہ حضور نے نمازیوں اور اہل قبلہ کی لعنت سے منع کیا ہے اور بعض اہل قبلہ پر حضور کا جو لعنت بھیجنا منقول ہے، تو وہ اس وجہ سے کہ حضور کو لوگوں کے ایسے حالات معلوم ہوتے ہیں، جو دوسروں کو معلوم نہیں ہوتے اور بعض لوگوں نے یزید پر لعنت بھیجی ہے، اس لیے کہ اس نے قتل حسین کا حکم دے کر کفر کیا ہے، اور اِن لوگوں نے امام حسین کے قاتل یا حکم قتل دینے والے یا

۱: شرح العقائد، ۱۵۷۔۱۵۶

اجازت دینے والے اور اس سے راضی رہنے والے پر لعنت کرنے کے جواز پر اتفاق کیا ہے۔

[علامہ تفتازانی آگے فرماتے ہیں] حق یہ ہے کہ قتل حسین سے یزید کا راضی ہونا، خوش ہونا اور اہل بیت نبی علیہ السلام کی توہین کرنا متواتر المعنیٰ ہے، اگرچہ ان کی تفصیل آحاد پر مبنی ہے، لہذا ہم یزید کے بارے میں توقف نہیں کریں گے بلکہ ایمان کے بارے میں .... [پھر علامہ لعنت کے الفاظ لکھتے ہیں] لعنة الله عليه و على انصاره و اعوانه۔

حاشیہ جمع الفرائد میں علامہ صدر الوریٰ مصباحی " لانتوقف فی شانہ" کے دو معنی بیان کرتے ہیں: (۱) یعنی ہم اس کے فعل کے قبیح ہونے میں توقف نہیں کرتے بلکہ یقین ہے کہ وہ قبیح الفعل تھا، (۲) " لانتوقف فی شانہ" کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ لعنت کے معاملے میں ہم توقف نہیں کرتے، بلکہ اس کے جواز کا یقین ہے۔

علامہ مصباحی "بل فی ایمانہ" کی شرح میں حاشیے میں اس کا یہ مفہوم لکھتے ہیں: بلکہ ایمان پر یزید کے خاتمے کے بارے میں، اس بنا پر کہ رضا و خوشی کی وجہ سے یزید کا کافر ہونا تواتر سے ثابت ہے اور اس کے بعد اس کی توبہ معلوم نہیں۔

امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کا موقف

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ یزید کے کفر و لعن کو اختلافی مسئلہ بتاتے ہوئے فریق ثانی امام اعظم علیہ الرحمہ کا موقف اخیر میں ذکر فرماتے ہیں:

یزید پلید علیہ مایستحقہ من العزیز المجید قطعًا یقینًا باجماع اہل سنت فاسق وفاجر وجری علی الکبائر تھا، اس قدر پر ائمہ اہل سنت کا اطباق واتفاق ہے، صرف اس کی تکفیر ولعن میں اختلاف فرمایا۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اتباع و موافقین اسے کافر کہتے اور بہ تخصیص نام اس پر لعن کرتے ہیں اور اس آیہ کریمہ سے اس پر سند لاتے ہیں:

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَ اَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ۔

[القرآن الکریم ۴۷/ ۲۲-۲۳]

ترجمہ: کیا قریب ہے کہ اگر والی ملک ہو تو زمین میں فساد کرو اور اپنے نسبی رشتہ کاٹ دو، یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی تو انھیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔

شک نہیں کہ یزید نے والی ملک ہو کر زمین میں فساد پھیلایا، حرمین طیبین و خود کعبہ معظمہ و روضہ طیبہ کی سخت بے حرمتیاں کیں، مسجد کریم میں گھوڑے باندھے، ان کی لید اور پیشاب منبر اطہر پر پڑے، تین دن مسجد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے اذان و نماز رہی، مکہ و مدینہ و حجاز میں ہزاروں صحابہ تابعین بے گناہ شہید کیے، کعبہ معظمہ پر پتھر پھینکے، غلاف شریف پھاڑا اور جلایا۔ مدینہ طیبہ کی پاکدامن پارسائیں تین شبانہ روز اپنے خبیث لشکر پر حلال کر دیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جگر پارے کو تین دن بے آب و دانہ رکھ کر مع ہمراہیوں کے تیغ ظلم سے پیاسا ذبح کیا، مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گود کے پالے ہوئے تن نازنین پر بعد شہادت گھوڑے دوڑائے گئے کہ تمام استخوان مبارک چور ہو گئے، سر انور کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بوسہ گاہ تھا کاٹ کر نیزہ پر چڑھایا اور منزلوں پھرایا۔ حرم محترم مخدرات مشکوئے رسالت قید کیے گئے اور بے حرمتی کے ساتھ اس خبیث کے دربار میں لائے گئے، اس سے بڑھ کر قطع رحم اور زمین میں فساد کیا ہوگا، ملعون ہے وہ جو ان ملعون حرکات کو فسق و فجور نہ جانے۔ قرآن عظیم میں صراحۃً اس پر لَعَنَهُمُ اللّٰهُ [القرآن الکریم ۴۷/ ۲۳] (ان پر اللہ کی لعنت ہے۔) فرمایا۔ لہذا امام احمد اور ان کے موافقین ان پر لعنت فرماتے ہیں۔

اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لعن و تکفیر سے احتیاطاً سکوت فرمایا کہ اس سے فسق و فجور متواتر ہیں کفر متواتر نہیں، اور بحال احتمال نسبت کبیرہ بھی جائز نہیں نہ کہ تکفیر اور امثال وعیدات مشروط بعدم توبہ ہیں لقولہ تعالیٰ:

فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۔ اِلَّا مَنْ تَابَ [القرآن الکریم ۱۹/ ۵۹]

ترجمہ: تو عنقریب دوزخ میں غی کا جنگل پائیں گے مگر جو تائب ہو گئے۔

اور توبہ تا دم غرغرہ مقبول ہے اور اس کے عدم پر جزم نہیں اور یہی احوط و اسلم ہے، مگر

اس کے فسق وفجور سے انکار کرنا اور امام مظلوم پر الزام رکھنا ضروریات مذہب اہل سنت کے خلاف ہے اور ضلالت وبدمذہبی صاف ہے، بلکہ انصافاً یہ اس قلب سے متصور نہیں جس میں محبت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شمّہ ہو۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۔[القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷]

ترجمہ: اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔

شک نہیں کہ اس کا قائل ناصبی مردود اور اہل سنت کا عدو و عنود ہے.....[1]

☆☆☆

حضرت سیّدنا غوث اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کے دو نبیر گان سرکار میران سید علی، سید ولی علیہما الرحمۃ والرضوان گجرات کے ساحلی تاریخی قصبہ کھمبات میں آرام فرما ہیں، اِن کے والد سیّدنا ابوالفضل محمد، حضرت سیدنا غوث اعظم کے بیٹے ہیں۔

صدیوں کے بعد چند دہائی قبل ان کے آستانے پر رئیس ملت حضرت سیّد شاہ رئیس اشرفی جیلانی دامت برکاتہم العالیہ نے کسی روحانی اشارے پر لمبا چلّہ فرمایا اور سخت ریاضت و مجاہدہ کیا، اِس دوران وہ دنیا و مافیہا حتی کہ گھر والوں سے بھی بے خبر اور گھر والے ان سے بے خبر--- عبادت وریاضت اور ذکر و فکر میں ایسی محویت کہ کھانے پینے کی بھی پرواہ نہیں رہتی اور یہی روحانی مجاہدات ان کی غذا کا کام کرتے تھے، چلّے کی تکمیل پر آپ کو اس آستانے پر بہت سی غیبی فتوحات حاصل ہوئیں، اور ایک نارمل شخص عظیم روحانی شخصیت میں تبدیل ہو گیا۔

آپ سے میرا تعلق اس وقت استوار ہوا، جب آپ کے دو صاحب زادگان حضرت علامہ سید جامی اشرف اور حضرت علامہ سید نظامی اشرف ہمارے ادارے دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی میں حصولِ تعلیم کے لیے تشریف لائے، داخلے کے بعد میں بھی موردِ الطاف خسروانہ ہو گیا اور آج تک افاضہ واستفاضہ کا سلسلہ جاری ہے، اللہ کرے قیامت تک یہ

---

[1]: فتاویٰ رضویہ، ۱۴/ ۵۹۱-۵۹۳، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن

سلسلہ ترقی پر ترقی کر تا رہے۔

نظامی میاں بھی بڑے بھائی علامہ سیّد جامی اشرف کی طرح بڑے سنجیدہ اور ذہین ہیں اور وہ بچپن ہی سے فطری شاعر ہیں، شاعری، مطالعہ کتب اور درس و تدریس سے زیادہ دلچسپی ہے، اب تصنیف کی طرف بھی توجہ فرمارہے ہیں، اور اپنی علمی صلاحیت مضبوط سے مضبوط کر کے دین، علم اور خلق خدا کے لیے کچھ بڑے کام کرنے کا مبارک عزم رکھتے ہیں۔

"قصیدۂ بانت سعاد" اور "قصیدۂ بردہ" کا منظوم اردو ترجمہ بہت مختصر وقت میں کر چکے ہیں، زود گو اور انتہائی قادر الکلام ہیں، اشعار ایسے سلیس و رواں کہ جیسے دُرِ بے بہا کا دریا رواں ہو۔

حال ہی میں آپ نے قاضی القضاۃ، ملک العلما قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی فارسی کتاب "مناقب السادات" کا اردو نثر میں ترجمہ فرمایا ہے۔

والد صاحب، بھائی صاحب اور آپ کی خواہش اور حکم پر فارسی متن سے اردو ترجمے کے ملان، نظر ثانی اور تقدیم لکھنے کی خدمت فقیر نے انجام دی ہے، یہ علمی کام میں نے سعادت سمجھ کر محنت، دلچسپی اور ترجیحی بنیاد پر اخلاص سے کرنے کی کوشش کی ہے، مزید دل جوئی اور حوصلہ افزائی بھی خاص طور سے ملحوظ رہی ہے۔

اگر نسبی وجاہت کو علمی جلالت کا ساتھ مل جائے اور حوصلہ مندی و اخلاص بھی شامل حال ہو تو ایسے بڑے لوگوں سے بہت بڑے بڑے کام اور کارنامے انجام پا جاتے ہیں، بس میرا اتنا ہی مقصد ہے، اللہ تعالیٰ کتاب کے ترجمے کے ساتھ میری خدمت بھی قبول فرمائے اور بزرگوں کی بسطِ زمان والی کرامت کے صدقے میرے وقت میں خوب برکت عطا فرمائے، تاکہ تصنیف و تالیف اور تدریس کے ذریعے دین اور علم کی کچھ اور بھی خدمت ہو جائے۔

کام وہ لے لیجیے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نام رضاؔ تم پر کروروں درود

وقت تھوڑا بچا ہے اور کام زیادہ ہے ------------------

نظم کی زبان کی طرح نثری ترجمے کی زبان بھی ایسی سہل و رواں ہے کہ ترجمے کا احساس

کم ہوتا ہے، ژولیدگی نہیں ہے، محاوراتی زبان استعمال کی گئی ہے، مشق جاری رہی تو ترجمے اور اردو نثر کی زبان میں دلکشی وشیرینی اور ادبیت کا گراف اور زیادہ بلند ہوتا جائے گا۔

مخلص خادم
فروغ احمد اعظمی مصباحی
۱۴/ ربیع الآخر ۱۴۴۵ھ / ۳۰/ اکتوبر ۲۰۲۳ء

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَ عِتْرَتِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ۔

بندہ ناچیز نبی کریم ﷺ کے در کا ادنی غلام اور مصطفی جان رحمت ﷺ کی بارگاہ کا معمولی خادم شہاب الدین بن شمس بن عمر دولت آبادی رحمۃ اللہ الباری عرض گزار ہے کہ اولاد رسول ﷺ کی مودت اور فرزندان بتول کی محبت طاعات کے اصول اور عبادات کے فصول میں سے ایک ہے اور اولاد رسول ﷺ اور ان کی محبت تاقیام قیامت باقی اور دائم و قائم رہنے والی ہے اور تمام اہل ایمان پر ان کی محبت واجب و لازم ہے اور جملہ ابرار واخیار اور نیک شعار افراد ان کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان رہے ہیں۔ کیوں کہ جو جس سے محبت کرتا ہے، اس کا ذکر کثرت سے کرتا ہے۔ پس اسی مقصد کے تحت ہم نے اہل بیت کے فضائل و مناقب میں چالیس احادیث مع ترجمہ حصول برکت کے لیے مرتب کیے ہیں۔

رسالے کا آغاز آیات قرآنیہ اور اختتام مسائل دینیہ و حکایات ضروریہ سے کیا ہے جو کل دس ابواب پر مشتمل ہے تاکہ ہر شخص اس کا مطالعہ کرے اور اپنی معلومات میں اضافہ کرکے اس کے مندرجات پر عمل کرے۔

✪✪✪

بابِ اوّل

﴿اولادِ رسول ﷺ کی محبّت کے بیان میں﴾

قال اللہ تعالیٰ: ذٰلِکَ الَّذِیْ یُبَشِّرُ اللّٰہُ عِبَادَہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی۔[شوریٰ:۲۳]

ترجمہ: یہی وہ ہے جس کی اللہ اپنے ایمان والے اور اچھے اعمال کرنے والے بندوں کو خوشخبری دیتا ہے تم فرماؤ: میں اس پر تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا مگر قرابت داروں کی محبت۔

تفسیر کشاف و مدارک میں ہے: جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو صحابۂ کرام نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا :مَنْ قَرَابَتُكَ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ وَجَبَتْ عَلَيْنَا مُوَدَّتُهُمْ قَالَ عَلِیٌّ وَ فَاطِمَةُ وَابْنَاهُمَا ۔[۱]

ترجمہ: آپ کی قرابت سے مراد کون لوگ ہیں جن کی محبّت ہم پر واجب قرار دی گئی، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ علی و فاطمہ اور ان کے دونوں شہزادے حسن اور حسین ہیں۔

نکتہ:

اس میں نکتہ یہ ہے کہ جب مصطفٰی جانِ رحمت ﷺ حق سبحانہ تعالیٰ کے حبیب ہیں اور حضرات سادات کرام رسول اللہ ﷺ کے محبوب ہیں اور یہ بات تواتر کے ساتھ معروف و مشہور ہے اور رسول اللہ ﷺ کی مودّت سب سے قیمتی اعزاز ہے اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کے محبوب سادات سب سے اعلیٰ بزرگی والے ہیں، لہٰذا سب سے زیادہ مُعَزَّز ذات سے ملنے والی عزّت کو ترجیح حاصل ہوگی تاکہ شیٔ اپنے محل میں رہے۔

اور مودّت یہ ہے کہ محبوب کے ظلم و ستم کو شفا اور دوا جانے اور ان کے جرم و خطا کو وفا سمجھے اور ان کی آزمائش و ناکامی میں ان کا فرماں بردار و خوشامدی بنا رہے اور ساری چیزوں کے

۱: تفسیر کشاف، ج:۵، ص:۴۰۴، طبع مکتبۃ العبیکان، الریاض۔
مدارک التنزیل، جزء۳، ص:۲۵۳، طبع دار الکلم الطیب، بیروت۔

دروازے ان کی خاطر کھول دے، اس کے بعد ہی کامل طور پر مودت کا اطلاق ہوگا، لہٰذا مودّتِ قربیٰ سنّی مومن پر نص صریح سے واجب اور ثابت شدہ امر ہے کہ جو کوئی قبول کرے اور اعتقاد رکھے وہ مومن و موحد سمجھا جائے گا ورنہ کافر و ملحد اور ملعون و مرتد ہوگا۔

قال الا مام الصفّار: اَلْمَوَدَّةُ هِیَ الَّتِیْ فِیْهَا ثَبَاتٌ وَّاِسْتِقْرَارٌ لِاَنَّ الْمَوَدَّةَ هُوَالْوَتَد وَهُوَ يَدُلُّ عَلَيْهِ.

ترجمہ: اصلی مودّت وہ ہے، جس میں ٹھہراؤ اور استقرار ہو، اس لیے کہ مودّت میخ ہے اور یہ چیز اسی پر دلالت کرتی ہے اور کہا گیا ہے کہ سچی مودّت وہ ہے کہ جس میں صداقت (دوستی) ہو، اِس طور پر کہ اس کا محل دل ہو، نہ کہ زبان، صِدق کا معنیٰ ہے دوست رکھنا اور اسی سے صدیق بمعنیٰ دوست بنا ہے، صدق کا دوسرا معنی حق گو سمجھنا ہے اور اسی سے ''صِدِّیق'' بنا ہے، اس بنیاد پر ہم کہتے ہیں: اَلْمَوَدَّةُ نِهَايَةُ الْمَحَبَّةِ .یعنی مودّت محبت کی انتہا ہے۔ وَالْمَحَبَّةُ اَلْاِطَاعَةُ وَالْاِ نْقِيَادُوَضِدُّهُمَا اَلْاِسْتِكْبَارُوَالْعِنَادُ اور محبت، اطاعت اور فرماں برداری ہے اور ان دونوں کی ضد سرکشی اور گھمنڈ ہے۔

اور یہی بات کسی شاعر نے کہی ہے:

لَوْ كانَ حُبُكَ صَادِقاً لأَطَعْتَهُ
إنّ الْمُحِبّ لِمَنْ يُحِبُّ مُطِيعُ

ترجمہ: اگر تمھاری محبت سچی ہوتی تو تم ضرور اس کی پیروی کرتے، اس لیے کہ محب جس سے محبت کرتا ہے، اس کی ضرور پیروی کرتا ہے۔

قاضی بیضاوی نے تفسیر مودّت کے ضمن میں تحریر فرمایا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مودت یہ ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ تم ان کی معرفت و مدد میں سعی جمیل کرو اس طرح کہ ان کے دوستوں کے دوست ہو جاؤ اور ان کے دشمنوں سے بیزار ہو جاؤ اور اسی مفہوم میں ایک شاعر کا قول ہے:

با دوستان دوست ترا دوستی روا است
با دشمنان دوست ترا دوستی خطا است

ترجمہ: تمھارے دوست کے دوستوں کے ساتھ دوستی درست ہے تمھارے دوست کے دشمنوں کے ساتھ دوستی خطا ہے۔

اور تفسیرِ "کشاف" میں ہے:

تَوَدُّ عَدُوِّي ثُمَّ تزعَمُ أَنَّني
صَديقُكَ لَيسَ النَوكُ عَنكَ بِعازِبِ[1]

ترجمہ: تو میرے دشمن کو دوست رکھتا ہے پھر یہ گمان رکھتا ہے کہ میں تیرا دوست ہوں اِس دعوے کی بنا پر حماقت تجھ سے دور نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ موَدّت و تصدیق ایک ہی معنیٰ میں ہیں اور تصدیق، اطاعت و فرماں برداری کرنے اور گھمنڈ اور سرکشی کو ترک کرنے کو کہتے ہیں اور اہل شریعت اور اہل لغات اس بات پر متفق ہیں کہ کفار احکامِ شریعت کے قبول کرنے اور ان پر عمل کے مخاطب ہیں اور نہ ہی وہ لوگ غرور و عناد مصطفیٰ ترک کرنے کے مکلّف ہیں، مصطفیٰ جان رحمت ﷺ سے عناد واستکبار اور آپ کی اولاد و اقربا سے عناد و دشمنی رکھنا ایک جیسا ہے، اگر کوئی شخص شریعت کے تمام بنیادی اصول کو بالکلیہ طور پر معمول میں رکھتا ہو اور اہانت کے طور پر "عَلَوِیْ" کو "عَلوِیک" کہتا ہو یا موئے مصطفی ﷺ کو "مُوَیک" کہتا ہو تو وہ کافر ہو جائے گا نیز اگر کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کے محبوب کو دشمن رکھے کافر ہو جائے گا یہاں تک کہ اگر کوئی شخص کہے کہ حضرت مصطفیٰ ﷺ نے کدو کو پسند فرمایا اور میں اس کو پسند نہیں کرتا ہوں تو وہ کافر ہو جائے گا اور یہی معنی ہے "المتکبّر ملعونٌ" گھمنڈ اور تکبر کرنے والا ملعون ہے یعنی جو رسول اللہ ﷺ سے تکبر کرے یا آپ ﷺ کے پسندیدہ لوگوں کے ساتھ تکبر کرے تو وہ تکبر اسی کی جانب لوٹے گا۔ جان لو کہ بیٹے کی اہانت و تکبر و جفا اور حقارت عقلاً دیناً ظاہراً شرعًا باپ کے لیے بھی ثابت ہے اور یہ بالکل ظاہر و باہر ہے کہ وہ انسانی دودھ سے پلا بڑھا ہے۔

بلکہ غلام کی توہین (جو کہ یہودی نسل سے ہو یا ہندو نسل سے اس کی اہانت) اس کے مالک تک پہنچتی ہے اور یہی معنیٰ "زیداً ضربتُ غلامهٗ" کی ترکیب میں ہے اور کافیہ

---

[1]: آل عمران: ۲۸، تفسیر کشاف ۱/ ۵۴۴، طبع مکتبۃ العبیکان، الریاض، [یہ بشّار بن برد کا شعر ہے، (علیمی)]

پڑھنے والے بچوں سے اگر تحقیق کروگے تو عبارت میں "اَھَنْتُ "مقدر (پوشیدہ) بتائیں گے۔ تمھارا کیا خیال ہے کہ عالم دین کے پیر سے مس شدہ جوتے کی توہین کے بارے میں جو کہ گائے اور گدھے کے چمڑے سے بنا ہے، کیا یہ توہین کفر ہو جائے گی۔ خاص طور پر حضور ﷺ کی اولاد جو کہ جزءِ اصلی و صلبی اور قلبی ہے تو ان سے دشمنی اوران کی توہین کیا حضور ﷺ تک نہ پہنچے گی؟ حاشاللہ لا یظنہ احد ایسا ہرگز نہیں۔کوئی ایسا گمان نہیں کرسکتا۔ اسی وجہ سے صاحب تذکرۃ الاولیا فرماتے ہیں: جس شخص کا حضور ﷺ پر ایمان ہے اور وہ ان کی آل پر ایمان نہیں رکھتا ہے تو وہ حقیقت میں حضور ﷺ پر ایمان نہیں رکھتا یعنی ان کی اولاد کی دشمنی اور سرکشی سے جو باز نہ آئے تو مصطفی ﷺ کی دشمنی سے بھی وہ باز نہیں آئے گا۔ کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ بادشاہ کی اولاد کا دشمن بادشاہ کا دشمن ہے اور اس کی اولاد کا محب بادشاہ کا محب ہے۔ یہی معنی عتابی اور زاہدی میں مذکور ہے کہ رسول ﷺ کے اولاد کی محبّت ایمان کے صحیح ہونے کی شرط ہے۔ اس لیے کہ تصدیق اور مودّت ایک ہی معنی میں ہیں جیسا کہ ہم نے اسے بیان کیا اور جو کچھ بعض منطقی حضرات اور حکما کہتے ہیں کہ تصدیق، علم ہے اس جگہ یہ معنی غیر مناسب ہے مگر بو علی سینا کا قول ہے کہ اس جگہ تصور بمعنی تصدیق وقبول ہے۔ اس لیے کہ محض علم ایمان نہیں ہے جیسا فرمان خداوندی ہے:

وَ اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ لَیَعْلَمُوْنَ اَنَّہُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغٰفِلٍ عَمَّا یَعْمَلُوْنَ۔ [البقرۃ: ۱۴۴]

ترجمہ: جو لوگ کتاب (توریت و انجیل) پڑھتے ہیں بلا شبہ وہ جانتے ہیں کہ محمد ﷺ سچے ہیں اور اپنے رب کی طرف سے حق پر ہیں اور اللہ ان کے کاموں سے غافل نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال سے غافل نہیں ہے۔

جب کہ ان کا عمل ان کے علم کے خلاف ہے اور محض یقین کرنا بھی ایمان نہیں ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

وَجَحَدُوْا بِهَا وَ اسْتَیْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّ عُلُوًّا۔ [النمل: ۱۴]

ترجمہ: انہوں نے ظلم و تکبر کی بنا پر ہماری ان آیتوں کا انکار کیا جن کو ہم نے حضرت

موسیٰ علیہ السلام پر اتارا تھا، اور وہ ان پر یقین رکھتے تھے کہ یہ سب بھی حق ہیں۔

اور محض پہچاننا بھی ایمان نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَھُمْ۔[البقرۃ:۱۴۶]

ترجمہ: اہل کتاب بلاشک وشبہ محمد ﷺ کو پہچانتے تھے جیسے اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں

وَقِیْلَ اَلْمَوَدَّۃُ نِھَایَۃُ الْمَحَبَّۃِ.

کہا گیا ہے کہ محبت کی انتہا کا نام "مَوَدَّت" ہے۔

اور تفسیر سلمی میں درج ذیل آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

کقولہ تعالیٰ: قَدْ شَغَفَھَا حُبًّا۔

ترجمہ: اس کی محبت اس کے دل پر چھا چکی ہے یعنی اس میں سرایت کر چکی ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: محب وہ ہے جو محبوب کی جفا کو جفا نہ جانے بلکہ اس کی جفا کو وفا جانے اور "کشف المحجوب" میں یحیی بن معاذ سے مروی ہے کہ محبت کی حقیقت یہ ہے کہ یہ جور و جفا سے کم نہ ہو اور بر و عطا سے اِس میں زیادتی نہ ہو۔ پس اس آیت یعنی قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی۔[الشوریٰ:۲۳]۔ کا "خلاصہ" یہ ہوگا: فرمادو، اے نبی ﷺ! اپنے چاہنے والوں کو کہ میں وحی کی تبلیغ پر تم سے کوئی اجر نہیں چاہتا ہوں، مگر میری اولاد پر ظلم و ستم کرنے سے باز رہنا اور تم ان سے احسان اور بھلائیوں کا بدلہ مت لینا اور ان کے فسق و فجور سے تم ان کی رعایت کرنا اور جو کچھ ان کی تمنا (حاجت) ہو ان تک پہنچانا۔ اس لیے کہ محبت کا یہی نتیجہ اور یہی اس کی علامت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

وَمَنْ یَّقْتَرِفْ حَسَنَۃً نَّزِدْ لَہٗ فِیْھَا حُسْنًا ۔ [الشوریٰ:۲۳]

ترجمہ: اور جو نیک کام کرے ہم اس کے لیے اس میں اور خوبی بڑھا دیں گے۔

"تفسیر زاہدی میں ہے": یقترف سے مراد یکتسب اور یعتمل ہے۔

جو ان کو دوست کہے گا حقیقت میں وہ اس دوستی کی خوبی بیان کرے گا اور ہمیشہ بھلائی کرے گا کہ دوستی کا یہی تقاضا ہے اور جب "حسنہ" کو مودّت کے بعد ذکر کیا گیا تو معلوم ہوا کہ "حسنہ" مودّت کے بعد ہے۔

ایک مسئلہ:

زاد الفقہاء میں ہے[۱]: اگر کوئی شخص اپنی عورت کو کہے اگر تو مجھے پسند رکھتی ہے تو تجھ کو طلاق۔ اب اگر عورت کہے میں پسند رکھتی ہوں تو وہ مطلقہ ہو جائے گی اور اگر خاموش رہے تو پہچانی نہیں جائے گی مگر علامت سے اور وہ علامت، نوازشات، بخشش اور ہبہ کی زیادتی سے ہوگی اس لیے کہ یہ محبت اور مودت کا نتیجہ ہے۔

اور اس بابت شیخ سعدی فرماتے ہیں:

یار آں بود کہ مال وتن و جاں فدا کند

تادر سبیل دوست بپا یاں بود وفا

ترجمہ: محب صادق وہ ہوتا ہے جو مال اور جسم و جان سب کچھ فدا کر دے یہاں تک کہ محبت کی راہ میں وفا کی انتہا کو پہنچ جائے۔

اور جب مودّت کی نشانی اور علامت تم پر روشن ہوگئی اور مومن نص کے حکم سے اولادِ رسول کا محب ہے تو اگر اولاد رسول میں سے کوئی فرد کسی ایسے ایمان والے کے پاس جائے جو خود کو مومن کہلاتا ہو اور اس سے اپنی ضروریات کی بات عرض کرے اور اس سے کسی چیز کو مانگے تو وہ ہدیہ ہو گا نہ کہ بھیک اس لیے کہ محبوب اگر محب سے کچھ مانگے تو وہ اس بات کو ناپسند نہیں کرے گا اور ناپسندیدگی کا گمان بھی نہیں کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ اپنے اصحاب و اہلِ بیت سے کوئی چیز طلب کرتے ہوئے کہتے تھے: ”هل عندكم شئٌ فأكله فانني جائعٌ“ ترجمہ: کیا تمھارے پاس کھانے کے لیے کچھ ہے کیوں کہ میں بھوکا ہوں اور شرح ہدایہ میں تیمم کے باب میں مرقوم ہے:

قد سال النبی صلی الله علیه واله وسلم لبعض حوائجه من اصحابه

یعنی نبی اکرم ﷺ نے اپنی چند ضروریات کے لیے اپنے اصحاب سے سوال کیا۔ اس لیے کہ اتحاد و اپنائیت کا تقاضا یہی ہے کہ دوست کے مال کو بغیر دوست کی اجازت

۱: کتاب الطلاق، باب التعلیق بالمعذور، ج:۲، ص:۲۲۳

کے لے لیں اور اس قسم کو رضائے مستدل کہا جاتا ہے اور ”صاحب کلیلہ دِمنہ“ کہتے ہیں کہ جو شخص بادشاہ سے نصیحت کو چھپائے اور کمزوری کو طبیب (ڈاکٹر) سے چھپائے اور فقروفاقہ کا اظہار دوستوں پر کرنے کو جائز نہ سمجھے تو ایسا کرنے والا خائن ہوگا نہ کہ دیانت دار اور صاحب ”فوائد جلالیہ“ کہتے ہیں کہ کبھی کبھار مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے جاتے اور وہ اس وقت گھر میں نہ ہوتے تو حضور ﷺ ان کی دیگ کو گرم کرتے، کھانا نکالتے اور تناول فرماتے اس لیے کہ حضور سمجھتے تھے کہ دوست [یعنی ابوہریرہ] رنجیدہ نہیں ہوگا بلکہ خوش ہوجائے گا۔

اور ”ملتقط ناصری“ میں ہے:

لو دَخَلَ فِیْ بَیْتِ صَدِیْقٍ فَسَخَنَ الْقِدْرَ وأَکَلَ مِنْہُ جَازَۃُ [1] ولو أکَلَ مِنْ کرمِ صدیقِہٖ و یَعْلَمُ أن صَاحبَ الکرمِ لا یکرہُ فَلابَأسَ بِہٖ“

ترجمہ: اگر کوئی شخص دوست کے گھر میں داخل ہوکر اس کی ہانڈی کو گرم کرے اور اس میں سے کچھ کھالے تو یہ جائز ہے جب کہ اس کو معلوم ہو کہ وہ اس کو برا نہیں جانے گا اور اگر دوست کی عنایت سے کھایا اور جانتا ہے کہ عنایت کرنے والا برا نہیں مانے گا تو اس پر بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ تو جب مودت کا معنی اور محبت کا معاملہ ایسا ہے تو اس شخص پر انتہائی تعجب ہے جو اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کا محب اور عاشق کہلائے اور دوستوں اور خاندان والوں کو انبیا کا وارث سمجھے اور خود کو الشیخ فی قومہ کالنبی فی امّتہٖ کا مصداق جانے اور زور و شور سے اپنی دانشمندی اور بزرگی کا چرچا کرے۔

اسی کے ساتھ اگر دعوت کرے تو اولادِ رسول میں سے جو فقرا ہوں، انھیں نہ بلائے اور وہ لوگ جو بن بلائے آجائیں دروازے سے واپس لوٹا دے۔ اگر دعوت اللہ کی خوشنودی کے لیے ہے تو سادات سے زیادہ اس دعوت کا کوئی اور حق دار نہیں ہے اور اگر دعوت مخلوق کے دکھاوے کے لیے ہے تو اس کا قبول کرنا خیانت ہے نہ کہ دیانت۔

طحاوی میں ہے کہ جب دعوت میں کوئی فساد کی چیز معلوم ہو یا ایسی چیز کا علم ہو جو طعن فی الدین کا سبب ہو تو اس دعوت کا قبول کرنا جائز نہیں ہے۔

ا: ملتقط ناصری، کتاب الآداب / لاباس بان یرشواذاخاف علی نفسہٖ / ص: ۲۴۷ / طبع: دار الکتب العلمیہ، بیروت

"مشارق الانوار" میں ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی الله علیه وسلم بِئْسَ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيْمَةِ۔[۱]

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا: برا کھانا اس ولیمہ کا کھانا ہے جس میں امیروں کو بلایا جائے اور فقیروں کو چھوڑ دیا جائے۔ بری دعوت وہ ہے جس میں فقیروں کو باہر کر دیا جائے اور امیروں کو اندر بلایا جائے۔ فقیروں کو چھوڑنے کے سبب اس دعوت کو حضور ﷺ نے بری دعوت فرمایا ہے۔ خاص طور پر رسول اللہ ﷺ کی اولاد کو کہ جن کی محبت نص سے ثابت ہے۔ کیوں کہ جب انہیں محبت سے اندر نہ بلائیں گے تو وہ بیزار ہوں گے اور یہ دعوت نہ ہوگی بلکہ حضور ﷺ سے عداوت کا اظہار ہوگا۔ شعر:

وای نہ یکبار بصد باروا ے
زیں ہمہ کبراں مسلمان نماے

ترجمہ: ایک بار نہیں بلکہ سو بار افسوس اس بات پر کرو کہ سارا غرور ہوتے ہوئے خود کو مسلمان ظاہر کیا جائے۔

حکایت بیان کرتے ہیں کہ جب خواجہ فرید الحق والدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے دعا مانگنے کے لیے کہا جاتا تھا تو فرماتے تھے کہ میں ایک شرط پر قبول کروں گا کہ سادات کو چوکھٹ کے پاس کھڑا نہ رکھیں بلکہ ان کی خاص جگہ انہیں دیں۔ بے شک یہی عادت قطب عالم کی رہی تھی کہ وہ اپنے خواص کے شہزادوں کی رعایت کرتے تھے خصوصًا ان کی رعایت کرتے جو نص کے لحاظ سے مودت و محبت کے حق دار ہیں۔

"مدارک" اور "کشاف" میں بھی یوں ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى) فرمایا نہ کہ " الْمَوَدَّةَ لِلْقُرْبٰى" کیوں کہ وہ محبت کی جگہ بنائے گئے، اس لیے "فی" برائے ظرفیت کے ساتھ ان کا ذکر کیا گیا۔

شیخ سعدی فرماتے ہیں، شعر:

سعدؔی اگر عاشقی کنی درجوانی
عشق محمد ﷺ بس است وآلِ محمد ﷺ

۱: حدیث ۷۸۰۷ صفحہ ۲۵۷

ترجمہ:اے سعدی! اگر تو جوانی میں عشق کرے تو محمد وآلِ محمد ﷺ کا عشق کافی ہے۔
اور لوگوں نے کہا ہے کہ مودت کمالِ رضا ہے اور راضی ضعیف النظر ہے (یعنی جس آنکھ سے کوئی عیب نظر نہ آئے) اسی مفہوم میں یہ شعر ہے شاعر کا قول ہے: شعر:

عَيْنُ الرِّضَا عَنْ كُلِّ عَيْبٍ كَلِيْلَةٍ
وَلٰكِنْ عَيْنُ السَّخْطِ تُبْدِيْ مُسَاوِ ياً

ترجمہ: رضا مندی کی آنکھ سے دیکھا جائے تو کوئی عیب نظر ہی نہیں آتا اور ناراضگی کی آنکھ کو سوائے عیب کے کچھ نظر نہیں آتا۔

"شرح تعرّف" کی حدیث میں ہے:

حُبُّكَ فِيْ الشَّئِ يُعْمِي و يُبْكِمُ و يُصِمُّ.[۱]

حدیث ① : کسی چیز سے تمھاری محبت تم کو اندھا، گونگا اور بہرہ بنادیتی ہے۔
مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا کہ کسی چیز کی محبت تم کو عیوب سے اندھا کردے گی اور طعن اور شکوہ و گلہ سے گونگا بہرہ بنادے گی۔ تو ان باتوں کا "خلاصہ" یہ ہے کہ اولادِ رسول ﷺ سے محبت کرنا حضور ﷺ کی اولاد ہونے کی وجہ سے فرض ہے، ان کے فسق و فجور اور عبادات سے صرف نظر کرتے ہوئے۔ کیوں کہ آیت کریمہ میں مطلق قربیٰ مذکور ہے اور فرزند ہونا پیروی کرنے اور اصلاح قبول کرنے پر موقوف نہیں۔ اس لیے کہ تمام بنی آدم و بنی اسرائیل جو کافر ہوگئے ہیں بنی آدم، بنی اسرائیل کے خطاب سے خارج نہیں ہوئے ہیں اور جیسا کہ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ افضل الانبیا ہیں پھر بھی بنی ہاشم و بنی عبد لمطلب سے خارج نہیں ہیں اور بنو ہاشم میں جو بھی ہوں۔ مقصود یہ ہے کہ آل رسول کی محبت فرمان خداوندی کے مطابق قرآن میں مذکور ہے اور تمام مسلمانوں پر واجب ہے بلکہ اطاعت کے اصول میں سے ہے۔ ان کی رعایت کرنا فرمان الٰہی کی اطاعت ہے۔

اگر کوئی ان سادات کے ظلم و جفا اور جرم و خطا نظر انداز نہ کرتے ہوئے ان کی گرفت کرے تو بیوقوف ہو گا جیسا کہ کوئی نماز ادا کرتا ہے اور روزہ رکھتا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اس کو

۱: سنن ابي داؤد، ابواب النوم، باب في الهوىٰ، رقم حدیث ۵۱۳۰

نامناسب بات کہہ دے تو غصے کی وجہ سے نماز اور روزہ چھوڑ بیٹھے۔ لٰہذا کسی دوسرے کے ظلم سے عبادت الٰہی کو چھوڑنا خود کا نقصان ہے۔ ان کی محبت تو مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی محبت سے ہے جیسا کہ ”مشکوۃ اور روضہ“ میں ہے۔

حدیث ②: أَحِبُّوا اللهَ لِمَا يَغْذُوكُمْ مِنْ نِعَمِهِ فَأَحِبُّونِي لِحُبِّ اللهِ وَأَحِبُّوا أَهلَ بَيْتِي لِحُبِّي.

حضرت مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے محبت کرو اس نعمت کے شکرانے کے طور پر جو اس نے تمھیں ہر صبح دی ہے اور اللہ تعالیٰ سے محبت کی بنا پر مجھ سے محبت کرو اور میرے سبب میرے اہل بیت سے محبت کرو۔

اعلام الہدیٰ میں شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کا عقیدہ مذکور ہے: جس دل میں اللہ کے رسول کی محبت ہوگی تو لا محالہ ان کی اولاد کی بھی محبت ہوگی۔ اس سے یہ بھی جان لیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ اور ان کی آل سے محبت اختیاری ہے نہ کہ فطری و طبعی۔ اس لیے کہ محبت کی دو قسمیں ہیں: (۱) اختیاری اور (۲) طبعی (فطری) جیسا کہ ”کشاف“ میں ہے۔

آثار علمی میں مذکور ہے کہ:

ایک دن مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ حضرت عمر کا ہاتھ اپنے دست اقدس میں لیے ہوئے تھے۔ تو حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے آپ سے زیادہ کسی سے (دشمنی نہیں تھی) اب میں ایمان لا چکا ہوں آپ پر اور آپ کو ہر چیز سے عزیز رکھتا ہوں مگر اپنی جان سے نہیں۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ کامل ایمان نہیں ہے۔

حدیث ③: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَا تَكُوْنُ مُؤْمِناً حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْكَ مِن كلِّ شَيْئٍ فَقَالَ عُمَرُ الآن وَاللهِ لَاَنْتَ اَحبُّ اِلَيَّ مِن نَفْسى فَقَالَ اَلْآن صِرْتَ مُؤْمِنًا يَا عُمَرُ.[۱]

ترجمہ: قسم اللہ کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے جب تک میں تمھارے نزدیک تمام چیزوں یعنی تمھاری جان سے بھی زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں تم مومن نہیں ہو سکتے تو

۱: (اختلاف الفاظ کے ساتھ) بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب کیف کانت یمین النبی ﷺ، حدیث: ۶۶۳۲

حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ ! ﷺ اب میں آپ کو جان سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں تو مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: اب تم مومن کامل صحابی ہو گئے۔

"خطابی" نے کہا کہ اس سے مراد محبت اختیاری ہے نہ کہ طبعی، اس لیے کہ محبتِ طبعی مال، ازواج و اولاد کی محبت ہے اور وہ اختیار سے حاصل نہیں ہوتی ہے اور محبت اختیاری اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور برگزیدہ بندوں کی محبت ہے اور اگر محبت اختیاری نہ ہوتی تو حضرت عمر اب کچھ نہ کہتے۔

شیخ احمد بخاری فرماتے ہیں: جس شخص کو اولاد رسول ﷺ سے طبعی محبت ہے تو وہ بعینہ عنایت و نوازش ہے اگر چہ سارے جہاں کا گناہ رکھے اور اگر طبعی محبت نہ ہو تو کوشش کرے اور کوشش کے باوجود محبت نہ پیدا ہو تو یقیناً ایسے لوگ رحمتِ الٰہی سے دور کر دیے گئے ہیں اگر چہ ایسا آدمی دن رات اپنی پیشانی زمین پر ملے اور اوّلین و آخرین کا سارا علم حاصل کر لے اسے کچھ فائدہ نہیں ہو گا اور اس پر بھروسہ نہیں کیا جائے گا۔ اس لیے کہ بہت سے پارسا علما رحمت الٰہی سے دور کر دیے گئے ہیں۔ ایمان کے ثبوت کی نشانی یہ ہے کہ اولادِ رسول ﷺ کو محبوب رکھے اور محبت کا تقاضا یہ ہے کہ انہیں دیکھنے سے انسان خوش ہو جائے۔

مصابیح میں ہے:

حدیث ④ : رواه المُطَّلِبُ بْنُ ربيعةَ اَنَّ العباسَ دَخَلَ على رسولِ اللهِ ﷺ مُبْغِضاً و اَنَاعندهٗ فقال ما اَغْضَبَك قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَالَنَا وَلِقُرَيْشٍ اِن يَّلاقُوْا بَيْنَهُمْ يُلاقُوا بِوُجُوهٍ مُبَشَّرةٍواِذالَقُونا بغير ذالك فغضب النبی ﷺ حَتّٰى اِحْمَرَّ وَجْهَهٗ قَالَ وَ الَّذِیْ نَفْسِی بِيَدِهٖ لَا يَدْخُلُ قَلْبَ رَجُلٍ اِيمانُه حتی يُحِبَّكم للهِ ورسولِهٖ.[۱]

ترجمہ: حضرت مطلب بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر تھا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ غصے کی حالت میں تشریف لائے چنانچہ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: اے عباس! تمہیں کس نے غصہ دلایا؟ حضرت

۱: ابواب المناقب، باب مناقب العباس بن عبد المطلب، رقم حدیث ۳۷۵۸

عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمارا اور قریش کا کیا معاملہ ہے کہ آپس میں جب ملاقات کرتے ہیں تو ان کے چہرے خوشی سے تروتازہ ہو جاتے ہیں اور جب ہم سے ملاقات کرتے ہیں تو خوش و خرم نہیں ہوتے ہیں ۔ یہ سن کر مصطفیٰ ﷺ جلال میں آ گئے یہاں تک کہ آپ کا رخِ انور سرخ ہو گیا اور ارشاد فرمایا: قسم اس خدا کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے ایمان کسی کے دل میں تھوڑا بھی نہیں آئے گا جب تک کہ وہ تم سے اللہ و رسول کے واسطے محبت نہ کرے گا۔

اور لفظ ''کُم'' تمام قرابت داروں کو شامل ہے اور سچی محبت یہ ہے کہ جو کچھ یہ لوگ (قرابت دار) طلب کریں ان کو وہ چیز دینے میں دریغ اور کنجوسی نہ کرے

حکایت:

''شرف النبوۃ'' میں ہے کہ بغداد شریف میں ایک علوی رہتے تھے ان کو لوگ انگوٹھی والے سید صاحب کہتے تھے اور ان کے اس نام کی وجہ یہ ہے کہ کسی شخص کے ہاتھ میں جب کوئی انگوٹھی دیکھتے تو اس سے مانگ لیتے ۔ ایک مرتبہ کسی سے انگوٹھی مانگی تو اس نے نہیں دیا لہٰذا اسی رات اس آدمی نے مصطفیٰ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ نے اس شخص سے اپنا چہرہ پھیر لیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے اس سے اپنا چہرہ پھیر لیا ہے اور فرما رہی ہیں کہ تو وہی ہے نہ جس نے میرے فرزند کو انگوٹھی نہیں دی ؟ اس کے بعد اس شخص نے خوب معافی مانگی اور جب دن ہوا تو اس شخص نے انگوٹھی دھو کر اور دوسرے تحائف لے کر اس علوی شہزادے کے پاس پہنچا اور ان کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اس کے بعد سے لوگ انھیں انگوٹھی والے سید صاحب کہنے لگے ۔ جو کوئی ایسا خواب دیکھنا چاہے تو وہ خود ایسا کرے اور جو اِسے بیکار و بکواس جانتے ہوئے چھوڑ دے تو ایسا شخص ابو جہل اور یزید کی طرح ملعون ہے۔

☆☆☆

باب دوم

﴿ محبانِ اولادِ رسول ﷺ کی خوش خبری کے بیان میں ﴾

قال اللہ تعالیٰ: **وَمَنْ يَقْتَرِفْ حَسَنَةً نَزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْنًا إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ شَكُورٌ۔** [الشوریٰ:۲۳]

ترجمہ: اور جو نیک کام کرے ہم اس کے لیے اس میں اور خوبی بڑھادیں گے، بیشک اللہ بخشنے والا، قدر فرمانے والا ہے۔

اور ''تفسیر زاہدی'' میں ہے کہ جو شخص اہل بیت کے ساتھ بھلائی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے حق میں قسم قسم کی بہت زیادہ بھلائی فرماتا ہے۔ کیوں کہ اوپر کی آیت میں ''حسنة'' نکرہ ہے اور ''حسناً'' بھی نکرہ واقع ہوا ہے۔ بھلائیوں کی بہت ساری قسمیں ہیں اور ان تمام میں خاص طور پر دو قسموں کا ذکر کیا گیا ہے جس کے تمام انبیا اور اولیا طالب رہے ہیں: ایک گناہ کی مغفرت چاہنا، دوسرا قبول اطاعت باطل، یعنی اللہ عزوجل فرمارہا ہے کہ غفور ہوں ان کے کیے ہوئے گناہ کو معاف کردیتا ہوں اور میں شکور ہوں ان کی باطل اطاعت کو قبول کرتا ہوں۔ یہ ایک بشارت ہے کہ اس نیکی کے بغیر تو اس نعمت کو نہیں پہنچے گا کیوں کہ اللہ عزوجل نے محض اکتسابِ عمل سے قبولیت کا وعدہ فرمایا ہے، دوسرا ''حسناً'' کو نکرہ فرمایا ہے تاکہ وہ تمام حسنات کو شامل ہو۔ نیز دوسری آیت میں فرمایا:

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا۔ [الانعام:۱۶۰]

قیامت کے دن نیکی کے ساتھ آنا بہت سخت ہے جو آج دنیا میں ایک نیکی کرے گا قیامت کے دن اس کے مثل دس گنا بدلہ پائے گا۔ عقل مند وہ ہے جو فانی کے مقابلے میں باقی کو ترجیح دے اور باقی رہنے والی چیز نیکی ہے اور فنا ہونے والی چیز خواہش نفس ہے۔ جو آج فانی کو اختیار کرے گا، کل قیامت کے دن اسے شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اے میرے بھائی! اللہ تم پر رحم فرمائے! اہلِ بیت پر رحم کرو، ان کی تعظیم و توقیر کرو، تحفہ و تحائف دے کر ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرو۔ اگرچہ یہ تمھارے اوپر شاق گذرے اور تمہیں اس کے لیے

مال و دولت خرچ کرنا پڑے تو تم (اہلِ بیت کے ساتھ حسن سلوک کی غرض سے) اپنا مال خرچ کرو اور اس سے غفلت مت برتو۔ جان لو کہ جب تم غیر اہلِ بیت کے ساتھ حسنِ سلوک کرو گے تو اس کے بدلے تمہیں دس نیکیاں ملیں گی اور اگر تم اہلِ بیت کے ساتھ حسنِ سلوک کرو گے تو تمہیں ایمان واسلام پر خاتمہ کی خوش خبری دی جاتی ہے۔

قیامت کے دن نیکیوں کے ساتھ جانا مشکل کام ہے، اور ایک نیکی کا ثواب دس گنا دیا جائے گا، عقل مند وہ آدمی ہے کہ جو اس فانی دنیا میں رہتے ہوئے، ہمیشگی کا ثواب حاصل کرے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۔[النحل:۹۶]

ترجمہ: جو تمھارے پاس ہے، ختم ہو جائے گا، اور جو اللہ کے پاس ہے باقی رہے گا۔

اگر ایسا نہ کرو گے تو کل قیامت کے دن حسرت وافسوس کرو گے اور شرمندہ ہو گے، اگر ہو سکے تو ممکنہ حد تک اولادِ رسول کی خدمت میں ہدیے، نذرانے پیش کرو، اگرچہ جان و دل کا نذرانہ دینا پڑے، اور جان کی بازی ہارنا پڑے، ہار جاؤ اور جان کا نذرانہ پیش کردو اور اس نعمت کو حاصل کر لو، لہٰذا آلِ رسول کی محبت سے غافل نہ رہو، اس لیے کہ اگر ان کے ساتھ بھلائی کرو گے تو قبولیت کے بعد دس گنا ثواب پاؤ گے، جب کہ ان کے ساتھ محض حسن سلوک کے سبب ایمان کے ساتھ خاتمے کی خوش خبری اور امید ہے۔

حدیث: (۱)

"کشاف" میں ہے:

۱۔أَلَا مَنْ مَاتَ علیٰ حُبِّ آلِ مُحَمّدٍ مَاتَ مُومناً.

ترجمہ: آگاہ ہو جاؤ جو اہلِ بیت کی محبت میں مرا وہ مومن مرا۔

۲۔أَلَا وَ مَنْ مَاتَ علیٰ حُبِّ آلِ مُحَمّدٍ مَاتَ مُسْتَكْمِلَ الایمان ۔

ترجمہ: جو اہل بیت کی محبت میں مرا وہ مومنِ کامل ہو کر مرا۔

۳۔ أَلَا وَمَنْ مَاتَ علیٰ حُبِّ آلِ مُحَمّدٍ مَاتَ تَائِباً.

ترجمہ: جو اہلِ بیت کی محبت میں مرا وہ گویا توبہ کر کے مرا۔

۴۔أَلَا مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمّدٍ مَاتَ شَهِيْدًا.

ترجمہ: جو اہلِ بیت کی محبت میں مرا وہ شہادت کی موت مرا۔

۵۔ أَلَا مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمّدٍ يَزِفُ الٰی جنة يزفَ العروس الٰی بيت زوجها.

ترجمہ: جو اہلِ بیت کی محبت میں مرا وہ اس طرح سج سنور کر جنت میں جائے گا جس طرح دلہن سج سنور کے اپنے شوہر کے گھر جاتی ہے۔

۶۔أَلَا مَن مَاتَ علٰی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ عَلَی السُّنّة والجماعة.

ترجمہ: جو اہلِ بیت کی محبت میں مرا وہ مذہب اہلِ سنت و جماعت پر مرا۔

۷۔ أَلَا مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمّدٍ جَعَلَ اللهُ قَبْرَهٗ مَزارَ مَلَائِكِ الرحمةِ.

ترجمہ: جو اہلِ بیت کی محبت میں مرا اللہ اس کی قبر کو ملائکہ ٔ رحمت کی زیارت گاہ بنائے گا۔

اور ''سنت'' فعل رسول ہے اور تم نے سنا ہی ہوگا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ ان کے (اہلِ بیت کے ساتھ) کس قدر محبت و شفقت فرماتے تھے اور ''جماعت'' فعل صحابہ ہے اور تمام صحابہ ٔ کرام اپنے نبی کی پیروی میں اہلِ بیت کے ساتھ محبت کرتے تھے اور اسی طرح تابعین، صحابہ ٔ کرام کی پیروی میں حضور ﷺ کی اولاد سے محبت کرتے تھے۔ تو اُس زمانہ سے لے کر آج تک وہی لوگ ''مسلمان'' کہلاتے ہیں جن کو اہلِ بیت سے محبت ہے۔

پوری بحث کا نچوڑ یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے مومنین سے محبت کا حکم عام طور پر اور نبی و آلِ نبی سے محبت کا حکم خصوصی طور پر فرمایا ہے جیسا کہ ''کنز العباد'' میں مذکور ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اہلِ بیت سے محبت کا حکم دیا ہے اور آپ خود بھی ان کو محبوب رکھتے تھے۔ اسی لیے صحابہ و تابعین، صلحا، فقہا و مومنین اہلِ بیت سے محبت رکھتے ہیں اور ان سے محبت کا حکم بھی دیتے ہیں۔ تو اہلِ بیت کی محبت نص قرآن اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور صحابہ و تابعین و سلف و خلف کے قول و فعل سے ثابت ہے۔

لہٰذا جو اس کو نہ مانے وہ منکرِ شریعت، مرتدِ طریقت اور ملحدِ حقیقت ہو گا۔
جیسا کہ لوگوں نے کہا ہے:
اہلِ علم اس حقیقت سے واقف ہیں اور سعادت مند لوگ اس پر عمل کرتے ہیں۔
شعر:

۱۔ دم بدم از برائے مصطفیٰ باید زدن
دست و دل دردامن آل عبا باید زدن

ترجمہ: ہر گھڑی ہر لمحہ حضور ﷺ کے لیے وقف ہونا چاہیے۔ آل عبا کے دامن میں دست و دل ہونا چاہیے۔

۲۔ نقش حب خاندان بر لوحِ دل باید نگاشت
مہُرِ مہرِ حیدری بردل چوما باید زدن

ترجمہ: خاندان مصطفیٰ کی محبت دل کی تختی پر نقش ہونا چاہیے۔ مولیٰ علی کی محبت کا ٹھپّا دل پر لگا ہونا چاہیے۔

۳۔ دم مزن باہر کہ او بیگانہ باشد از علی
گر نفس خواہی زدن با آشنا باید زدن

ترجمہ: جو مولیٰ علی سے بیگانہ ہو اس کے ساتھ مت رہ اور اگر تو زندگی چاہتا ہے تو ان کے آشنا کے ساتھ رہ۔

۴۔ ہر درختے کو ندارد میوۂ حب علی
اصل و فرعش چوں قلم سرتا بہ پا باید زدن

ترجمہ: جس درخت میں محبتِ علی کا میوہ (پھل) نہ ہو اوہ درخت جڑ سے کاٹ دینا چاہیے۔

لہٰذا جو شخص محبتِ رسول کی وجہ سے اہلِ بیت سے محبت رکھے تو کل قیامت کے دن نبی و آلِ نبی علیہ و علیہم السلام کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

حدیث ②: ''دُرَر'' میں ہے:

قولہ تعالیٰ: إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ ، فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُقْتَدِرٍ۔ [القمر: ۵۴-۵۵]

ترجمہ: بیشک پرہیزگار لوگ باغوں اور نہر میں سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور ہوں گے۔

قَالَ أَمَا عَلِمْتَ مَنْ أَحَبَّنَا وَاسْتَبْجَلَ مُحِبِّينَا أَسْكَنَهُ اللهُ مَعْنَا عِنْدَ مَلِيْكٍ مُقْتَدِرٍ.

حضور علیہ السلام نے فرمایا: اے علی! کیا تو نہیں جانتا ہے کہ جو ہمیں محبوب رکھتا ہے۔ [حدیث میں صیغۂ جمع کا ذکر آیا ہے تاکہ یہ تمام اہلِ بیت کو شامل ہو جائے] اور ہمارے عزیزوں کی تعظیم کرتا ہے اللہ اس کو کل قیامت کے دن ہمارے پاس قدرت والے بادشاہ کے حضور جگہ دے گا۔

اور جو شخص محمد مصطفیٰ ﷺ کے قریب جگہ پالے وہ حضور کے ساتھ ہو گا۔

حدیث ③: "شرف النبوۃ" اور "دُرر" میں مذکور، مولا علی نے فرمایا:

أَنَّ النَّبِي ﷺ اَخَذَ بِيَدِ الْحَسَنِ وَ الْحُسَيْنِ وَقَالَ: مَنْ أَحَبَّنِي وَ أَحَبَّ هٰذَيْنِ الصبّيَيْنِ و أبا هُما و أمِهما و آلَهُما كَانَ مَعِي فِيْ دَرَجَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.[۱]

ترجمہ: امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے دستِ اقدس سے حسنین کریمین کے ہاتھوں کو پکڑ کے ارشاد فرمایا: جو شخص مجھ سے محبت رکھے گا اور ان دونوں بچوں سے محبت رکھے گا اور ان کے والدین سے محبت رکھے گا اور ان کی آل و اولاد سے محبت رکھے گا تو قیامت کے دن جنت کے میرے درجے میں وہ میرے ساتھ ہو گا۔

اور کوئی نعمت اس سے بڑھ کر نہیں اور کوئی بے وقوف یا جاہل ہی ہو گا جو اس نعمت کے حصول کی کوشش نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ امتِ محمدیہ ﷺ کے عشاق کو اس نعمت سے محروم نہ فرمائے اور ان میں سے ہر ایک کو اس نعمت سے مشرف فرمائے۔

۱: ترمذی، ابواب المناقب، حدیث: ۳۷۳۳۔ مسند احمد / مسند علی بن ابی طالب، حدیث ۵۷۶ (مفہوم حدیث)

حدیث ④: ”تفسیر مغنی“ میں درج ذیل آیت کے تحت لکھا ہے:

﴿وَاِنْ مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا﴾[اسرا: ۵۸]، طُوْبیٰ لِمَنْ مَاتَ فِیْ حُبِّنَا وَحُبِّ أَهْلِ البیْتِ أو قُتِلَ فِی مُحَبَّتِهٖ فَلَهُ الْجَنَّةُ.

ترجمہ: کوئی بستی نہیں مگر یہ کہ ہم اسے ہلاک کردیں گے۔ حضور مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خوش خبری ہے اس شخص کے لیے جو میری اور میری اولاد کی محبت میں مرا یا قتل کردیا گیا اس کے لیے جنت ہے۔

صاحب ”دستور الحقائق“ کہتے ہیں:

”اِنَّ مُحِبَّ الرَّسُوْلِ وَاَوْلَادِهٖ كَانَ فِیْ الْجَنَّةِ لِبَشَارَةِ النَّبِیْ ﷺ لِاَنَّ قَوْلَهٗ حَقٌّ وَ وَعْدَهٗ صِدْقٌ كما قال الحكاية فی "التفسير المُغْنِی."“

ترجمہ: بیشک رسول سے اور ان کی اولاد سے محبت کرنے والا جنت میں ہوگا حضور علیہ السلام کی بشارت کے مطابق، کیوں کہ آپ کا قول برحق اور آپ کا وعدہ سچا ہے جیسا کہ تفسیر مغنی میں حکایت نقل کی گئی ہے۔

قوله تعالیٰ: ﴿قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ﴾[اسرا:۸۴] ای علیٰ نیتهٖ.

ترجمہ: آپ فرمادو کہ سب اپنے اپنے اندازے یعنی نیت سے کام کرتے ہیں۔

حکایت:

ایک دن امیر المؤمنین عمر بن لیث والیِ بلخ اپنے لشکر کے استقبال کی غرض سے شہر سے باہر جنگل کی طرف تشریف لے گئے اور اپنے بھاری بھرکم لشکر کو دیکھا تو شہادتِ امام حسین کو یاد کرکے رو پڑے اور کہنے لگے اے کاش! میں اس لشکر کے ساتھ کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوتا اور ان کی مدد واعانت میں یزیدی فوج کے خلاف جنگ کرتا یہاں تک کہ اپنی جان اور اس لشکر کو امام حسین رضی اللہ عنہ پر قربان کردیتا تو اسی شب اس شہر کے ایک بڑے بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ فرمارہے ہیں کہ: عمر بن لیث کو میرا اسلام پہنچادو اور ان سے کہو کہ مجھے تمھاری نیت کا علم ہو چکا ہے اور اس کا ثواب بھی پہنچادیا گیا ہے۔

”کفایۃ الشعبی“ میں ہے کہ عمر بن لیث کے انتقال کے بعد ان کو خواب میں دیکھا گیا

اوران سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ انھوں نے کہا: اللہ نے میری اسی نیت کی وجہ سے مجھے بخش دیا۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو نبی و آلِ نبی علیہ و علیہم السلام کی محبت کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆

باب سوم

﴿رعایت اولادِ رسول ﷺ کے بیان میں﴾

قال اللہ تعالیٰ : فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی۔ الآیۃ۔ [الانفال: ۴۱]

ترجمہ: اور جان لو کہ تم جو مالِ غنیمت حاصل کرو تو اس کا پانچواں حصہ خاص اللہ کے لیے اور رسول کے لیے اور رسول کے قرابت داروں کے لیے مختص کرو۔

تفسیر کشّاف میں مذکور ہے:

یُقَدَّمُوْنَ عَلٰی سَائِرِ النَّاسِ لِأَنَّهُمْ اُسْوَةٌ اَیْ قُدْوَةٌ.

وہ [یعنی نبی وآلِ نبی] تمام لوگوں پر مقدم کیے جائیں گے اس لیے کہ وہ پیشوا ہیں۔

اور منافع میں ہے کہ:

یُقَدَّمُوْنَ عَلٰی سَائِرِ النَّاسِ تَرْجِیْحاً لِلْقَرَابَةِ.

ترجمہ: اور انھیں قرابت دار ہونے کی وجہ سے تمام لوگوں پر اہمیت دیتے ہوئے مقدم کیا جائے گا۔ اس لیے کہ آپ کی اولاد اور قرابت دار کے لیے آپ کی قرابت علم و تقوی سے راجح ہے۔

شرعۃ الاسلام باب السفر میں ہے:

وَ یُقَدَّمُ اَوْلَادُ الرَّسُوْلِ بِالْمَشْیِ وَالْجُلُوْسِ.

ترجمہ : اولادِ رسول ﷺ کو چلنے اور بیٹھنے میں بھی مقدم رکھا جائے گا۔

اور اسی کے باب الصحبۃ میں ہے:

وَ یُعَظِّمُ اَوْلَادَالرَّسُوْلِ وَ یَسْعیٰ فِیْ حَوَائِجِهِمْ وَ یُحِبُّهُمْ بِقَلْبِهٖ وَلِسَانِهٖ وَ یُقَدِّمُ عَلٰی نَفْسِهٖ فِیْ کُلِّ شَانٍ.

ترجمہ: اور اسی کے "باب الصحبۃ" میں ہے کہ وہ اولادِ رسول ﷺ کی تعظیم کرے اور ان کی ضروریات پوری کرنے کی کوشش کرے اور ان سے زبان و دل سے محبت کرے اور ہر معاملے میں انہیں خود پر ترجیح دے۔

امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی ”تشریح“ میں ہے:

لَا يَجُوْزُ لِلرَّجُلِ الْعَالِمِ وَالْمُتَّقِیْ اَنْ يَجْلِسَ فَوْقَ الْعَلَوِیِّ الْاُمِّیِّ وَاَبِيْهِ الْاُمِّیِّ لِاَنَّهٗ اِسَاءَةٌ فِی الدِّيْنِ.

ترجمہ: عالم و متقی شخص کو بے علم علوی سید زادہ جن کے والد بھی بے علم ہوں سے بلند مقام پر بیٹھنا جائز نہیں کیونکہ ایسا کرنا دین میں برا عمل ہے۔

ابن رستم محمد سے روایت کرتے ہیں کہ مروت و رعایت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تمام کاموں میں اولاد رسول ﷺ کو خود پر مقدم رکھو اور بے علم باپ کے سامنے ممتاز جگہ میں بیٹھنا جائز نہیں ہے اس لیے کہ یہ دین میں برا کام ہے۔ میں کیا کہوں اے میرے پیارے! آگاہ ہو جاؤ کہ ذلیل شخص بلند مقام پر بیٹھنے سے معزز نہیں ہوتا ہے اور معزز شخص نیچے بیٹھنے سے ذلیل نہیں ہوتا ہے۔ وہ شخص بزرگ ہے جو اپنے مقام و مرتبہ کو پہچانے اور اگر وہ نیچے بیٹھے تو اس کی عظمت میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور اگر تو اولاد رسول ﷺ کو عداوت و حقارت کی وجہ سے بلند مقام پر نہیں بٹھائے گا یا سلام نہیں کرے گا تو ان کی عظمت میں کوئی کمی نہیں آئے گی اگرچہ یزیدی لوگ ہزار باران پر لعنت بھیجتے رہیں۔ خداوند تعالیٰ ان کی دل جوئی کے لیے تعریف بیان فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

سَلٰمٌ ۛ هِیَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ۔ (القدر:۵)

ترجمہ: سلامتی ہے صبح چمکنے تک۔

”الروضہ“ میں ہے : ثَنَاءُهٗ اَیْ ثَنَاءٌ عَلٰى اَوْلَادِ مُحَمَّدٍ .

ترجمہ: ان کی (رسول اللہ ﷺ) کی تعریف یعنی اولاد محمد ﷺ کی تعریف جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

سَلٰمٌ عَلٰۤى اِلْ يَاسِيْنَ

ترجمہ: سلامتی ہو آلِ الیاس پر۔

اور وہ (لفظ ”آل“) مقدر، ”ہ“ سے ہے پہلے جیسا کہ ”زاہدیہ“ میں ہے۔

حدیث ① : ”اخبار الثمار“ اور ”شرف النبوہ“ میں مذکور ہے:

اَرْبَعَةٌ أَنَا لَهُمْ شَفِيْعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَوْ اَتَوْا بِذُنُوْبِ أَهْلِ الْاَرْضِ الْمُكْرِمُ لِذُرِّيَتِيْ وَالْقَاضِيْ لِحَوَائِجِهِمْ وَالسَّاعِيْ عِنْدَ اِضْطِرَارِهِمْ وَالْمُحِبّ لَهُمْ بِقَلْبِهٖ وَلِسَانِهٖ.[۱]

ترجمہ: مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: چار لوگ ایسے ہیں کہ قیامت کے دن جن کی میں شفاعت کروں گا اگرچہ وہ پوری دنیا والوں کے برابر گناہ لے کر آئیں۔ پہلا میری اولاد کی تعظیم کرنے والا، دوسرا سادات کی ضرورتوں کو پوری کرنے والا، تیسرا ان کے کام بنانے کی کوشش کرنے والا، چوتھا سادات سے دل جان سے محبت کرنے والا۔

اور ''دُرَر'' میں ہے:

هم حجة الله علی الوریٰ.

ترجمہ: یہ سادات عظام مخلوق پر اللہ کی حجت ہیں۔

اور انھیں کی شان میں یہ آیتیں نازل ہوئی ہیں۔

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسٰنِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا۔

[الدھر: ۱]

ترجمہ: بے شک آدمی پر ایک وقت وہ گزرا کہ کہیں اس کا نام بھی نہ تھا۔

اور ''قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى.'' [الشوریٰ: ۲۳]

ترجمہ: تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبّت۔

شعر:

هُمْ مَعْشَرٌ حُبُّهُمْ دِيْنٌ وَ بُغْضُهُمْ
كُفْرٌ وَقُرْبُهُمْ مَنْجاً وَّمَعْتَصَمُ

ترجمہ: وہ سادات ایسی جماعت ہیں کہ جن کی محبت ''دین'' اور عداوت ''کفر'' ہے اور ان کی قربت باعثِ ''نجات و حفاظت'' ہے۔

۱: یہ دونوں کتابیں نہ مل سکیں لیکن اختلاف الفاظ کے ساتھ، اس طرح کی حدیث ''بحار الانوار، کتاب الامانۃ، باب ثواب حبھم و نصرھم، جلد ۲۷، ص: ۷۷۔۷۸ پر موجود ہے۔

جو پیدائشی نیک بخت ہیں وہ اہل بیت کے مقام اور مرتبے کو خوب پہنچانتے ہیں اور ان کی شان بیان کرتے ہیں اور جو ایسا نہ کرے وہ بدبخت اور کمینہ ہے۔

مصرع:

عنکبوتے کہ تواند کرد سیمرغے شکار

ترجمہ: کوئی مکڑی کسی سیمرغ کا شکار کیسے کر سکتی ہے؟

شعر:

بودیم گوہری بتو افتادہ رائیگاں
نشاختے تو قیمت مارا زسر جفا

ترجمہ: ہم گوہر ہیں اور تم فضولیات میں پڑے ہوئے ہو۔ تم ہماری قیمت کو نہیں پہنچانتے غرور کی وجہ سے۔

شعر:

بے دیدہ کہ شناسد خورشید راخبر
خود شیشہ گر چہ داند یاقوت رابہا

ترجمہ: اندھا شخص سورج کے بارے میں کیا خبر دے گا اور شیشہ گر یاقوت کی قیمت کیا جانے گا۔

شعر:

حکم خدای بودو گرنہ یکے بگوے
خاقانے ازکجا وہوائے توازکجا

ترجمہ: خدا کا حکم ہے کہ اسے ایک جانو ورنہ بادشاہ کہاں اور تیری آرزو کہاں

ابو جہل پلید نے جتنی بھی حضور اکرم ﷺ پر فوقیت چاہی اور فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے جتنا بھی بڑا بننا چاہا، مگر وہ اللہ کے نزدیک اور زیادہ ذلیل اور رسوا ہوئے اور اگر تو بھی اولاد رسول ﷺ کو ہزار بار ذلیل کرے اور ان کی توہین کرے لیکن یو ہی وہ اللہ کے نزدیک زیادہ عزیز ہیں اور ان کے جلال وعظمت اور کمال و منزلت میں کوئی کمی اور نقصان نہیں ہو گا۔

شعر:

اندر کمال احمد مرسل چہ کم شود
بو جہل گرز جہل نگوید درودرا

ترجمہ: حضور ﷺ کے کمال میں کیا کمی ہوگی اگر چہ ابو جہل جہالت کی بنا پر درود نہ پڑھے۔

تفسیر کشّاف میں امام سُدِّی سے منقول ہے:

﴿اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾ نزلت فی ابی بکر۔[۱]

ترجمہ: یہ "آیت مودت" حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔

اس طور پر کہ "لا اسئلکم" کا خطاب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لیے ہے اس لیے کہ وہ ان سے انتہائی درجہ محبت رکھتے تھے۔ کیوں کہ وہ عتیقِ یار، رفیقِ غار، ابرِّ ابرار اور افضلِ اَخیار ہونے کے باوجود قرابت داروں کی قدر و منزلت پہچانتے تھے۔

شعر:

نور باید کہ نور رابیند
دیدۂ دیو حور کہ بیند

ترجمہ: نور کو دیکھنے کے لیے نور چاہیے، دیو کی آنکھ حور کو کیسے دیکھ سکے گی۔

شعر:

جنس باید کہ جنس راداند
غیر کاتب نو شتہ کے خواند

ترجمہ: آدمی کو چاہیے کہ وہ شئ کو پہچانے غیر کاتب لکھا ہوا کیسے پڑھے گا۔

حدیث ۲: "مشارق الانوار" اور کتاب "علمی" میں مذکور ہے:

"قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى اَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَاتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ

۱: تفسیر کشّاف، ج:۵، ص:۴۰۶، طبع: مکتبۃ العبیکان، ریاض۔

عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ وَ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اَزْوَاجِہٖ وَذُرِّ یَاتِہٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ.

وَفِیْ الْعِلْمِیْ قَالَ لِاَصْحَابِہٖ حِیْنَ سَالُوْہُ کَیْفَ نُصَلِّی عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ.

ترجمہ:صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم آپ پر کون سا درود پڑھیں ؟تو حضرت رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ تم کہو:اے اللہ حضور ﷺ پر اور ان کی ازواج واولاد پر رحمت نازل فرما جیسا تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر رحمت نازل فرمائی اور حضور پر اور ان کی ازواج واولاد پر برکت نازل فرما جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر برکت نازل فرمائی۔ایسا ہی ”زاہدی“میں ہے۔

سوال: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: **یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔** [احزاب:۵۶] اور ہم کہتے ہیں: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم درود پڑھو اور ہم کہتے ہیں اے اللہ تو درود بھیج تو ایسا کہنا صحیح ہے یا غلط ؟

جواب : اَلصَّلٰوۃُ مِنَ اللّٰہِ اَلْمَغْفِرَۃُ وَمِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَلدُّعَاءُ

ترجمہ:درود اللہ کی طرف سے مغفرت ورحمت کے معنی میں ہے اور مومنین کی جانب سے دعا کے معنی میں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: حضور ﷺ کے لیے دعا کرو اور ہم کہتے ہیں کہ اے اللہ !تو حضور ﷺ پر رحمت فرما

”ظہیری“ کے آخری حصے میں مذکور ہے کہ جب خدائے تعالیٰ اور محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات پاک ہے اور ہمارے اندر بے شمار عیوب ہیں لہذا ہم عرض کرتے ہیں کہ اے بادشاہ مطلق، تو پاک ہے اور تیرا محبوب ﷺ بھی پاک ہے۔اس لیے تو ہی درود بھیج حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر تاکہ پاک درود پاک ذات پر ہو۔

امام ابو القاسم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ شخص بڑا عجیب ہے جو حالت نماز میں کہتا ہے اے پروردگار عالم تو اولاد رسول ﷺ پر درود بھیج اور نماز کے باہر اپنی بڑائی جتاتا ہے

اور مال و دولت اور حکومت و مرتبہ پر مغرور ہوجاتا ہے اور اگر یہ (اولادِ رسول ﷺ) کسی سواری سے گزریں تو کوئی توجہ نہیں دیتا اور اگر اپنے مقاصد کو اشارۃً و کنایۃً پیش کریں تو جواب تک نہیں دیتا۔ تو یہ سب بالکل فرعونی خاصیت ہے کہ تنہائی میں عاجزی کرے اور لوگوں کے سامنے انا ربکم الاعلیٰ یعنی میں تمھارا بڑا رب ہوں کہے اور وہ نہیں جانتا ''اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْد''یعنی بیشک تمھارے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے۔ یا حال کو قال کے موافق کر، یا قال کو حال کے موافق کر۔ اے پیارے کل بروز حشر تیرا کام وانجام اسی خاندان سے ہوگا تو فکر کر کہ کہیں تو شرمندہ نہ ہوجائے۔ چنانچہ جب نماز میں درود پڑھتا ہے تو نماز کے باہر بھی آل رسول کی تعظیم کر۔ جیسا کہ نماز کے باہر اپنی بڑائی جتاتا ہے تو نماز کی حالت میں بھی ایسا ہی کر معاذ اللہ!

''مضمرات'' میں ''طحاوی'' سے منقول ہے کہ جس وقت بھی تم نام مصطفیٰ ﷺ سنو تو اس وقت تم پر درود پڑھنا واجب ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے۔ یہاں تک کہ جو اس کی مخالفت کرے گا وہ خوارج کے ساتھ ہوگا۔ علیہم اللعنة کذا فی شرح البزدوی عند قوله وصلی علیه۔ اور ''تفسیر مدارک'' میں ہے کہ اللہ رب العزت دنیا میں فرشتوں کو بھیجتا ہے یہاں تک کہ جو مومن حضور علیہ السلام کا نام سن کر درود بھیجتا ہے تو فرشتہ اس کے لیے دعا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ تمام فرشتوں کے ساتھ آمین! کہتا ہے ای ''اَجَبْتُ''یعنی میں نے قبول کرلیا اور جب درود نہیں بھیجتا ہے تو فرشتہ اس کو بددعا دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ تمام فرشتوں کے ساتھ آمین! کہتا ہے ای اَجَبْتُ یعنی میں نے فرشتوں کی بددعا کو قبول کرلیا۔

اور ''خلاصہ'' میں ہے کہ آخری زمانے میں کوئی بھی عبادت بغیر ریاکاری کے نہیں رہ جائے گی (یعنی آخری زمانے میں کوئی اطاعت بے ریا سوائے درودِ پاک کے نہ ہوگی)

حدیث ۳: ''شرح فرائض سراجیہ'' میں مرقوم ہے:

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ وَکَتَبَ فِیْ کِتَابِهٖ لَمْ یَزَلِ الْمَلٰٓائِکَةُ یَسْتَغْفِرُوْنَ لَهٗ مَادَامَ اِسْمِیْ فِیْ ذٰلِكَ الْکِتَابِ.

ترجمہ: جو شخص مجھ پر دورد پڑھے اور اپنی کتاب میں درود لکھے تو جب تک اس کتاب میں میرا نام رہے گا فرشتے اس کے حق میں دعاے مغفرت کرتے رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ اپنے نبی ﷺ کے نام کو جوڑ رکھا ہے جیسا کہ کلمۂ طیبہ: لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ سے ظاہر ہے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے درود میں اپنے ساتھ اپنی اولاد کو بھی شامل کیا ہے تا کہ عقل مند جانے کہ جز، کل سے اور فرع، اصل سے خارج نہیں ہے۔

لہٰذا امام سلمی نے فرمایا: جس شخص کو نبی کریم ﷺ کے دیدار کی خواہش ہو اور وہ کسی عذر کی وجہ سے زیارت نہ کر سکے تو اسے چاہیے کہ وہ صدق دل سے حضرت امام حسن یا حضرت امام حسین کی زیارت کر لے، اسے حضور کی زیارت کا ثواب ملے گا۔ حضرت امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو بار ہا رات میں عبادت کرتے اور دن میں روزہ رکھتے ہوئے دیکھا۔ نیز وہ حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت کی نیت سے حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں تشریف لے جاتے اور وہاں کے مجاوروں کو تحفہ و نذرانہ دیتے اور خود وہاں جھاڑو لگاتے۔ اہلِ بیت کے ساتھ اس عقیدت و رعایت کے سبب وہ امام اعظم اور سراجِ عالم ہو گئے۔ اس شخص پر بڑا تعجب ہے کہ جس کے شہر میں سادات کے مزارات ہوں، لیکن وہ ان کی زیارت کو نہ جائے اور لوگوں سے ملے جلے، یہ بڑی غفلت اور بد نصیبی ہے۔

شعر:

غرق آبیم و آب می جوئیم
دروصالیم و بے خبر ز وصال
آفتاب اندرونِ خانۂ ماست
دربدر می رویم ذرہ مثال

ترجمہ: ہم پانی میں ڈوب رہے ہیں اور پانی طلب بھی کر رہے ہیں۔ وصال کے خواہش مند ہیں اور حقیقتِ وصال سے بے خبر ہیں۔ سورج ہمارے گھر کے اندر روشن ہے اور ہم ذرّے کی مانند در بدر بھٹک رہے ہیں۔

حدیث ۴: ''فوائد جلالیہ'' میں مذکور ہے:

أَكْرِمُوْا أَوْلَادِيْ الصَّالِحِيْنَ لِلّٰهِ وَالطَّالِحُوْنَ لِيْ.

ترجمہ: اللہ کے واسطے میری نیک اولاد کی تعظیم کرو اور میری وجہ سے میری فاسق اولاد کی تعظیم کرو۔

حکما کہتے ہیں کہ نیکوں کے ساتھ بُرا سلوک کرنا خیانت ہے اور نیکوں کے ساتھ بھلائی کرنا (اچھا) معاملہ ہے اور بروں کے ساتھ بھلائی کرنا رعایت ہے۔

سوال: اگر کوئی سید زادہ لگاتار فسق و گناہ کرے تو انھیں بتائے بغیر سزا دینا جائز ہوگا یا نہیں؟

جواب: امام فخرالدین رازی کی کتاب ''التشریح'' میں ہے کہ فقہا کے نزدیک لوگوں کے چار درجے ہیں اور ان کی تعزیر (سزا) بھی اسی اعتبار سے ہے۔ پہلی قسم: ''اشرف الاشراف'' اور ان کو عرفِ عام میں ''اظرف الاظراف''، اخطر الاخاطر بھی کہتے ہیں اور وہ فقیہ لوگ اور سادات کرام ہیں اور فقہا کا اس پر اتفاق ہے کہ مسلسل گناہ کرنے سے سادات کے فضل و شرف میں کوئی کمی نہیں آتی۔ کیوں کہ سادات کا فضل و شرف نبی ﷺ کی وجہ سے ہے اور غیر سادات کا فضل و شرف گناہوں کی وجہ سے ختم ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ۔

[یوسف: ۱۵]

ترجمہ: اور ہم نے یوسف کو وحی کی کہ تم انھیں ان کے سلوک سے آگاہ کرو گے اور ان کو اس کی خبر نہیں ہوگی۔

یہ آیت حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے بارے میں اعلان و اطلاع کے طور پر نازل ہوئی۔ ان سے جو گناہ سرزد ہوئے تھے، اس سبب وہ سزا کے مستحق تھے مثلاً: قتل کا ارادہ، آزاد شخص کا بیچنا، جھوٹ بولنا، جیسا کہ انھوں نے کہا کہ یوسف کو بھیڑیے نے کھالیا، والد کی نافرمانی تو اس پر اللہ نے اس بات کی خبر دی۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ان کی سزا یہی ہے، اس کے علاوہ نہیں۔

ابو عبداللہ جرجانی نے فرمایا کہ سادات اگر فسق و فجور کے عادی ہوں تو خلیفۂ وقت کے لیے ان کو قاضی بنانا جائز ہے اور سید قاضی کے لیے جائز ہے کہ وہ دوسرے سید سے باز پرس کرے، ان کو قید و بند میں رکھے اور ان کو سزا دے۔ کیوں کہ دونوں ایک خاندان کے ہیں اور غیر سید قاضی کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی سید سے باز پرس کرے اور ان کو سزا دے اور کہے کہ میں نے سنا ہے کہ تم نے فلاں فلاں جرم کیا ہے۔

اور فقیہ کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کا قول ہے کہ گناہوں پر اصرار کے سبب ان کا فضل و شرف زائل ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ عالم وہ ہے جو علم پر عمل کرے اور بعض کا قول ہے کہ گناہوں پر اصرار کے سبب اس کا فضل و شرف زائل نہیں ہوگا۔ کیوں کہ ان کی بزرگی حکم شرع سے ثابت ہے اور جب علت ختم ہو جائے تو حکم ختم نہیں ہوتا۔

لوگوں کی دوسری قسم کو ''اشرف و شریف'' کہتے ہیں اور اس کو اظرف و ظریف، اخطر، عفیف، ذو شرف، ذو خطر، ذو ظرف، ذو مروت، ذو فتوہ، ذو اعتبار بھی کہا جاتا ہے۔ اور وہ زاہد وعابد و زاہق ہیں۔ ان کی سزا یہ ہے کہ ان کے گناہ اجاگر کیے جائیں اور ان کو قاضی کے پاس لے جایا جائے۔

تیسری قسم: درمیانی لوگوں کی ہے اور یہ وہ شخص ہے جس کا بیشتر قول و فعل اچھا ہو، گفتگو سچی ہو لیکن وہ فاسق معلن نہ ہو خواہ وہ گالی گلوچ کرنے والا ہو یا نہ ہو۔ تو ایسے شخص کی سزا یہ ہے کہ ان کے گناہ کو اجاگر کیا جائے اور اس کو قاضی کے پاس لے جایا جائے اور قید کیا جائے اور کہا گیا ہے کہ اسے مارا بھی جائے۔

چوتھی قسم کے لوگوں کو خسیس، اخس، رذیل اور ارذل کہتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا اکثر قول و عمل گالی گلوج، اور فحش کلامی اور ان کا فعل و قول فسق و کذب پر مشتمل ہو۔ ان کی سزا یہ ہے کہ ان کے گناہ ظاہر کیے جائیں، ان کو قاضی کے پاس لے جایا جائے، ان کو قید کیا جائے اور ان کو مارا بھی جائے وغیرہ وغیرہ۔ قاضی جتنا چاہے سزا دے۔

و قوله عندالفقهاء: اوپر کی عبارت میں ''عندالفقہاء'' کی قید اس لیے لگائی گئی تاکہ اہلِ لغت و اہل عرف اس میں شامل نہ ہوں۔ کیوں کہ ان کے نزدیک لوگوں کی ترتیب وہ

نہیں جو فقہا کے نزدیک ہے۔ کیوں کہ یہ لوگ سادات کو ”شریف واشراف“ کہتے ہیں اور فقیہ کو ”مولانا“ اور عابد وزاہد کو ”شیخ“ کہتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ مذکورہ عبارت میں ”فقیہ وعلوی“ کا ذکر ہے۔ علوی یعنی سادات کے ذکر کو اس لیے فقیہ سے مؤخر کیا گیا کہ یہ سزا اور توہین کا مقام ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

كُلُّ اِهَابٍ دُبِغَ فَقَدْ طَهُرَ[۱]۔ ترجمہ: جس چمڑے کو دباغت دی جائے وہ پاک ہے سوائے خنزیر اور آدمی کے چمڑے کے اور جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ. الآیۃ۔ [الحج:۴۰]

ترجمہ: تو ضرور ڈھادی جاتیں خانقاہیں اور گرجا اور کلیسا اور مسجدیں

تو اس آیت میں (احتراماً) مسجد کو مؤخر کیا گیا کیوں کہ یہ ڈھانے اور مسمار کرنے کا مقام ہے اور فقیہ وہ ہے جس سے دین کی سمجھ حاصل کی جائے اور شہر میں اس کے فتویٰ پر عمل کیا جائے اور ان کے غیر کا اعتبار نہیں۔ جیسا کہ حسن نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور بشر بن ولید سے روایت کیا ہے۔ شرحِ ہدایہ میں ایسا ہی مذکور ہے اور فقہ لغت میں متکلّم کے کلام کی غرض وغایت سمجھنے کو کہتے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں علم کہتے ہیں کسی چیز کو یقین کے ساتھ جاننا اس پر عمل کرنے کی شرط کے ساتھ۔ تو فقیہ ہونے کے لیے تین چیزیں شرط ہیں:

اوّل: شریعت کے احکام کا جاننا۔ دوم: قرآن وحدیث کو ان کے معانی کے ساتھ یقینی طور پر جاننا۔ سوم: قرآن وحدیث کے اصول کا ازبر ہونا اور ان پر عمل پیرا ہونا تو جس میں یہ تینوں شرطیں موجود ہوں وہ فقیہ ہے۔ جو علم کلام اور روایات کا جامع ہو اور ان کے دلائل سے ناواقف ہو وہ جمہور کے نزدیک فقیہ نہیں ہے۔ ضبط واتقان کے فوت ہونے کی وجہ سے اور جو ان دونوں [روایت ودرایت] کا جامع ہو عمل کے بغیر تو وہ بھی فقیہ نہیں اور اس پر بیشمار دلائل موجود ہیں اور اس پر نصوص اور احادیث کثرت کے ساتھ وارد ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا۔ [الجمعۃ:۵]

۱: الفاظ حدیث یہ ہیں: (ایما اھاب دبغ فقد طھر)، سنن ترمذی، ابواب اللباس عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی جلود المیتۃ اذا دبغت، حدیث نمبر:۱۷۲۸

ترجمہ:ان لوگوں کی مثال گدھے جیسی ہے جو کتابیں اٹھائے ہوئے ہے۔

نیز ”کمثل الکلب“یعنی اس کی مثال کتے کی طرح ہے۔ اسی طرح ”شروح بزدوی“ میں ہے۔ سادات کرام فقہا کے نزدیک: وہ ہیں جو امام حسن و امام حسین کی طرف منسوب ہیں۔ اور ایک قول کذاو کذا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مسلسل گناہ کا عادی ہو جیسے آپ کہتے ہیں: علیّ کذاو کذا کہ مجھ پر فلاں فلاں چیز لازم ہے اور جس نے قتل کیا کسی چھپکلی کو تو اس کے لیے ایسا ایسا ہے اور ایک قول ہے کہ جان لو کہ لفظ ’قیل، بعض لوگوں کے قول میں ذکر کیا جاتا ہے اور یہ بھی قول ہے کہ ”قشیریہ“ میں مذکور ہے کہ علم کی شرافت وفضیلت کثیر روایات جاننے والے کو حاصل نہیں ہے، بلکہ اس کو حاصل ہے جو اپنے علم کی پیروی کرے اور سنتوں پر عمل کرے۔ زاہدوہ ہے جو دنیا کو ترک کردے اور گوشہ نشیں ہوجائے اور قائدوہ ہے جو لشکر کے سرداروں میں سے ہو۔ زاہق وہ ہے جو عجمی کافروں کے سرداروں میں سے ہو۔اسی طرح مغرب میں لوگ اپنے خیال کے مطابق کافر کو شریف کہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَاَغۡرَقۡنَآ اٰلَ فِرۡعَوۡنَ۔[البقرۃ: ۵۰]ترجمہ:اور ہم نے آل فرعون کو غرق کیا۔آل صرف اشراف پر ہی بولا جاتا ہے، لیکن ان کے قصور کے مطابق فرعون اشراف میں سے تھااور کہا گیا ہے کہ بقول بعض علما اس کے قائل صرف امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ ہیں۔

اور ”ناطقی“ میں ہے کہ زاہد، قائد، راہق اور عابد کے بارے میں یہ حکم ہے اور اوسط الناس میں سے جب کوئی پہلی مرتبہ فسق کرے تو اسے نصیحت کی جائے گی پھر اس کے بعد اس کے فسق کو اجاگر کیا جائے گا پھر قاضی کے پاس لے جایا جائے گا پھر قید پھر مارا جائے گا اور جب کوئی عالم یا متعلم فسق کرے تو اس پر تعزیر واجب ہے اور معلم پر تعزیر نہیں۔ اس کو نصیحت کی جائے گی پھر اسے قاضی کے پاس لے جایا جائے گا پھر قید کیا جائے گا اختلاف کی بنیاد پر اگر چہ شہر میں اس کے فتویٰ پر عمل نہ ہو، یہ محض علم کی وجہ سے ہے جو شرافت اور کرامت میں سے ہے جب تک کہ وہ معلم اس کا عادی نہ ہوجائے اور اگر کوئی قرآن یا شریعت یا علم یا علما کو ہلکا سمجھے تو وہ کافر ہے نیز ”تحفۃ الفقہاء“ میں ہے کہ جو علماء کو ہلکا سمجھے تو اس کی بیوی مطلقہ ہوجائے گی اور ”ولوالجیہ“ میں یہ مسئلہ بھی مسئلہ مذکور ہے کہ اگر ایک شخص نے لوگوں

کو گالی دی تو اگر یہ پہلی مرتبہ ہے تو اسے نصیحت کی جائے گی اور کہا گیا ہے کہ شریف وہ ہے جو حرام چیزوں سے بچے چاہے وہ بازاری ہو یا نہ ہو اور ایک قول ہے کہ خسیس یعنی بازاری کمینے پن اور قسم کی کثرت کی وجہ سے ہے اور عوام الناس میں اس کو خسیس اس کے برے افعال کی وجہ سے کہا گیا ہے اور ''تاتارخانیہ'' میں ہے کہ کفاءت کی خِسّت مراد ہے۔ قاضی علی نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خسیس وہ ہے جو ظالموں کی مدد کرے اگرچہ وہ مروت والا ہو، اس لیے کہ وہ مسلمانوں کا خون پیتا ہے۔ امام ضیاء الدین سنامی سورہ یوسف کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ سادات کو گناہ پر تعزیر (مناسب سزا) اور قید و بند میں رکھنا اور مارنا پیٹنا جائز نہیں، اس لیے کہ ان کی شرافت اصلی و ذاتی ہے مصطفی جانِ رحمت ﷺ کی شرافت کی وجہ سے اور ذاتی شرافت زائل نہیں ہوتی ہے خواہ کتنا ہی گناہ کریں۔ جب ان سے ان کا نسب منقطع نہیں ہوتا تو ان کی شرافت بھی زائل نہ ہوگی اور اسی پر سب کا فیصلہ ہے۔

☆☆☆

بابِ چہارم

فضیلت اولادر سول ﷺ کے بیان میں

قال اللہ تعالیٰ: وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمٰنُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ۭ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۔[النحل:۷۱]

ترجمہ: اور اللہ نے تم میں سے ایک کو دوسرے پر رزق میں برتری دی ہے، تو جنھیں رزق میں برتری دی گئی ہے وہ اپنا رزق اپنے غلاموں، باندیوں پر نہیں لوٹاتے تاکہ کہیں وہ اس رزق میں برابر نہ ہوجائیں، توکیا صرف اللہ کی نعمت سے مکرتے ہیں۔

علمِ عقائد وکلام کی کتابوں کا ماحصل اور "تمہید" و "دستورالحقائق" للامام فخرالدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارتوں کا "خلاصہ" یہ ہے: معتزلہ، بعض شیعہ اور بعض نام نہاد فقہاو صوفیہ نے کہاکہ فضیلت ترتیب کی بناپر نہیں بلکہ علم کی بنیاد پر ہے۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ کاقول ہے:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔[الزمر:۳۹]

ترجمہ: کیاعالم اور جاہل برابر ہیں؟

اور عالم عالَم میں سب سے افضل ہوتا ہے چاہے وہ جیسا ہو اور جہاں بھی ہو تو اس اصول کے مطابق ابلیس افضل ہے فرشتوں اور خضر سے انھیں تعلیم کے وجہ سے اور بلعم باعور افضل ہے، موسیٰ علیہ السلام سے کثرتِ علم اور تعلیم کے سبب اور جبرئیل افضل ہیں محمد ﷺ سے جیساکہ اللہ کاقول ہے: عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى [النجم:۵] (انھیں سکھایا سخت قوّتوں والے طاقتور نے) اور اہلِ کتاب افضل ہیں نبی سے قبل وحی وبعد وحی اور خلفاے راشدین سے نیز صحابہ کرام اور تمام لوگوں سے۔ لیکن جمہور اہل حق کا اس پر اجماع ہے کہ فضیلت ترتیب کے اعتبار سے ہے (نہ کہ علم کی بنیاد پر) دنیا میں سب سے افضل واعلیٰ ہمارے آقا محمد ﷺ ہیں، پھر آدم علیہ السلام، ان کے بعد تمام انبیاے کرام علیہم السلام۔ ان کے بعد

حضور ﷺ چاروں خلفا ترتیب خلافت کے لحاظ سے۔ پھر اولاد فاطمہ بنتِ رسول ﷺ حضور ﷺ کی قربت کے سبب اور ان کے بعد عشرۂ مبشرۂ کے بقیہ چھ افراد، پھر اہل بدر اور پھر حدیبیہ والے۔ ان کے بعد تمام صحابہ حضور ﷺ کی صحبت و رفاقت کی بنیاد پر، ان کے بعد تابعین اتباع کی وجہ سے اور حدیث کے مطابق تابعین میں سب سے افضل اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ پھر باعمل علما، ان کے بعد لوگوں کو فائدہ پہنچانے والے افراد۔

جس نے اس اصول ترتیب کی مخالفت کی وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ کائنات میں سب سے افضل حضور ﷺ ہیں اور آپ کے بعد حضرت آدم علیہ السلام، ان کے بعد تمام انبیاے کرام علیہم السلام ان کے بعد خلفاے راشدین پھر ان کے بعد اولاد فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا حضور ﷺ سے قربت کی بنیاد پر۔ ان کے بعد عشرۂ مبشرۂ میں سے باقی چھ افراد۔ ان کے بعد باقی تمام صحابۂ کرام۔ اس لیے کہ اگر کوئی شخص اولین و آخرین کا علم حاصل کرے اور احد پہاڑ کے برابر سونا چاندی صدقہ کرے تو وہ کسی ایک صحابی کے مقام و مرتبہ تک نہیں پہنچے گا۔ اگر چہ کوئی صحابی باغی خاطی اور فاسق ہو جیسے جناب معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے جیسے جو بھی ہوں اگر چہ حضرت اویس قرنی اور امام اعظم ہی کیوں نہ ہوں اور ایسے ہی کوئی اہل کتاب اور بے ایمان عالم ان پڑھ مؤمن سے افضل نہیں ہوگا، چاہے وہ ابلیس ہو یا بلعم اور ایسے ہی رافضی اور معتزلی اور تمام بدمذہب اگر چہ عالم ہوں، لیکن وہ کسی سنی مؤمن سے افضل نہیں ہوگا۔ میں کیا بتاؤں کہ اس کی اور کتنی مثالیں ہوں گی۔

''تشریح'' میں ہے: فقہا کے نزدیک عالم صحابی وہ شخص ہے جو حضور ﷺ کے قول و فعل کی تاویلات اور احتمالات کا عالم و عامل ہو نیز ناسخ و منسوخ اور احکام و مسائل سے واقف ہو اور عالم تابعی وہ ہے جو صحابۂ کرام کے اقوال و افعال، اجماع و اتفاق، تاویل و تحمیل اور صواب و خطا سے باخبر ہو اور ان پر عمل پیرا ہو۔ تبع تابعی عالم وہ ہے جو علماے مذاہب اربعہ کے اقوال و افعال سے واقف ہو اور اپنے مذہب کو دلائل و براہین اور توجیہ و ترجیح سے حق پر ثابت کر سکے اور اپنے مدّمقابل کے مذہب مثلاً شافعی وغیرہ کو خطا پر ثابت کر سکے اور گمراہ فرقوں کے مذہب کے بطلان کو ظاہر کر سکے وہی عالم ہوگا ورنہ وہ ابتدائی متعلم ہوگا۔

حکایت:

بشر بن ولید قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے حکایت بیان کرتے ہیں کہ قاضی ابو یوسف کے پاس کچھ نام نہاد صوفی بیٹھے تھے اور اسی دوران انھوں نے کہا کہ عالم، دنیا میں سب سے افضل ہیں چاہے جیسے ہوں جہاں بھی ہوں، کافر ہوں یا فاسق اس پر امام ابو یوسف نے فرمایا: تمھارے گمان کے مطابق عالم کون ہے؟ انھوں نے کہا: ابلیس اور بلعم باعور۔ امام ابو یوسف نے فرمایا: عالم کی تعریف کیا ہے؟ نیز علم کی مقدار کیا ہے؟ یہ سوال سن کر وہ نام نہاد صوفی مبہوت اور خاموش ہو گئے۔

یعنی انسان کتنا علم حاصل کرے کہ اس کو عالم اور اشرف الاشراف کہا جائے۔ اس سوال سے یہ گمراہ فرقہ مبہوت و حیران رہ گیا۔ اے میرے عزیز! علم کی مقدار کسی کو معلوم نہیں اگر علم کی مقدار معلوم ہوتی تو حضور سید عالم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل نہ ہوتا: وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۔[بنی اسرائیل:۸۵] ترجمہ: تمہیں علم نہیں دیا گیا مگر تھوڑا۔

نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام دعوائے علم میں معتوب نہ ہوتے جب کہ موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ انھوں نے فرمایا: میں، اس پر ان سے مواخذہ ہوا۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا اے صالح! تو آپ نے دو شعر پڑھے:

(۱) مَتٰی خُبِّرْتُ اَنَّ الشَمْسَ اُنثٰی
يَنَحْنَحُنِیْ عَفَا فِیْ اَنْ اَرَاھا

ترجمہ: جب سے مجھے پتہ چلا کہ لفظ "شمس" (سورج) مونّث ہے، میری پاک دامنی مجھے اجازت نہیں دے رہی ہے کہ اسے دیکھوں۔

(۲) أُحِبُّ الصَالِحِیْنَ وَلَسْتُ مِنْهُم
لَعَلَّ اللهَ يَرْزُقُنِیْ صَلَاحاَ

ترجمہ: میں نیک لوگوں سے محبت کرتا ہوں اگر چہ میں ان میں سے نہیں ہوں، امید رکھتا ہوں کہ اللہ مجھے نیک اور صالح بنا دے گا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اپنے کسی بھی شاگرد کو اصولِ اجتہاد میں

استدلال کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ ایک دن آپ نے دیکھا کہ ایک بچہ کنویں کے کنارے چکر لگا رہا تھا امام اعظم نے فرمایا: اے بچے! تجھے پھسل کر کنویں میں گرنے کا ڈر نہیں؟ اس پر بچے نے جواب دیا: اگر میں پھسل کر گرا تو تنہا گروں گا اور آپ نہیں ڈرتے کہ دنیا کو آپ نے مقتدی بنا لیا ہے اگر آپ پھسلے تو عالم کو غرق کردیں گے۔ یہ سنتے ہی امام اعظم بے ہوش ہو گئے اور جب ہوش آیا تو اجتہاد کی رخصت دی اور بعض مسائل میں اپنے قول سے رجوع کیا۔

اس سے ثابت ہوا کہ علم وعمل ایسا نہیں کہ ان پر بھروسہ کیا جائے اور خود کو اللہ کے نزدیک بڑا سمجھا جائے۔ اس شخص پر بڑا تعجب ہے جس نے ابھی نحو وصرف اور اصول وفروع کا علم بھی حاصل نہیں کیا ہے لیکن بلند مقام پر بیٹھنے اور حلوہ وشیرینی کھانے اور بڑی زرہ اور بارانی لباس پہننے کا خواہش مند رہتا ہے اور خود کو انبیا کا وارث اور ”علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل“ (میری امّت کے علما بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں) کا مصداق تصور کرتا ہے اور آیت کریمہ ” وَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ “[المجادلۃ:۱۱] (اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا) کو اپنے حق میں گمان کرتا ہے اور خود کو اشراف میں فائق و برتر شمار کرتا ہے اور مجتہد عصر و مفتی دہر جانتا ہے۔ یقیناً یہ وہ زمانہ ہے جس کی حضور ﷺ نے بطور معجزہ نشان دہی فرمائی ہے۔

”مشارق“ میں ہے: آخری زمانے میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے کہ ان کی اولاد جاہل ہوگی وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے تو خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ امام خطابیؒ کہتے ہیں کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگ خود کو عالم و زاہد صوفی کہلائیں گے اور بادشاہوں کی دربانی و شتربانی کریں گے چرب زبانی اور شیریں بیانی کے ساتھ بادشاہوں سے شغل رکھیں گے اور اسی فضل و صدر نشینی کے سبب خود کو ”انبیاء بنی اسرائیل“ کے مثل تصور کریں گے اور اس بات کو بھول جائیں گے کہ یہ تمثیل (علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل) اس وجہ سے ہے کہ انبیاے کرام نے حق کی خاطر اپنی جان دے دی اور ظلم وستم کے خوف کے باوجود حق بات کہنے سے باز نہیں رہے۔ اس وجہ سے نہیں کہ انعام و وظائف حاصل کرنے کی غرض سے اپنے آپ کو انبیاے کرام کا وارث کہلائیں اور حق بات کہنے سے

معذرت چاہیں اور عاجز و درماندہ رہ جائیں۔ اگر حقیقت یہی ہے تو ان کی قربت باعثِ فساد و وبال ہے۔

اے میرے پیارے! اگر یہ لوگ بادشاہوں کے سامنے امر بالمعروف نہیں کرسکتے اور ان کے مزاج کے موافق بات کرتے ہیں تو جب دجالِ لعین اپنے شدید فتنہ اور اپنی سرکش جماعت کے ساتھ ظاہر ہوگا اور وہ اپنی ایک طرف جنت اور حور اور دوسری طرف دوزخ اور اس کے عذاب کو دکھائے گا اس وقت اس کی مخالفت کیسے کرسکیں گے؟ اور جب یہ لوگ انعام و وظائف کو حاصل کرنے کی فکر میں رہتے ہیں تو یہ ان حور و غلماں کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔ پھر تو لامحالہ اس کے فرمابردار ہوجائیں گے۔ میرے پیارے! صرف بحث و تمحیص اور نماز و عبادات پر مغرور نہ ہونا تاکہ تم صراط مستقیم پر قائم رہ سکو۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ شیاطین چرب زبان ہوتے ہیں۔

"ظہیری" کے آخر میں ہے: اگر علمائے کرام حق پر قائم ہوں تو لوگ ان سے ڈرتے ہیں اور جب وہ حق کے دامن کو چھوڑ دیتے ہیں تو ذلیل و رسوا ہوجاتے ہیں اور لوگ ان کو برا بھلا کہنے لگتے ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ کہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد خلفائے راشدین کے بعد تمام صحابہ و تابعین سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ جیساکہ "شرف النبوۃ" میں ہے۔

حدیث ①: اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ فَاضِلَانِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاَبُوْهُمَا خَيْرٌ مِنْهُمَا.

ترجمہ: حضور علیہ السلام نے فرمایا: حسن و حسین سلام اللہ علیہما دنیا و آخرت میں افضل و اعلیٰ ہیں اور ان کے والد حضرت علی ان دونوں سے افضل ہیں اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اولادِ رسول ﷺ خلفائے راشدین سے افضل نہیں ہیں۔

قال اللہ عزوجل: اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ. [آلِ عمران: ۳۳]

ترجمہ: بیشک اللہ نے آدم اور نوح اور ابراہیم کی اولاد اور عمران کی اولاد کو سارے جہاں والوں پر چن لیا۔

تفسیر کشّاف میں ہے:

اِنَّ نَبِیَّنَا کَانَ مِنْ آلِ اِبْرَاهِیْمَ وَاَوْلَادِ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ اَوْلَادِ نَبِیِّنَا فَالْکُلُّ آلُ اِبْرَاهِیْمَ.

ہمارے نبی ﷺ ابراہیم کی اولاد میں ہیں اور حسن وحسین آپ ﷺ کی اولاد میں توسب کے سب ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہوئے۔

حدیث ②: مشارق الانوار میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰی کِنَانَةَ مِنْ وُلْدِ اِسْمَاعِیْلَ وَاصْطَفٰی قُرَیْشاً مِنْ کِنَانَةَ وَاصْطَفٰی بَنِی هَاشِمٍ مِنْ قُرَیْشٍ.[۱]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اولادِ اسماعیل میں سے قبیلۂ کنانہ کو چن لیا اور کنانہ میں سے قبیلۂ قریش کو چن لیا اور قریش میں سے قبیلۂ بنی ہاشم کو چن لیا۔

لہذا اولادِ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور علیہ السلام کی وجہ سے سب پر فضیلت رکھتی ہیں۔

قولہ تعالیٰ: قُلْ اِنْ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ۔[الزخرف:۸۱]

ترجمہ: آپ فرمادو کہ اگر بالفرض رحمٰن کا کوئی بیٹا ہوتا تو میں سب سے پہلے اس کی عبادت کرنے والا ہوتا۔

یعنی اگر ان کی بات صحیح ہوتی تو میں بالضرور اس لڑکے کی تعظیم کرتا اور اس کی اطاعت میں سب پر سبقت لے جاتا جیسا کہ کوئی آدمی جب بادشاہ کے لڑکے کی تعظیم کرتا ہے تو اس کے باپ کی عظمت کی بنا پر کرتا ہے۔

تفسیر ''زاہدی'' اور ''عتابیہ'' میں مذکور ہے:

اَلْوَلَدُ جُزْءُ الْوَالِدِ فَتَعْظِیْمُ الْوَلَدِ مُسْتَلْزِمٌ لِتَعْظِیْمِ الْوَالِدِ فَتَعْظِیْمُ اَحَدِهِمَا تَعْظِیْمُ الْاٰخَرِ.

ترجمہ: یعنی جس کے باپ دادا معظم ہوں گے ان کی اولادیں بھی معظم ہوں گی۔

جیسا کہ بادشاہ کی اولاد بادشاہی شرافت کی بنا پر اشرف ہوا کرتی ہے اور یہ معنی تم نے کفو

۱: مشارق الانوار، فضائل الانبیاء علیہم السلام، ص:۳۷۴، ط: اصح المطابع، کراچی۔

کے مسئلے میں جان لیا ہوگا۔

وقولہٖ تعالیٰ: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ۔ [بنی اسرائیل: ۷۰]

ترجمہ: اور ہم نے ابن آدم کو معزز و مکرم کیا یعنی آدم علیہ السلام کی اولاد آدم علیہ السلام کی فضیلت کے سبب دوسری مخلوقات کی اولاد سے افضل ہے یعنی جنات وغیرہ کی اولاد سے۔

قولہٖ تعالیٰ: يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ۔ [البقرۃ: ۱۲۲]

ترجمہ: اے یعقوب کی اولاد! یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا اور یہ کہ میں نے تمہیں سارے زمانے پر فضیلت عطا فرمائی۔

معالم التنزیل میں ہے:

فَضْلُ الآبَاءِ مَفَاخِرُ الْأَبْنَاءِ.[۱]

ترجمہ: آباواجداد کی عظمت و بڑائی اولاد کے لیے باعث فخر ہے۔

دستور الحقائق شروح العقیدہ اور البدایہ میں ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے:

وَاَمَّافَضْلُ الْخُلَفَاءِ الاَرْبَعَةِعَلٰى تَرْتِيْبِ الْخِلَافَةِ فَبَعْدَهُمْ اَوْلَادُ رَسُولِنَا عَلٰى كَافَّةِ الْاَنَامِ بِاتِّفَاقِ الرِّوَايَةِ لِقُرْبِهِمْ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَشَرَفِهٖ وَاَمَّااَوْلَادُ الْخُلَفَاءِ فَقَدْ اِخْتَلَفُوا فِيْهِمْ قَالَ بَعْضُهُمْ: يُفَضَّلُونَ بِفَضْلِ اٰبَائِهِمْ اَیْ اَوْلَادُ الصَّدِّيقِ اَفْضَلُ مِنْ اَوْلَادِ عُمَرَ وَاَوْلَادُهٗ مِنْ اَوْلَادِ عُثْمَانَ وَاَوْلَادُه مِنْ اَوْلَادِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ مِنْ غَيْرِ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْها وَهُوَ الاَصَحُّ و قَالَ بَعْضُهُمْ لَا يُفَضَّلُ اَوْلَادُهُمْ اِلَّا بِالْعِلْمِ وَالتَّقْوٰى وَالاَوَّلُ اَرْجَحُ.

رہی خلفائے اربعہ کی فضیلت تو وہ خلافت کی ترتیب کے مطابق ہے اور ان کے بعد ہمارے رسول ﷺ کی اولاد تمام لوگوں سے افضل ہے اور روایتیں اس پر متفق ہیں حضور ﷺ کے قرب و شرف کی وجہ سے اور رہی خلفاے اربعہ کی اولاد تو ان کی فضیلت کے

[۱]: تفسیر بغوی، سورہ بقرہ، آیت: ۴۷

بارے میں اختلاف ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ بعض کو فضیلت حاصل ہے بعض پر ان کے باپ کی فضیلت کے سبب یعنی اولاد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ افضل ہیں اولاد عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اور ان کی اولاد افضل ہے اولاد عثمان رضی اللہ عنہ سے اور ان کی اولاد افضل ہے اولاد علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جو حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے علاوہ سے ہوں اور یہ صحیح ترین ہے اور بعض حضرات نے کہا کہ ان کی اولاد ایک دوسرے سے افضل نہیں، مگر علم اور تقویٰ کے سبب اور پہلا قول زیادہ راجح ہے۔

اس لیے کہ جیسے حضور ﷺ اور خلفاے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم دوسرے تمام لوگوں سے فضیلت والے ہیں ایسے ہی ان کی اولاد بھی فضیلت والی ہے اس لیے کہ عالم زرِ عملی کی منزل میں ہے اور اولاد رسول ﷺ زرِ اصلی کی منزل میں ہیں اور زرِ عملی عود کا احتمال رکھتا ہے اور جب وہ عود کرے گا تو ویسے ہی ہو جائے گا جیسا کہ پہلے تھا۔ زر کو زر شناس جانتا ہے اور سادات کرام کو مردم شناس حضرات پہچانتے ہیں۔ دیگر یہ کہ علم کی فضیلت ایمان کے بعد ہے، ورنہ ابلیس تمام لوگوں سے افضل ہوتا اور اولاد رسول کی محبت ایمان کی شرط ہے، تو جو شخص کسی چیز کے سبب سے بزرگ ہو تو وہ اس چیز سے زیادہ فضیلت والا نہ ہو گا جیسے مرید پیر سے، شاگرد استاد سے اور ولی نبی سے اور وزیر بادشاہ سے۔ ”شروط علمی“ میں ہے کہ اولاد رسول ﷺ سے خلفاے راشدین کے علاوہ کوئی شخص فضیلت والا نہیں ہے۔ اگر تم علم کے لحاظ سے کہو تو وہ والدین کی جانب سے استاد زادہ ہیں اور اگر ارادت کے لحاظ سے پوچھو تو وہ پیر زادہ ہیں اور اگر بادشاہی کے لحاظ سے کہو تو وہ شہزادہ ہیں۔ ان تمام وجوہات کی بنیاد پر اولاد فاطمہ عزت و حرمت اور اس پوری امّت پر فضیلت رکھتی ہے۔

”تشریح“ میں ہے کہ جو شخص اپنے باپ کے شاگرد کے پاس پڑھے تو وہ شاگرد نہیں ہو گا، اور مناسب نہیں کہ معلّم اپنے کو استاذ کی حیثیت سے دیکھے، کیوں کہ جو نعمت اِس کو اُس کے باپ سے ملی ہے، وہ وہی نعمت استاد زادے کو پہنچا رہا ہے، لہذا یہ امین و مبلغ ہوا نہ کہ ولی نعمت، یہ بات جس نے سمجھی، سمجھی اور جس نے نہ سمجھی، نہ سمجھی۔

امام ضیاء الدین بسطامی کی تفسیر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔ [النور: ۶۳]

ترجمہ: کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ حضور ﷺ کو ان کے نام کے ساتھ پکارے یعنی یا محمد و یا احمد کہے جیسا کہ آپس میں وہ ایک دوسرے کو پکارتے ہیں۔

اور اولاد رسول ﷺ کو جائز ہے کہ حضور ﷺ کو یا ابت یا جدّی! کہیں جیسا کہ لوگ اپنے باپ کو پکارتے ہیں اور یہ واضح دلیل ہے کہ اولاد رسول ﷺ دوسروں سے افضل ہیں۔ جب آیت لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ نازل ہوئی تو خاتون جنت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ کو کیا کہہ کر پکاروں تو مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے میری پیاری بیٹی! یا ابت و یا ابی کہا کرو کہ یہ الفاظ محبت کو حد درجہ بڑھاتے ہیں اور آیت لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ آپ کی اولاد کے حق میں نہیں ہے بلکہ غیروں کے حق میں ہے۔

''سنن'' میں ہے کہ خاتون جنت اور امیر المؤمنین نیز امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہم ہمیشہ حضور ﷺ کو یا ابی و یا ابت کہتے تھے اور صحابۂ کرام انھیں ابن رسول اللہ ﷺ کہہ کر پکارتے تھے۔ علما و بادشاہ میں سے کسی کو اس کی باندی سے اولاد ہو تو وہ آزاد نہیں ہوگی لیکن علوی سادات اگرچہ اُمّی بے علم ہوں، ان کا بیٹا غیر آزاد باندی سے ہو تو وہ آزاد ہوگا، بیع مادر میں اپنی ماں کے تحت نہیں ہوگا حضور ﷺ کی نسبت کی بنا پر۔ جیسا کہ ''الخزانۃ الجلالیہ'' میں ہے۔

''جامع الفتاویٰ'' میں ہے:

وَلَدُ الْاَمَةِ مِنْ مَوْلَاهَا حُرَّةٌ لِاَنَّهَا مَخْلُوقَةٌ مِنْ مَائِهٖ وَكَذَا وَلَدُ الْعَلَوِيَّةِ مِنْ جَارِيَةِ الْغَيْرِ بِرِضَا أَوْ بِنِكَاحٍ.، لَا يَدْخُلُ فِيْ مِلْكِ مَوْلَاهَا وَلَا يَجُوْزُ بَيْعُه فَيُرَجَّحُ جَانِبُ الْاَبِ كَرَامَةً وَشَرَفًا لِجَدِّهٖ مُحَمَّدٍ ﷺ وَلَا يُشَارِكُ فِيْ أَحَدٍ مِنْ أُمَّتِهٖ.

ترجمہ: باندی کا لڑکا جو اس کے آقا سے ہو تو وہ آزاد ہوگا کیوں کہ وہ اپنے آقا کے نطفہ سے پیدا ہوا ہے۔ اسی طرح سادات کا لڑکا غیر کی باندی سے اس کے آقا کی رضا سے نکاح

کے ذریعے ہو تو وہ اس کے آقا کے ملک میں داخل نہ ہو گا اور نہ ہی اس کی بیع جائز ہو گی۔ لہٰذا باپ کی جانب راجح قرار پائے گی حضور ﷺ سے شرافت و کرامت کی بنیاد پر اور اس حکم میں باندی کی جانب سے کوئی بھی شریک نہیں ہو گا۔

"جامع الفتاویٰ" اور "عتابیہ" میں ہے:

وَلَدُ الْعَلَوِيِّ مِنْ جَارِيَةِ الْغَيرِ حُرٌّ خَالِصٌ لَايَدْخُلُ فِيْ مِلْكِ مَوْلاهَا وَلَا يجُوْزُ بَيْعُه فيُرَجَّحُ جَانِبُ الاَبِ بِاعْتِبَارِ جَدِّه مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ ﷺ.

ترجمہ: سید زادہ جو غیر کی باندی سے ہو تو وہ خالص آزاد ہو گا اور اس کے آقا کی ملک میں داخل نہیں ہو گا اور نہ ہی اس کی بیع جائز ہو گی۔ لہٰذا باپ کی جانب راجح ہو گی حضور اکرم ﷺ کے اعتبار سے۔

سوال: جب فرزند کے نسب کا ثبوت رضاعت سے نہیں ہے، تو پھر فرزند کیسے آزاد ہو گا؟

جواب اول: ماں کی طرف سے یہ حرّیت ثابت ہے نہ کہ ثبوتِ نسب کے اعتبار سے، اس لیے کہ فرزند اگرچہ ماں کی طرف منسوب ہو، لیکن وہ فرزندی سے خارج نہیں ہو گا۔

جواب دوم: جب مقلد کی معلومات علم کی انحصار روایت پر ہے تو اب کسی دلیل کی ضرورت نہیں کیوں کہ مقلد کی روایت مجتہد کی نص کی طرح ہے، لہٰذا مقلد کو علت تلاش کرنا جائز نہیں۔

نیز عالم و قاضی اور بادشاہ کے بیٹے کو عالم و قاضی اور بادشاہ نہیں کہتے، لیکن سید زادے کو سید ہی کہتے ہیں اگرچہ وہ دوسرے پیشے سے جڑا ہو۔ نیز آدمی اگرچہ عالم و فاضل ہو اگر وہ عجمی ہے تو اس کی بیٹی عجمی کا کفو بن سکتی ہے اور علویؔ اگرچہ امّی (بے علم) ہو عربی کا کفو نہیں ہو سکتا بعض کے نزدیک عالم اپنے قبیلے میں فضیلت والا ہوتا ہے یعنی انسان انسان میں، جن جن میں، کپڑا بننے والا، کپڑا بننے والے (درزی) میں، حجام حجام میں اور سادات تمام قبائل سے افضل ہیں ہمارے حضور ﷺ سے قرابت و شرافت کی بنیاد پر۔

جس طرح علما و صلحا کی فضیلت میں آیات و احادیث وارد ہوئی ہیں، اسی طرح ان کی مذمت میں بھی نصوص وارد ہوئی ہیں لیکن سادات کی شان میں بے شمار آیتیں ہیں، لیکن ان

کی مذمّت و توبیخ میں کوئی نصِ صریح اور حدیث صحیح وارد نہیں ہے بلکہ محلِ بدی میں بھی ان کی رعایت کی گئی ہے۔ جیسا کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: اَلصَّالِحُوْنَ لِلّٰہِ وَالطَّالِحُوْنَ لِیْ۔ (ترجمہ: صالح لوگ اللہ تعالیٰ کے ہیں اور برے لوگ میرے ہیں۔) نیز حضرت رسالت مآب ﷺ نے اہلِ بیت کو قرآن کے برابر میں ذکر کیا ہے تاکہ انہیں جانا جائے۔ جس طرح قرآنی آیات تمام کتابوں سے افضل ہیں اگرچہ ان میں فرعون کی حکایات اور نمرود کے احوال بیان کیے گئے ہیں، اسی طرح سادات کرام ہمارے نبی ﷺ کی قرابت کے سبب خلفاے راشدین کے بعد تمام لوگوں سے افضل و اعلیٰ ہیں چاہے وہ جیسے ہوں اور کہیں پر ہوں۔ تو جس طرح دیگر کتابوں کو قرآن پر فضیلت و برتری حاصل نہیں ہے اسی طرح اہلِ بیت پر کسی کو فضیلت اور برتری حاصل نہیں ہے۔

مصابیح و مشارق و شرف النبوۃ والدُرر اور تاج الاسامی وغیرہ کتب میں ہے:

اِنِّی تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقْلَیْنِ کِتَابُ اللّٰہِ وَعِتْرَتِی فَاِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَالَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ۔[۱]

ترجمہ: میں تم میں دو عمدہ، پاکیزہ اور محفوظ چیزیں چھوڑے جارہا ہوں قرآن اور اہلِ بیت، اگر تم انھیں مضبوطی سے پکڑے رہو گے، تو گمراہ نہیں ہوگے۔ اس لیے کہ مصطفیٰ ﷺ امت کے والد ہیں جیسا کہ آپ کا قول ہے "اُمَّتِیْ اَبْنَائِیْ" میری امت کے لوگ میرے فرزند ہیں اور باپ ہونے کا تقاضا ہے کہ انتقال کے وقت اپنے فرزندوں کو نصیحت و وصیت کرے۔ عمدہ اور نفیس چیز ان کے سپرد کرے اور محمد مصطفیٰ ﷺ کے نزدیک قرآن اور ان کے شہزادگان (ساداتِ کرام) سب سے عزیز و نفیس تھے، تو انھیں امت کے حوالے کر دیا۔ اگر میرے بعد انھیں دوست رکھو گے، تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔

شرحِ "سنن" میں ہے کہ اس حدیث کی صحت میں محدثینِ سلف و خلف کا اتفاق ہے۔
ساداتِ کرام اور ان کے فرزندوں پر صدقہ و زکوٰۃ حرام ہے۔

۱: انی تارك فیكم ماان تمسكتم به لن تضلوا بعدی ....مشكوٰۃ المصابیح، كتاب المناقب، باب مناقب اهل بیت النبی ﷺ، ص: ۱۷۳۵، رقم الحدیث ٦١٤٤.

حدیث④: ”مشارق“ و”ہدایہ“ اور ”حاوی وشاوی“ میں ہے:

يَا اَبَا رَافِعٍ! إِنَّ اللهَ حَرَّمَ الصَّدْقَةَ لِمُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ (ﷺ) فَإِنَّهَا أَوْسَاخُ النَّاسِ وَعُوِّضَ مِنْهَا الْخُمُسُ مِنَ الْغَنِيْمَةِ .

ترجمہ: اے ابورافع! اللہ نے محمد و آلِ محمد (ﷺ) پر صدقہ حرام فرمایا ہے کیوں کہ یہ لوگوں کے گناہوں کی میل ہیں اور اس کے بدلے ان کے لیے مالِ غنیمت میں سے خمس (پانچواں حصہ) ہے۔

”محیط“ و شروح ہدایہ میں ہے کہ یہ حدیث مشہور و متواتر ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ استحقاقِ کرامت میں کوئی شخص سادات کرام کے مثل نہیں۔

اگر لفظ آل سے خاص طور سے اہلِ ملت مراد ہوں، تو پوری امت پر صدقہ حرام ہوگا اور صدقہ مال کی زکوٰۃ کو کہتے ہیں اور زکوٰۃ کا مال مائے مستعمل کی منزل میں ہے، اس لیے کہ صدقہ و زکوٰۃ دینے والا پاک ہوجاتا ہے۔ کیوں کہ زکوٰۃ گناہوں کی میل (گندگی) ہے اور پاک لوگوں یعنی (ساداتِ کرام) کے حق میں لوگوں کی میل کیسے جائز ہو سکتی ہے؟

اور ”کنز“ میں ہے کہ بنی ہاشم اور ان کی اولاد پر صدقہ حرام ہے اور صدقہ کے بدلے انھیں مالِ غنیمت میں سے پانچواں حصہ دیا گیا ہے۔

اور ”ذخیرہ“ میں ہے کہ کافروں کی زمین کا وہ ٹکڑا جسے مسلمان جنگ کر کے حاصل کرلیں تو یہ زمین گھر مکان اور بت خانہ مسلمانوں کی ملکیت میں داخل ہو جائیں گے اور ”تشریح“ میں ہے کہ گرجا گھر کی علامت مثلاً: گنبد و مینار اور اس کے علاوہ دیگر نشانیوں کو اور مورتیوں کو ختم کر دیں، لکڑی کے ہاتھ اور پوجا کے درختوں کو اکھاڑ دیں مذکورہ گرجا گھر میں غیر مسلموں کو بت پرستی اور پوجا پاٹ سے اور جمع ہونے سے، جو ان کا مذہبی شعار ہے روکا جائے۔ کیوں کہ ان کی حرمت پر روایتیں متفق ہیں اور مسلمانوں کے ملک میں بت پرستی حرام ہے اور بعض نے کہا کہ پرانی گرجا گھر کی عمارتوں کو منہدم کر دیا جائے اگرچہ انھیں ناگوار گذرے۔

اور فتاویٰ جرجانی میں ہے:

قِيْلَ اَلْقَدِيْمَةُ مَاكَانَتْ قَبْلَ بَعْثِ نَبِيِّنَا ﷺ وَ"فِيْ الذَّخِيْرَةِ" فِيْ بَابِ الْعُشْرِ وَفِيْ الصُّغْرىٰ: بِهَدْمِ الْقَدِيْمَةِ.

ترجمہ: کہا گیا ہے قدیمہ اس پرانے گرجا گھر کو کہتے جو ہمارے نبی ﷺ کی بعثت سے قبل موجود تھا۔

"ذخیرہ" باب العُشر اور صغریٰ میں ہے: قدیم گرجا گھر کو منہدم کردیا جائے۔

اور "ذخیرہ" میں ہے کہ بادشاہ اسلام کسی شہر کو قہر و غلبہ سے حاصل کرکے وہاں کے باشندوں کو ذمّی بنالے تو وہ شہر مسلمانوں کے شہروں میں شامل ہو جائے گا اور وہاں مسلمانوں کو یہ حق حاصل ہو گا کہ بت پرستی اور پوجا پاٹ کرنے سے روکیں اور اگر قہر و غلبہ سے پہلے غیر مسلم صلح کرکے ذِمّی ہوجائیں تو ان کے بت خانوں کو باقی رکھا جائے گا اگرچہ وہ شہر مسلمانوں کی ملکیت میں ہو اور ان کے بت خانوں کو توڑا نہیں جائے گا، لیکن انھیں مذہبی شعار اختیار کرنے سے منع کیا جائے گا تاکہ دو شعار کا اجتماع نہ ہونے پائے۔

اور "تشریح" میں ہے: اگر کافروں کا کوئی شہر غلبہ سے پہلے مسلمانوں کی ملکیت میں آجائے تو ان کے بت خانوں اور گھروں کو مسلمانوں کی ملکیت سمجھا جائے گا اور اس کا کوئی وارث نہ ہو تو وہ بیت المال کا ہوجائے گا اس لیے کہ کافروں کی مذہب سے متعلق چھوڑی ہوئی چیزوں کو ان کے بعد باقی رکھنا حرام ہے۔ اس کے بعد بت خانوں میں بت پرستی نہ کرنے دیں اور بت کی تصویریں مٹادیں اور "ناصری" میں ہے کہ وہ کون سا ایمان والا ہے جس کا دل کفر کے شعار کو روا رکھے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ کفار اذان کو، مسجد کی عمارت کو، گائے کے ذبیحہ کو، اور تمام اسلامی شعار کو روا نہیں رکھتے بلکہ اسلامی طور طریقے کو اپنے حلقے میں روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔

سوال: جس درخت کو کفار پوجتے ہیں نیا ہو یا پرانا اکھاڑ پھینکا جائے گا یا نہیں؟

جواب: اکھاڑ پھینکا جائے۔

"شرح مشارق" میں ہے:

شَجْرَةٌ كَانَتْ لِغَطَفَانَ كَانُوا يَعْبُدُوْنَهَا فَبَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ خَالِدَ بْنَ

الْوَلِيْدِ فَقَطَعَهَا وَهَذَا فِيْ حَدِيْثِ لَا تَقُوْ مُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُعْبَدَ اللَّاتُ وَالْعُزّٰى.[۱]

ترجمہ: قبیلہ غطفان میں ایک درخت تھا جس کی وہ پوجا کرتے تھے، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے حضرت خالد بن ولید کو بھیجا تو انھوں نے اسے کاٹ دیا اور کہا کہ: قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کی تم لات و عزیٰ کی پوجا کرنے لگو۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔ "فتاویٰ جرجانی" میں ہے کہ پرانا بت خانہ گرجائے تو ذمی پرانے اسباب (سازوسامان) سے اس کا اعادہ کر سکتا ہے اور اگر لکڑی، صورتیں اور پتھر پرانے ہو کر ختم ہوگئے ہوں اور وہ چاہتا ہے کہ نئے اسباب سے بنائے تو اسے منع کیا جائے گا اور اس کو اس کام سے باز رکھا جائے گا۔ نیز اگر وہ چاہتا ہے کہ ان اسباب کو دوسری جگہ لے جائے تو بھی اسے روکا جائے گا اس لیے کہ یہ بناے نو ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ "فتاویٰ صغریٰ" میں ہے کہ شہروں اور گاؤں میں گرجا گھر از سر نو بنانے سے روکا جائے گا جمہور کے قول کے مطابق۔

اس بارے میں امرا کو چاہیے کہ علما کو اہمیت دیں، جس طرح حضرت مخدوم مولانا علم الحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والدین جب بخارا سے شہر دہلی درس دینے کے لیے تشریف لائے اور پڑھانے میں مشغول ہوئے تو اس میں "باب السیر والزکوٰۃ" کا درس نہیں دیتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کے اس طریقے کی خبر بادشاہ تک پہنچی۔ ایک دن بادشاہ نے پوچھ لیا کہ آپ باب السیر والزکوۃ کا درس کیوں نہیں دیتے ہیں؟ تو انھوں نے کہا اس وجہ سے کہ جب اس شہر میں غنائم، زکوٰۃ، عشر اور خراج کی تقسیم اور بیت المال کا خرچ اپنی جگہ نہیں ہے اور اسے پس پشت ڈالے ہوئے ہیں تو ابتدائی طالب علم کے لیے اس کا درس طوالت اور وقت کی بربادی ہوگی۔ اس طرز عمل کی بنا پر فرمان عام ہو گیا کہ خراج، شریعت کے مطابق لیا جائے اور صحیح مصرف اور جگہ خرچ کریں تا کہ ثواب پائیں۔ سَیّد اجل اور شیخ الاسلام اور دیگر منصب دار لوگوں نے نصاب کو متعیّن فرمایا تا کہ ہر شخص کا مقام و مرتبہ اس کی حیثیت کے اعتبار سے ہو اور غیر سادات میں سے کوئی شخص اپنے آپ کو سید نہ کہلائے، اس لیے کہ یہ بڑی شرافت

۱: معالم التنزیل، سورہ نجم، آیت: ۱۹، ج: ۷، ص: ۴۰۷ [مفہوماً]

والے لوگ ہیں۔ شاعر نے کہا ہے:

① ز فرزندان فرزندان زہرا
در یں ایام دیگر نیست اولیٰ

ترجمہ: حضرت خاتون جنت کی اولادوں کی اولاد سے اس دور میں کوئی افضل و اعلیٰ نہیں ہے۔

② شرفِ شانت چہ گویم کہ بریں یک نسبند
کہ رسول خداوند جہاں را نسبند

ترجمہ: میں تم سے ان کی شان کا فضل و شرف کیا بیان کروں کہ ان کا نسب، ہر خاندان سے بلند ہے، کیوں کہ ان کی خاندانی نسبت دنیا کے خدا کے رسول سے متعلق ہے۔

③ در معنیٔ فضیلتِ اولاد مصطفیٰ
بر چہرۂ کواکب اظہر نوشتہ اند

ترجمہ: اولادِ مصطفیٰ کی فضیلت کا بیاں ستاروں کے چہروں پر بالکل صاف طور سے لکھا ہوا ہے۔

④ منظومۂ محبتِ زہرا و آلِ او
پیرانِ بیعت زاویہ محضر نوشتہ اند

ترجمہ: فاطمہ زہرا اور ان کی اولاد کی محبت پر مشتمل نظم کو ساتوں اقطاب زمانہ نے محضر (شاہی فرمان) کہا ہے۔

⑤ رمزی کہ بر مطاوی طومارِ کبریا ست
بر نام اہلِ بیتِ پیمبر نوشتہ اند

ترجمہ: کتابِ الٰہی کے اسرار کی جانب اشارہ، رسول کے اہل بیت کے نام میں موجود ہے۔

⑥ کسے رہد بقیامت کہ اندرونِ دلش
ہمہ محبت اولاد مصطفیٰ باشد

ترجمہ: جس آدمی کے دل میں اولادِ مصطفیٰ کی کامل محبت ہوگی، وہ گمراہی کے عذاب سے چھٹکارا پائے گا۔

حکایت:

حکایت بیان کی جاتی ہے کہ شہر بغداد میں ایک مستان باجا بجاتے ہوئے گرتے پڑتے راستہ پہ چل رہا تھا کہ ایک کھلونے (گڑیا) پر نظر پڑی جس کے بال راستے میں بکھرے ہوئے تھے اس نے اس کو اٹھا کر چوم لیا اچانک اس نے دیکھا کہ ایک چھوٹا بچہ سیّد زادہ کھیل رہا ہے، اس مستان نے اس کو پیار کیا اور اپنے گھر لے آیا اپنی بیوی سے کہا کہ قسم قسم کا عمدہ کھانا تیار کرو کہ میرا گھر ایک سیّد زادہ کے مبارک قدم سے منور ہونے والا ہے۔ اس کی بیوی سوچنے لگی کہ آخر بات کیا ہے کہ اس کا مرد کھلونے کو تخت پر سامنے رکھ کر دست بستہ کھڑا ہے دریں اثنا محبت و ہدایت کی ہوا چلی اور نبی کریم ﷺ مسکراتے ہوئے تشریف لائے اور اپنے جمالِ جہاں آرا سے دونوں میاں بیوی کو مشرف کیا اور اس مستان کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا: میں نے تمہیں اپنے خاص غلاموں میں قبول کیا اس پر وہ شخص بہت خوش ہوا اور اپنی بیوی سے سارا ماجرا بیان کیا اس کی بیوی نے کہا شاید یہ اس حسینی شہزادے کی برکت ہے، جو آج ہمارے یہاں مہمان بن کر آیا ہے اور عمل کا دارومدار نیت پر ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: إِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ. اَللّٰهُمَّ اِهْدِ قَوْماً لَا يَعْلَمُوْنَ. وَاللهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

نکتہ:

سادات کی تعزیر عملی کی شان ایسی ہے جیسے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے زلت (لغزش) کا واقع ہونا نیز ان کے جتنے فرزندان واولاد نے کفر کیے اب تک وہ سب عذاب میں مبتلا نہیں کیے گئے اور مردود بارگاہ کردگار نہ ہوئے اور نہ ہی وہ رجم رجیم کے مستحق ہوئے کیوں کہ وہ آدم علیہ السلام سے نسبت کا اصلی شرف رکھتے ہیں، بلکہ آدمیوں کی نصیحت اور انذار وتنذیر کے لیے رسول بھیجے گئے اور آسمانی کتابیں اتاری گئیں۔

شیطان رجیم یعنی ابلیس اصل میں جنات میں سے تھا، لیکن تعلیم پر عمل اور کثرت

عبادت و ریاضت، صفائے باطن کی وجہ سے فرشتوں کی صف میں آگیا اور اس کی یہ شرافت عملی تھی۔ لقولہٖ تعالیٰ: وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ۔ [الکہف: ۵۰]

ترجمہ: یعنی جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو شیطان نے کمزور دلیل کا سہارا لیا اور تکبر کے ساتھ پیش آیا تو پہلے گناہ کی وجہ سے رجم رجیم کا مستحق ہوا۔ اس لیے کہ وہ اصلی شرف کے بجائے عملی شرف رکھتا تھا اور اس سارا کا سارا حلیہ ہی تبدیل ہو گیا۔ قولہ تعالی: اِلَّا ابلیس استثنائے متّصل ہے اور وہ فرشتوں کی جنس سے نہ ہو گا مگر وصف کے اعتبار سے ہو گا۔ کقولك: الزاھد ملكٌ:

ترجمہ: زاہد فرشتہ ہے لہٰذا اہل علم کہتے ہیں کہ اصلی اور عملی کے درمیان بڑا فرق ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ عمل پر اعتماد اور بھروسہ نہیں کرنا چاہیے اس لیے کہ سارے ماہرین علم، اور علما مردود بارگاہ الٰہی ہو چکے ہیں اور کامل عقل رکھنے والا جانتا ہے کہ حضور ﷺ کے نسب کا شرف کتنی اہمیت والا ہے۔

حکایت:

بلخ کے بادشاہ سلطان عمر بن لیث کی محفل میں دائیں جانب سادات کرام اور بائیں جانب فقہائے عظام بیٹھتے تھے۔ ایک دن ایک عقل مند اجنبی ایک عجیب و غریب دعویٰ کے ساتھ آیا اور بادشاہ سے مصافحہ کر کے سادات کے پاس بیٹھ گیا۔ بادشاہ نے سوال کیا کہ اے مخدوم! اس زمانے میں افضل ترین انسان کون لوگ ہیں؟ اس نے کہا: سادات کرام اور فقہائے عظام ہیں۔ اس پر بادشاہ نے کہا کہ میں اپنے پہلے بیٹے کو فقیہ بنانا چاہتا ہوں اور دوسرے بیٹے کو علوی (سیّد) تاکہ دونوں شرف میرے خاندان کو حاصل ہو جائے۔

اس عقل مند نے جواب دیا کہ اے بادشاہ! سیادت کا شرف اصلی و نسبی ہے کسب و عمل سے اسے حاصل نہیں کیا جاسکتا، جب تک کہ والدین کا نطفہ آپس میں جمع نہ ہو جائے اور ساداتِ کرام حیات و ممات اور حشر و نشر میں افضل و اعلیٰ ہیں، نبی کریم ﷺ سے نسبی تعلق کی بنیاد پر اور علم و تقویٰ کا شرف کسبی و عملی ہے، انسان جب چاہے حاصل کر سکتا ہے اور اگر نہ

چاہے تو حاصل نہیں ہو گا۔ جیسا کہ کوئی لشکری آلات حرب کو چھوڑ دے پھر جس قوم سے تعلق رکھتا تھا، اسی میں داخل ہو جائے تو بادشاہ نے حکم فرمایا کہ ایسے شخص کو کسی بھی حال میں مجلس میں داخل نہ ہونے دیں، اس لیے کہ اس نے اپنی حیثیت کو نہیں پہچانا اور اس کی یہی سزا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِھْدِ قَوْ ماً لَا یَعْلَمُوْنَ.

☆☆☆

باب پنجم

﴿ثبوتِ نسب علوی کے بیان میں﴾

قال اللہ تعالیٰ: یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ [المائدۃ:۱۱۰] و قال اللہ تعالیٰ: وَفَضَّلْنٰھُمْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا [بنی اسرائیل:۷۰]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے عیسیٰ بن مریم، نیز ارشاد فرمایا: اور ہم نے ابن آدم کو بہت ساری مخلوق پر بہت ساری فضیلت بخشی۔

اور مغنی میں ہے:

یعنی ہم نے انہیں ان کی ماؤں کی وجہ سے فضیلت دی امام حسین و امام حسن کا سیدہ فاطمہ کے فرزند ہونے کی وجہ سے۔

مدارک میں درج ذیل آیت:

وَ مِنْ ذُرِّیَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ وَ اَیُّوْبَ وَ یُوْسُفَ وَ مُوْسٰی وَ هٰرُوْنَ ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ، وَ زَكَرِیَّا وَ یَحْیٰی وَ عِیْسٰی وَ اِلْیَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ۔ [الانعام:۸۴۔۸۵]

ترجمہ: اور نوحؑ کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو ہدایت دی اور ایسا ہی ہم نیک لوگوں کو بدلہ دیتے ہیں اور زکریا اور یحیٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو ہدایت یافتہ بنایا اور یہ سب نیک بندوں میں سے ہیں۔

مذکورہ آیت کی تفسیر میں ہے کہ:

”حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر مذکورہ نبیوں کے ساتھ اس بات کی دلیل ہے کہ نسب کا ثبوت ماں کی طرف سے بھی ہو جاتا ہے کیوں کہ اللہ عزوجل نے عیسیٰ علیہ السلام کو نوح علیہ السلام کی ذرّیت (اولاد) میں شامل فرمایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نوح علیہ السلام کی ذرّیت سے متّصل نہیں ہوئے ہیں مگر اپنی ماں کی طرف سے۔ جب حجاج بن یوسف نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کو اولادِ رسول ہونے سے انکار کیا تو اسی آیت سے اس کا جواب دیا گیا۔

مذکورہ عبارت میں دلیل سے مراد عام دلیل ہے۔

فتاویٰ ''ظہیریہ'' باب الایمان میں ہے: اگر کافر کا ایک گروہ یہ کہے ''ہم اپنی ذرّیت سمیت ایمان لائے'' تو اس میں بیٹیوں کی اولاد بھی شامل ہوگی۔ اس لیے کہ ذرّیت اس اولاد کو کہتے ہیں جو ماں باپ سے جنا ہو۔ اور ماں باپ اصل ہیں اور اصالت کا معنی ماں کی طرف سے بہت واضح ہے، اس لیے کہ مرد کا نطفہ عورت کے رحم میں شامل ہو کر فنا ہو جاتا ہے۔

اور اس بارے میں یحییٰ بن یعمر کی یہ حکایت بیان کی جاتی ہے کہ ایک مرتبہ حجاج بن یوسف نے ایک سید زادے کو قتل کرنے کا حکم دیا تو یحییٰ بن یعمر نے اس کی زجر و توبیخ کی، اس پر حجاج بولا میرے سامنے کوئی ایسی آیت پیش کرو جس سے ثابت ہوتا ہو کہ علوی حضرات حضور ﷺ کی اولاد میں سے ہیں اور میں آیت کریمہ ''نَدۡعُ اَبۡنَآءَنَا وَاَبۡنَآءَكُمۡ'' سے علوی مراد نہیں لیتا تو یحییٰ بن یعمر نے اس آیت کی تلاوت کی: '' وَ مِنۡ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَيۡمٰنَ وَ اَيُّوۡبَ وَ يُوۡسُفَ وَ مُوۡسٰى وَ هٰرُوۡنَ الٰی قولهٖ و يَحۡيٰى وَ عِيۡسٰى'' یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نوح علیہ السلام کی ذرّیت میں سے ہیں۔ یہ جواب سن کر حجاج بن یوسف حواس باختہ ہو گیا اور خوب صورت انداز سے اسے خاطی ثابت کر دیا، کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا گویا اس پر اجماع ہو گیا۔

اور ''اعلام الہدیٰ'' و ''عقیدۂ شیخ الشیوخ'' میں ہے کہ حضرت امام حسن و حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد ہیں اور حسنین کریمین کی اولاد سیدہ فاطمہ کی اولاد ہیں۔ لہٰذا سارے سادات حضور سید عالم ﷺ کی اولاد ہیں، اسی وجہ سے ساداتِ کرام کے بیٹوں کو شریف زادہ کہتے ہیں۔

اور ''تاتارخانیہ'' میں ہے:

سُئِلَ اَبُوْ جَعْفَرٍ (ای الامام محمد الباقر) رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَجُلٍ اَوْصیٰ لِاَوْلَادِ الرَّسُوْلِ ﷺ فَذَكَرَ اَبُوْ نَصْرِ بْنِ يَحْیٰ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ كَانَ الْوَصِيَّةُ لِاَوْلَادِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا: فَاَمَّاالْعُمَرِيَّةُ فَهَلْ يَدْخُلُوْنَ فِیْ هٰذِهِ الْوَصِيَّةِ؟ قَالَ: يُنْظَرُ كُلُّ مَنْ يُنْسَبُ اِلَی الْحَسَنِ

وَالْحُسَيْنِ وَ يَتَّصِلُ بِهِمَا يَدْ خُلُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْوَصِيَّةِ لِاَنَّهٗ كَانَتْ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اِبْنَةً زُوِّجَتْ لِوَلَدِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.[۱]

ترجمہ: ابو جعفر امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے اولادِ رسول ﷺ کے حق میں وصیت کی تو حضرت ابو نصر نے فرمایا کہ امام محمد باقر فرماتے تھے کہ یہ وصیت اولادِ حسنین کریمین کے حق میں نافذ اور ثابت ہوگی۔ اب رہے ''عُمریہ'' یعنی ''فاروقی'' وہ اس وصیت میں داخل ہوں گے یا نہیں؟ تو اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ہر وہ فرد جو امام حسن و امام حسین سے منسوب ہے اور ان کے رشتے سے منسلک ہے تو وہ اس وصیت میں داخل ہے کیوں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ایک بیٹی حضرت عمر کے صاحب زادے سے منسوب تھیں۔

''خلاصہ' کلام سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کا نسب حضور ﷺ سے ہے اور یہ قرآن و حدیث اور سلف کے اجماع اور خلف کے اتفاق سے ثابت شدہ ہے جیسا کہ ''فتاویٰ قاضی خان'' ''تجنیس'' ''محیط'' ''خلاصہ'' ''ذخیرہ'' ''سیر کبیر'' رسائل رازی و خصّاف اور ''ظہیریہ'' وغیرہ میں ہے۔

امام سرخسی اور امام ہلال رحمہما اللہ فرماتے ہیں:

ذِكْرُ الْوَلَدِ وَالْاَوْلَادِ سَوَاءٌ يَدْ خُلُوْنَ فِيْهِ وَلَدُ الْبِنْتِ اِذَا وَقَفَ عَلٰى وَلَدِهٖ وَ وَلَدِ وَلَدِهٖ لِاَنَّ وَلَدَ الْبِنْتِ وَلَدُهٗ اَلَا تَرٰى اَنَّ اَوْلَادَ فَاطِمَةَ اَوْلَادُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ اِلٰى آخِرِهٖ.

ترجمہ: بیٹے اور بیٹے کے بیٹوں (پوتوں) کا ذکر برابر ہے، جس میں بیٹی کے بیٹے بھی داخل ہوں گے جب کہ ذکر بیٹے اور بیٹے کے بیٹوں پر موقوف ہو کیونکہ بیٹی کے بیٹے بھی اُسی کے بیٹے ہیں، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد حضور ﷺ ہی کی اولاد ہیں، تو جواب صحیح ہو گیا جیسا کہ ''شروح خصاف'' میں ہے اور امام ہلال رحمۃ اللہ علیہ

۱: تاتارخانیہ، کتاب الوصایا، الفصل الثامن عشر فی الوصیۃ لاولاد رسول اللہ ﷺ، ج: ۱۹، ص ۴۷۴، ط: مکتبہ زکریا، دیوبند۔

نے فرمایا کہ صحیح عبادات اور معاملات وہی ہیں جو ارکان اور شرائط کے جامع ہوں اس حیثیت سے کہ حق حکم میں وہی معتبر ہے۔

"ذخیرہ" اور "مضمرات" میں ہے:

أَمَّاالْعَلَامَاتُ الْمُعْلِمَةُ لِلْاِفْتَاءِ فَقَوْله "عليه الفتوىٰ" و "به يفتىٰ" الى قوله وهو الصحيح و الاصح.

ترجمہ: وہ اصول و علامات جو مفتی بہ قول کی نشان دہی کرتی ہیں، تو وہ فقہا کا قول ہے عليه الفتوىٰ و به يفتىٰ اور ساتھ ہی ساتھ "الصحيح و الاصح" ہے۔ اور محمد بن علی کی کتاب "کشف العماد" میں ہے: الصحيح ما هو الفتوىٰ عليه بين الفقهاء ۔ یعنی فقہا کے نزدیک "صحیح" وہ ہے جس پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔

اور مفاتیح المسائل میں ہے:

اِنَّ لَفْظَ الصَّحِيْحِ يَقْتَضِىْ اَنْ يَكُوْنَ غَيْرُ هَا غَيْرَ الصَّحِيْحِ .

ترجمہ: لفظ صحیح اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس کا غیر "غیر صحیح" ہے اور امام محمد بن علی اور امام احمد رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ جو روایت مجہول یا مردود ہو تو زمانے کی مصلحت اور تقاضے کی وجہ سے اس پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔ رہی غیر صحیح روایت تو کسی زمانے میں صحیح نہیں ہوتی ہے۔

نیز حضور ﷺ کے اہل بیت کے نسب کے ثبوت میں کئی احادیث وارد ہیں ۔

حدیث (١): صحاح الاحادیث میں ہے:

لَمَّا نَزَلَتْ "نَدْعُ اَبْنَائَنَا وَاَبْنَائَكُمْ" دَعَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ حَسَناً وَ حُسَيْنًا فَقَالَ هٰؤُلَاءِ اَبْنَاؤُنَا وَاَنْفُسُنَا.

ترجمہ: جب کفار (نجران کے عیسائی) حضور ﷺ کے پاس مباہلہ کی غرض سے آئے تو انھوں نے کہا اے محمد! ﷺ آپ اپنے فرزندوں کے ساتھ آئیں اور ان کے نام کی قسم کھائیں کہ آپ نبی برحق ہیں [اور یہ عادت جاہلوں کی ہے کہ وہ اپنے بیٹوں کی قسم کھاتے ہیں۔] لٰہذا جو جھوٹا ہوگا اس پر ہم لعنت کریں گے۔ چنانچہ حضور ﷺ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ یہ ہمارے لڑکے حسن

وحسین موجود ہیں تووہ لوگ ڈر گئے اور مال وسامان چھوڑ گئے۔

حدیث② : مشکوٰۃ میں ہے، جسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے:

ھٰذَانِ اِبْنَائِیْ وَابْنَابِنْتِیْ.[1] یعنی مصطفٰے جان رحمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ حسن و حسین میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔

حدیث③ :

وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا۔ [بنی اسرائیل: ۵۸]

تفسیر ''مغنی'' میں فرمایا:

مِنْ عَلَامَاتِ آخِرِ الزَّمَانِ اَنَّ اللهَ تَعَالٰی يَفْتَحُ عَلٰى يَدِ رَجُلٍ مِنْ اَهْلِ بَيْتِيْ يُقَالُ لَهٗ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَتّٰى يَصِيْرُ الدُّنْيَا شَرْ قاً وَ غَرْ باً عَدْلاً وَّ سُرُوْراً اِلٰى نُزُوْلِ عِيْسٰى.

ترجمہ: قربِ قیامت کی علامات میں سے ایک یہ ہے کہ سادات کرام میں سے ایک سید بادشاہ ہوگا اور مشرق و مغرب ان کے قبضہ میں ہوگا اور ان کا نام سید السادات محمد بن عبداللہ [یعنی امام مہدی] ہوگا۔ اس وقت دنیا میں عدل و انصاف اور نور و سرور کا دور دورہ ہوگا۔ عیسیٰ علیہ اسلام کے نزول تک ۔

''تفسیر عروس'' میں ہے کہ سید السادات سلطان محمد بن عبد اللہ دنیا کے تمام بت کدوں کو مسمار کر دیں گے اور الٹ پلٹ دیں گے اور یہ دلیل ہے کہ پرانے گرجا گھر توڑے جائیں گے۔آمین ! یارب العالمین۔

حدیث③ : کتاب ''شرف النبوّۃ'' میں ہے:

اَلنُّجُوْمُ اَمَانٌ لِاَهْلِ السَّمَاءِ وَاَهْلُ بَيْتِيْ اَمَانٌ لِاَ هْلِ الْاَرْضِ فَاِذَاذَهَبَ ذَهَبَ النُّجُوْمُ اَتَى لِاَهْلِ السَّمَاءِ مَا يُوعَدُوْنَ وَاِذا ذَهَبَ اَهْلُ بَيْتِيْ اَتٰى لِاَهْلِ الْاَرْضِ مَايُوْعَدُوْنَ.

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ستارے آسمان والوں کے لیے باعث امن وامان ہیں اور میرے اہل بیت زمین والوں کے لیے باعث امن و امان ہیں۔ جب ستارے

---

۱ : مشکوٰۃ المصابیح، کتاب المناقب، باب مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ص: ۱۷۳۷، رقم الحدیث: ۶۱۵۶

ختم ہو جائیں گے تو آسمان والوں کے لیے قیامت قائم ہو جائے گی اور میرے اہل بیت نہ رہیں گے تو زمین والوں کے لیے قیامت قائم ہو جائے گی۔

''سنن ترمذی'' میں ہے کہ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو تمام صحابہ ابن الرسول کہہ کر پکارتے تھے اور تابعین امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد کو اولاد رسول پکارتے تھے۔

''مضمرات'' کے باب قیاس میں یہ حکایت ہے کہ ایک دن امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی راستے پر چل رہے تھے کہ اس بیچ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہو گئی تو آپ نے امام اعظم سے فرمایا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ آپ قرآن پاک اور ہمارے جد امجد کی احادیث کو چھوڑ کر قیاس واجتہاد پر عمل کرتے ہیں۔ امام اعظم نے عرض کی کہ اے فرزند رسول ﷺ! آپ ہمارے تین سوالوں کے جواب عطا فرما دیں۔

اوّل: پیشاب زیادہ ناپاک ہے یا منی؟

حضرت امام باقر نے فرمایا: زیادہ ناپاک پیشاب ہے۔ امام اعظم نے کہا: اگر میرا قول قیاس سے ہوتا تو میں ہر پیشاب کے بعد غسل کا حکم دیتا۔

دوم: مرد عورت میں کمزور کون ہے؟

آپ نے فرمایا: عورت ہے۔

اس پر امام اعظم نے عرض کیا کہ اگر میرا قول قیاس سے ہوتا تو وراثت میں عورت کو دو حصے کا حکم دیتا، اور مرد کو ایک حصّہ۔

سوم: نماز افضل ہے یا روزہ؟

آپ نے فرمایا: نماز ہے

حضرت امام اعظم نے فرمایا: اگر میرا قول قیاس سے ہوتا تو میں کہتا کہ حیض والی عورتیں نماز کی قضا کریں۔ اس پر سید السادات امام المتقین امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے ان کی تعریف کی اور دعائیں دیں۔ یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ اولاد رسول سے ایسے طریقے سے بحث کریں کہ وہ شکستہ خاطر نہ ہوں، اور اس بات کی بھی دلیل ہے کہ اولاد رسول اللہ ﷺ کو یا ابت یا ابی اور یا جدی پکار سکتے ہیں۔ اس لیے کہ اگر یہ جائز نہ ہوتا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ امام باقر رضی اللہ عنہ کو منع فرما دیتے۔

باب ششم

﴿حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں سادات کی قرابت کو وسیلہ بنانے کے بیان میں﴾

قال اللہ تعالیٰ: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجٰھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ [المائدۃ: ۳۵]

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ان کی بارگاہ میں وسیلہ تلاش کرو۔

یعنی مومنوں کو چاہیے کہ گناہوں سے پرہیز کریں اور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں ساداتِ کرام کا وسیلہ ڈھونڈیں کیوں کہ نبی کریم ﷺ کے فرزندوں اور ان کے قرابت داروں کو چھوڑ کر وسیلہ مفید نہیں۔ جو شخص اولادِ رسول ﷺ کی قرابت کا وسیلہ اختیار کرتا ہے، وہ عقل و تمیز والا ہوتا ہے اور وہ ساداتِ کرام کو لڑکی (نکاح میں) دیتا ہے اور ان کی بیٹی اپنے گھر نہیں لاتا ہے اگر قریشی ہو ورنہ دوسرے لوگ تو سادات کے لیے کفو نہیں ہیں۔ اس قرابت کو ”قرابتِ سببی“ کہتے ہیں۔

حدیث ①: کتاب ”تشریح“ میں ہے:

عَنْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ: کُلُّ سَبَبٍ وَ نَسَبٍ یَنْقَطِعُ بِالْمَوْتِ اِلَّا سَبَبِیٌّ وَ نَسَبِیٌّ. [۱]

ترجمہ: حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مرنے کے بعد ہر رشتہ اور ناطہ ختم ہو جاتا ہے سوائے ہمارے فرزندوں اور قرابت داروں کے۔ لہذا اس سے معلوم ہوا کہ آیت کریمہ: فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَھُمْ یَوْمَئِذٍ وَّ لَا یَتَسَآءَلُوْنَ ۔[المومنون:۱۰۱] (تو نہ ان میں رشتے رہیں گے اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھے) غیر سادات کے حق میں ہے۔

حدیث ②: مَنْ بَطَّأَ بِہٖ عَمَلُہٗ لَمْ یُسْرِع بہ نسبہ. [۲]

۱: تفسیر ابن کثیر، سورۃ المومنون، آیۃ:۱۰۱۔۱۰۴، ج:۱۰، ص:۱۵۰، ط: موسسۃ قرطبۃ، القاھرۃ۔ میں ہے: کُلُّ سَبَبٍ و نسب فانہ منقطع یوم القیامۃ الا سببی و نسبی.

۲: کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار، باب: فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن، رقم الحدیث ۲۶۹۹۔

ترجمہ: جو عمل میں پیچھے ہو اس کا حسب و نسب اسے آگے نہیں بڑھا سکتا۔

یعنی جو اولادِ رسول نہیں ہیں وہ اگر عمل میں سستی کریں تو ان کا نسب انھیں آگے نہیں کر سکتا اور ان کے نسب سے ان کو چھٹکارا نہیں ملے گا پس جو شخص قدرت و طاقت کے باوجود عمل (اچھے کام) کرنے سے دور رہے، وہ بزرگی سے محروم رہے گا۔

شرحِ خصّاف باب النکاح میں یہ قصہ مذکور ہے:۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ لَمَّا خَطَبَ أُمَّ كُلْثُومَ بِنْتَ عَلِيٍّ فَقَالَ عَلِيٌّ إِنَّهَا صَغِيْرَةٌ إِنْ رَضِيَتْ فَهِيَ اِمْرَأَتُكَ.

هٰكذَا ذَكَرَ الْخَصّافُ هٰذَا الْحَدِيْثَ وَلَمْ يَذْكُرْ تَمَامَهٗ لِاَنَّ عُمَرَ لَمَّا خَطَبَ أُمَّ كُلْثُومَ وَاعْتَذَرَ عَلِيٌّ قَالَ إِنَّهَا صَغِيْرَةٌ فَقَالَ عُمَرُ مَالِيْ حَاجَةٌ إِلَى النِّسَاءِ وَلٰكِنْ اَبْتَغِی الْوَسِيْلَةَ اِلٰی مُحَمَّدٍ ﷺ وَهُوَ يَقُوْلُ:

كُلُّ سَبَبٍ وَ نَسَبٍ يُنْقَطِعُ بِالْمَوْتِ اِلّا سَبَبِی وَ نَسَبِي فَزَوَّجَهَا عَلِيٌّ إِيَّاهٗ بِمَهرِ أَرْبَعِينَ الْفَ دِرْهَمٍ فَسَاقَ ذَالِكَ كُلَّهٗ عُمَرُ فَزَفَّتْ اليه وَهِیَ اِبْنَةُ اَرْبَعِ سِنِيْنَ او مَابَيْنَ الْاَرْبَعِ الی خَمسٍ وَ كانَ عُمَرُ اِبْنَ سِتِّينَ سَنَةً فَاجْلَسَهَا عُمَرُ الٰی جَنْبِهٖ فَرَفَعَ مِيْزَرَهَا وَ مَسَحَ بِيدِهٖ عَلٰی رَاسِهَا فَجرّدَ سَاقَهَا فَرَفعَتْ يَدَهَا وَكَادَتْ اَنْ تَلْطِمَهٗ فَقَالَتْ لَوْلَا اَنّكَ اَمِيْرَ الْمُوْمِنِيْنَ لَلَطَمْتُكَ عَلٰی خَدِّكَ فَقَالَ عُمَرُ دَعُوْهَا فَاِنَّهَا هَاشِمِيَّةٌ وَ قَرْشِيَّةٌ.[۱]

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ اپنی دختر اُمِ کلثوم کو جو کہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے بطن سے ہے میرے عقد میں دے دیں۔ اس وقت ام کلثوم کی عُمر چار سال اور حضرت عمر کی عمر ساٹھ سال تھی۔ کم سن ہونے کی وجہ سے حضرت علی نے معذرت پیش کی اور فرمایا اگر وہ ام کلثوم اس کے لیے راضی ہو جائے تو میں اسے آپ کے عقد میں دے دوں گا۔ اس پر حضرت عمر نے فرمایا: مجھے اب نکاح کی ضرورت نہیں ہے کیوں کہ میں شیخ فانی ہو چکا ہوں لیکن نبی کریم ﷺ کی نسبت

۱: البدایۃ والنہایۃ، الفضائل والتراجم، فضائل الصحابۃ، فضل الخلفاء الراشدین، فضل عمر۔

کا شرف حاصل کرنے کی غرض سے نکاح کا خواہش مند ہوں اور میرا یہ عمل اللہ عزوجل کے اس قول کے مطابق ہے: ''وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ'' یعنی میں چاہتا ہوں کے مجھے حضور ﷺ سے نسبت کا اعزاز حاصل ہو جائے، لوگ مجھے داماد کہہ کے پکاریں، اور حدیث میں گزرا کہ مرنے کے بعد ہر رشتہ ختم ہو جاتا ہے، سوائے ہمارے سببی اور نسبی رشتے کے۔

اور میری خوشی اور مسرت کی وجہ یہ ہے کہ مجھے یہ عظیم نعمت ملی ہے اور انھوں نے اس حق کی رعایت کو ادا کر دیا ہے اور بیشک وہ لوگ جو ابدی دولت سے سرشار ہوتے ہیں وہی اس کی قدر و منزلت جانتے ہیں۔ اس لیے کہ بادشاہ کا مرتبہ کیا ہے وزیر اور خاص لوگ ہی جانتے ہیں اور جو لوگ بارگاہِ الٰہی سے بھگا دیے گئے ہیں' وہ مال فانی کے مشتاق اور کمترین قیمت کو جمع کرنے میں لگے رہتے ہیں تو وہ ان عظیم نعمتوں کو کیا جانیں گے۔

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نکاح میں دے دیا اور حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کل مہر چالیس ہزار درہم تھی جس کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ادا کیا اور وہ ان کے پاس دلہن بن کر آئیں ان کو اپنے گھر لے آئے، حضرت عمر نے اپنے پہلو میں بٹھا کر ہاتھ سے ان کے گھونگھٹ کو اوپر کیا، اپنا ہاتھ ان کے سر پر پھیرا اور پنڈلی سے کپڑا ہٹایا تو حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا اور کہا کہ اگر آپ امیر المومنین نہیں ہوتے تو آپ کو طمانچہ رسید کر دیتی۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کی بات کسی کو دل پر نہیں لینی چاہیے۔ کیوں کہ یہ ہاشمی اور آلِ قریش میں سے ہیں۔ آپ نے ایسا اس لیے کیا تا کہ لوگ جانیں کہ یہ رعایت نسب کی وجہ سے ہے۔

''خزانۂ جلالی'' میں ہے کہ سیدہ ام کلثوم کی وفات کم عمری میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے گھر ہوئی۔ خلاصۂ کلام کل قیامت کے دن کسی کو ان کے آبا و اجداد کے نام سے نہیں پکارا جائے گا سوائے اولادِ رسول ﷺ کے۔

حدیث ۳: ''بستان'' اور ''شرف النبوۃ'' میں ہے:

إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ نَادَىٰ مُنادٍ غُضُّوْا اَبْصَارَ كُمْ حَتّٰى تَمُرَّ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ ﷺ. [۱]

ترجمہ: جناب محمد مصطفٰے ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ایک منادی ندا کرے گا کہ تم اپنی نگاہوں کو جھکا لو کہ محمد مصطفٰے ﷺ کی صاحب زادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا گزرنے والی ہیں۔ تو معلوم ہو گیا کہ حضور ﷺ کی نسبتِ فرزندی و نسبی منقطع نہیں ہوتی ہے۔

سوال: حضور ﷺ نے فرمایا: اے اولادِ بنی ہاشم! اپنے آپ کو بذاتِ خود جہنم سے بچاؤ! اے اولادِ عبد المطلب! اپنے آپ کو بذاتِ خود دوزخ سے بچاؤ اور اے فاطمہ! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ یعنی نیک عمل کرو۔ پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کل قیامت کے دن کوئی شخص نسب کی وجہ سے چھٹکارا نہیں پائے گا۔ جیسا کہ ''مشارق'' میں ہے۔

حدیث ④: يَا بَنِيْ هَاشِمَ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ وَ يَا عَبْدَ الْمُطَّلِبِ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ وَ يَافَاطِمَةُ اَنْقِذِيْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ وَإِنِّيْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ شَيْئًا غَيْرَ اَنَّ لَكُمْ رَحْماً. [۲]

جواب: ''آثارِ علمی'' میں ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔

سوال: بعض کہتے ہیں کہ حدیث میں ہے: جو سید زادہ فسق کرے، وہ میرے فرزندوں میں سے نہیں؟

جواب: اگر اس حدیث کو درست مان بھی لیا جائے تو ''فرزندانِ من نباشد'' کی تاویل یہ ہے کہ ان میں میری خصلت نہیں ہوگی جیسا کہ حضور علیہ السلام کا قول ہے: ''اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِيْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ'' یعنی وہ میرے طور طریقے پر نہیں ہے کیوں کہ فرزندی اور حسب و نسب کے لیے اتباع و پیروی شرط نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''یا بنی آدم'' یا ''بنی اسرائیل''۔ بالفرض اگر یہ حدیث درست بھی ہو تو یہ زجر و توبیخ کے لیے ہے۔

۱: العلل المتناھیہ لابن جوزی، ج:۱، ص ۲۶۳، طبع: دار الکتب العلمیہ، بیروت

۲: مسلم شریف کتاب الایمان، باب بیان ان من مات علی الکفر، حدیث نمبر، ۲۰۴

فالحاصل: نیک طینت اور عالی خاندان کے لوگوں کو چاہیے کہ اس شریف جماعت (سادات) کی قدر و منزلت جانیں اور اس عظیم الشان گروہ (سادات) کی رعایت کریں اور اسی بنا پر علما نے کہا ہے کہ عربی قریشی کا کفو نہیں ہے اور عجمی عربی کا کفو نہیں ہے اس لیے کہ اشراف کی لڑکیوں کی قدر اشراف ہی جانتے ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے: "اَلْجِنْسُ مَعَ الْجِنْسِ يَمِيْلُ" ترجمہ: جنس جنس کے ساتھ میلان رکھتی ہے۔

اور "خانیہ" میں ہے: "غَيْرُ الْقُرَيْشِيِّ مِنَ الْعَرَبِ لَا يَكُوْنُ كُفُواً لِلْقُرَيْشِيِّ وَلَا يَكُوْنُ الْمَوَالِيْ كُفُواً لِلْعَرَبِ"

ترجمہ: غیر قریشی جو عربی ہو وہ قریشی کا کفو نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی آزاد کردہ غلام یا باندی عربی کا کفو ہوتا ہے۔

اور "کافی" میں ہے:

قَالَ شَيْخُ الْإِسْلَامِ اَلْكِفَاءَةُ فِيْ الْمَوَالِيْ تُعْتَبَرُ بِالْإِسْلَامِ لَا بِالنَّسَبِ وَالْقُرَيْشِيُّ مَنْ كَانَ مِنْ وُلْدِ نَضْرٍ وَالْهَاشِمِيُّ مَنْ كَانَ مِنْ وُلْدِ هَاشِمٍ وَالْعَرَبِيُّ مَنْ جَمَعَهُمْ اَبٌ فَوْقَ النَّضْرِ وَالْمَوَالِيْ سِوَاهُمْ.[۱]

ترجمہ: اور آزاد کردہ غلام / باندی میں کفو کا اعتبار اسلام کی وجہ سے ہے نہ کہ نسب کی وجہ سے۔ قریشی جو نضر کی اولاد میں سے ہو اور ہاشمی جو ہاشم کی اولاد میں سے ہو اور عربی جن کو نضر کے اوپر ایک باپ نے جمع کیا ہو اور موالی (آزاد کردہ غلام یا باندی) ان کے علاوہ ہیں۔

"ذخیرہ" اور "نوازل" میں ہے:

اِنَّ الْمَالَ فِيْ الْكِفَاءَةِ لَا تُعْتَبَرُ قَالَ اَبُوْ الْقَاسِمِ اَنَا اُفْتِيْ بِهٖ.[۲]

ترجمہ: کفاءت میں مال کا اعتبار نہیں۔ امام ابوالقاسم فرماتے ہیں کہ میں اسی پر فتویٰ دیتا ہوں۔

اَلْكِفَاءَةُ فِيْ الْمَالِ مُعْتَبَرَةٌ فِيْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ..[۳]

۱: فتاوی تاتارخانیہ، کتاب النکاح، الفصل الخامس عشر فی الکفاءۃ، ج:۴، ص:۱۳۶، طبع: مکتبہ زکریا، دیوبند۔
۲: الذخیرۃ البرہانیہ، کتاب النکاح، الفصل التاسع فی الکفاءۃ، ج:۳، ص:۳۰۰، طبع: دار الکتب العلمیہ، بیروت
۳: فتاویٰ تاتارخانیہ، کتاب النکاح، الفصل الخامس عشر فی الکفاءۃ، ج۴، ص:۱۳۳، طبع: مکتبہ زکریا، دیوبند۔

ترجمہ: اور ظاہر الروایۃ میں ہے کہ کفاءت میں مال کا اعتبار ہے۔

"جمع الجوامع" میں ہے:

اَلْعَالِمُ لِلسُّلْطَانِ كُفُوٌّ وَاِنْ لَمْ يَمْلِكْ مَايُنْفِقُ وَالْعَبْدُ لَايَكُوْنُ كُفُواً لِلْحُرَّةِ كَيْفَ كَانَ وَ اَيْنَ كَانَ اَیْ سَوَاءٌ كَانَ فَقِيْهاً اَوْ ذَا مَالٍ وَ كَذٰلِكَ الْمُعْتَقُ لِلْحُرَّةِ الْاَصْلِيَّةِ وَالْاَصْلِیُّ مَنْ لَمْ يَكُنْ مِنْ آبَائِهٖ مَمْلُوْكُ الْغَيْرِ اَوْ مُعْتَقاً لِاَحَدٍ وَقِيْلَ لَمْ يَكُنْ سُوْقِيًّا وَقِيْلَ اَلْاَصِلِیُّ مَنْ يَقُوْلُ النَّاسُ اَصْلِيًّا.

ترجمہ: اور عالم بادشاہ کا کفو ہے، اگر چہ جو خرچ کیا جائے اس کا مالک نہ ہو اور غلام، آزاد عورت کا کفو نہیں خواہ وہ کیسا بھی ہو یعنی چاہے وہ فقیہ ہو یا مالدار اور اسی طرح آزاد کردہ غلام اصلی آزاد عورت کا کفو نہیں ہو سکتا اور اصلی یہ ہے کہ اس کے آبا و اجداد میں سے کوئی بھی کبھی کسی کی ملکیت میں نہ رہا ہو یا کسی کا آزاد کردہ غلام نہ رہا ہو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اصلی وہ ہے جو کبھی بھی بازاری نہ رہا ہو اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اصلی وہ ہوتا ہے، جسے عام لوگ اصلی کہیں۔

"ذخیرہ" میں ہے:

مُعْتَقُ اَشْرَافِ الْقَوْمِ يَكُوْنُ كُفُواً لِلْمَوَالِی وَالْمَوَالِیْ الْمَوَاضِعُ اَیِ الْاَرَاذِلِ لَايَكُوْنُ كُفُواً لِمُعْتَقِ الْاَشْرَافِ حَتّٰی اَنَّ مُعْتَقَ الْعَرَبِیِّ لَا يَكُوْنُ كُفُواً لِمُعْتَقِ الْهَاشِمِیِّ وَكَانَ لِمَوَالِيْهَا حَقُّ النَّقْصِ.[۱]

ترجمہ: قوم کے اشراف کا آزاد کردہ غلام دوسرے کے آزاد کردہ کا کفو ہوگا اور رذیل آزاد کردہ غلام اشراف کے آزاد کردہ غلام کا کفو نہیں ہوگا یہاں تک کہ عربی کا آزاد کردہ غلام ہاشمی کے آزاد کردہ غلام کا کفو نہیں ہوگا اور اس کے نقص کا حق اس کے آقا کے لیے ثابت ہوگا۔

"تشریح" اور "تاتارخانیہ" میں ہے:

اَلْحَسْبُ لَا يُعْتَبَرُ فِی الْكِفَاءَةِ وَالْحَسَبُ: اَلْعِلْمُ وَالْمَالُ وَالتَّقْوٰی وَقِيْلَ مَكَارِمُ الْاَخْلَاقِ.[۲]

۱: فتاویٰ تاتارخانیہ، کتاب النکاح، ج:۴، ص ۱۳۷، مطبع: مکتبہ زکریا، دیوبند۔

۲: تاتارخانیہ، کتاب النکاح، الفصل الخامس عشر فی الکفاءۃ، ج:۴، ص ۱۳۷۔۱۳۸، مطبع: مکتبہ زکریا، دیوبند۔

وَقِيْلَ اَلْحَسَبُ يُوْدِيْ بَعْضَ النَّسَبِ وَقِيْلَ اَلْحَسَبُ اَفْضَلُ مِنَ النَّسَبِ وَاتَّفَقُوْا عَلٰى اَنَّ نَسَبَ رَسُوْلِنَا ﷺ اَفْضَلُ الْاَنْسَابِ وَاخْتَارُوْا عَلٰى اَنَّ الْعَلَوِيَّ اَوِالْاَ صِيْلَ اِذَا تَوَطَّنَ فِى الْبِلَادِ وَالْمَوَاضِعِ الَّتِيْ لَمْ يَكُنْ فِيْهَا اَحَدٌ مِنْ جِنْسِهٖ اَوْ كَانَ مِنْ جِنْسِهٖ وَلٰكِنْ يُعْرِضُ عَنْهُ وَ يَسْتَكْرِهُ لِفَقْرِهٖ اَوْ بِسَبَبٍ اٰخَرَ فَالْاَوْلٰى اَنْ يَّنْكِحَهَا الْعَالِمُ اَوِالزَّاهِدُ اَوْذَامَالٍ كَيْفَ كَانَ وَاَيْنَ كَانَ وَاِلَّا فَلِمَنْ شَاءَ لِلضَّرُوْرَةِ وَتَسْكِيْناً لِلْفِتَنِ وَلَا يَكُوْنُ لِوَلِيِّهَا حَقُّ الْاِعْتِرَاضِ وَالْفَسْخِ لِلُحُوقِ الْعَارِ اِلَى الْوَلِيِّ وَالضَّرُوْرَاتُ تُبِيْحُ الْمَحْظُوْرَاتِ.

ترجمہ: کفاءت میں حسب کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور حسب علم ومال اور تقویٰ ہے اور مکارم اخلاق بھی اور حسب بعض نسب کو کالعدم کر دیتا ہے اور کہا گیا ہے کہ حسب، نسب سے افضل ہے۔ اور فقہا کا اتفاق ہے کہ ہمارے رسول ﷺ کا نسب تمام نسبوں میں افضل ہے اور انہوں نے اس بات کو اختیار کیا ہے اس بات کو کہ سادات کرام جب کسی دوسرے شہر کو اپنا وطن بنائیں کہ جس میں ان کی جنس (برادری) کا کوئی نہ ہو یا ان کی جنس کا ہو لیکن ان سے اعراض کرتا ہے اور ان کی مفلسی کی وجہ سے انہیں ناپسند کرتا ہے یا کوئی اور وجہ سے تو بہتر یہ ہے کہ عالم یا زاہد یا مالدار اس سے نکاح کرلے جیسا ہو اور جہاں کہیں ہوں۔ ورنہ ضرورت کے تحت اور فتنے کو خاموش کرنے کے لیے جس سے چاہے کرے اور اس کے ولی کو اعراض اور فسخ کا حق نہیں ہوگا ننگ و عار کی وجہ سے کہ ضرورت محظورات (ناجائز کاموں) کو مباح اور جائز کر دیتی ہے۔

اور ''جامع صغیر'' میں ہے:

اِذَازُوِّجَتْ بِغَيْرِ كُفُوٍ قَالَ اَبُوْ بَكْرِ الْعِيَاضُ رحمةُ اللهِ عَلَيْهِ لَا يَنْعَقِدُ وَبِهٖ نَاخُذُ.[1]

وَفِى الْخَانِيه قَبِيْلَةٌ بِقَبِيْلَةٍ كُفُوءٌ وَاِنْ كَانَ لِبَعْضِ الْقَبَائِلِ شَرَفٌ عَلٰى

۱: فتاویٰ تاتار خانیہ، کتاب النکاح، الفصل الخامس عشر فی الکفاءۃ، ج:۴، ص:۱۳۴، مطبع: مکتبہ زکریا، دیوبند۔

بَعْضٍ كَالْحَسَنِيَّةِ وَالْهَاشِمِيَّةِ.[۱]

وَفِي الْخَانِيَةِ: عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالىٰ عَنْهُ اَلنَّاسُ بَعْضُهُمْ كُفُوْءٌ لِبَعْضٍ اِلَّا حَائِكًا و حجَّامًا و دَبَّاغًا و كناسًا.[۲]

ترجمہ: جب غیر کفو میں نکاح ہو تو امام ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ منعقد نہیں ہو گا اور اسی پر ہمارا عمل ہے۔

اور ''خانیہ'' میں ہے کہ ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ کا کفو ہے اگرچہ بعض قبیلہ بعض پر شرف رکھتا ہو جیسے حسنیہ اور ہاشمیہ اور ''خانیہ'' میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں میں سے بعض بعض کے کفو ہیں سوائے کپڑا بُننے والے، حجام، دباغت دینے والے اور جھاڑو دینے والے۔

نیز ان لوگوں کی پانچویں قسم بھی ہے کہ اس کا کوئی کفو نہیں ہے اور وہ ترکش بند ہے کیوں کہ وہ ظالم کی خدمت کرتا ہے۔

''محیط'' میں ہے:

رَوىٰ الْحَسَنُ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رِضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي الْوَقَايَةِ وَ عَلَيْهِ الْفَتْوىٰ وَالْقَاضِيْ خَان وَلَا يَكُوْنُ التَّفْرِيْقُ بِذٰلِكَ اِلَّا عِنْدَ الْقَاضِيْ يَفْسَخُ الْعَقْدَ بَيْنَهُمَا وَقِيْلَ فِيْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ صَحَّ النِّكَاحُ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَهُوَ قَوْلٌ آخرُ عَنْ اَبِيْ يُوْسُفَ وَ مُحَمَّدٍ عَلىٰ اَنَّ قَبْلَ التَّفْرِيْقِ ثَبَتَ فِيْهِ حُكْمُ الطَّلَاقِ وَالظِّهَارِ وَ غَيْرِذَالِكَ وَ لٰكِنْ لِلْاَوْلِيَاءِ حَقُّ الْفَسْخِ.[۳]

ترجمہ: حضرت امام حسن شیبانی رضی اللہ عنہ نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی اور اسی پر فتویٰ ہے کہ ان میں تفریق (جدائی) قاضی کے پاس ہی کرائی جائے کہ ان کا عقد فسخ کر دے۔

۱: فتاویٰ تاتارخانیہ، کتاب النکاح، الفصل الخامس عشر فی الکفاءۃ، ج:۴، ص:۱۳۲، مطبع: مکتبہ زکریا، دیوبند۔

۲: فتاویٰ تاتارخانیہ، کتاب النکاح، الفصل الخامس عشر فی الکفاءۃ، ج:۴، ص:۱۳۹-۱۴۰، مطبع: مکتبہ زکریا، دیوبند۔

۳: فتاویٰ تاتارخانیہ، کتاب النکاح، الفصل الخامس عشر فی الکفاءۃ، ج:۴، ص:۱۴۰، مطبع: مکتبہ زکریا، دیوبند۔

اور ”ظاہر الروایہ“ میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نکاح صحیح ہے اور یہ آخری قول امام ابو یوسف اور امام محمد سے مروی ہے اس بنیاد پر کہ تفریق (جدائی) سے پہلے اس میں طلاق وظہار وغیرہ کا حکم ثابت ہو چکا ہے لیکن اولیا کو حق فسخ حاصل ہو گا۔

شرح طحاوی میں ہے:

عَنْ اَبِیْ یُوْسُفَ رِوَایَۃٌ اُخْریٰ اِذَا زُوِّجَتِ الْمَرْأَۃُ بِغَیْرِ کُفُوءٍ فَاِنَّ الْقَاضِیْ یَفْسَخُ الْعَقْدَ بَیْنَھُمَا وَجُعِلَ اَصْلُہٗ غَیْرَ جَائِزٍ وَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ فِیْ ظَاھِرِ الرِّوَایَۃِ اَلْعَقْدُ مَوْقُوْفٌ عَلیٰ اِجَازَۃِ الْوَلِیِّ.

ترجمہ: امام ابو یوسف سے ایک دوسری روایت ہے کہ جب عورت کا نکاح غیر کفو میں ہو تو قاضی ان کے درمیان عقد کو فسخ کر دے گا کیوں کہ اصل عقد کو ناجائز قرار دیا گیا ہے اور ”ظاہر الروایۃ“ میں امام محمد سے مروی ہے کہ عقد ولی کی اجازت پر موقوف ہو گا۔

”خلاصہ“ یہ ہے کہ عربی قریشی کا اور عجمی عربی کا اور غلام آزاد کا کفو نہیں ہے یعنی نکاح نہیں ہے اور علم، تقویٰ اور پیشہ بھی معتبر نہیں ہے۔ اس لیے کہ ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کا کفو ہے اگر چہ ان میں ایک فاسق اور دوسرا صالح ہو اور قبیلہ ایک باپ کی اولاد کو کہتے ہیں اور بعض کے نزدیک کفو ایک پیٹ دوسرے پیٹ کا ہے اس لیے کہ رذیل آدمی فضیلت والوں کی قدر کو نہیں جانتے ہیں

جیسا کہ لوگ کہتے ہیں:

اِذَا مَلَکَ الْاَرَاذِلُ ھَلَکَ الْاَفَاضِلُ وَدَوْلَۃُ الْاَشْرَارِ مِحْنَۃُ الْاَبْرَارِ.

ترجمہ: جب رذیل قسم کے لوگ مالک ہو گئے تو فضل و شرف رکھنے والے ہلاک ہو گئے اور شریف لوگوں کی حکومت نیک لوگوں کے لیے آزمائش ہے۔

لہٰذا لوگوں کو چاہیے کہ نسب کی بلندی اور قدامت کو دیکھیں نہ کہ مال جیسا کہ قریشی کی عادت ہوتی ہے کہ غیر اشراف کو بیٹی نہیں دیتے، اگر چہ سر پر تاج سلیمانی رکھے اور اشراف ہی کو دیتے ہیں، اگر چہ ایک رات کی روٹی بھی ہاتھ میں نہ رکھے۔ اس لیے کہ مال ختم ہو جانے والی چیز ہے اور نسب کی بلندی باقی رہنے والی ہے۔

سوال: اس میں کیا حکمت ہے کہ مصطفیٰ جان رحمت ﷺ نے ملکی اور حکومتی خلافت کو اولاد فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے خاص نہیں فرمایا، بلکہ آپ نے دعا فرمائی: الٰہی رزق آلِ محمد قوت کن" یعنی اے پروردگار عالم تو آلِ محمد ﷺ کے رزق میں برکت فرما۔؟

جیساکہ "مشارق" اور "کشاف" میں ہے۔

جواب اول: اس لیے کہ حکومتی کام کاج مکمل طور پر جنگ اور عداوت ہے اور کوئی عقلمند آدمی اپنی اولاد کے متعلق نہیں چاہے گا کہ لوگ ان کے دشمن ہوں

دوم: جب سادات کی محبت ایمان ہے اور ان سے بغض کفر ہے اور لوگوں کی طبیعت بادشاہت کی لالچ میں بغض وعناد پر قائم رہتی ہے لہٰذا افقر زیادہ مناسب ہے۔

سوم: اور جب آخرت کی بادشاہت جو کہ ہمیشہ رہنے والی ہے اور وہ ان لوگوں (سادات) کو حاصل ہے تو دنیا کی ختم ہونے والی بادشاہت میں یہ خود کو مشغول نہیں کرتے۔

سوال: کیا حکمت ہے کہ بعض نا اہل لوگ سادات کی توہین اور ان پر جفاو زیادتی میں کوشش کرتے ہیں اور کبھی انھیں غیر سید اور جاہل وغیرہ کہتے ہیں؟

جواب اول: اس لیے کہ جب یہ سادات حضور علیہ السلام کے صلبِ مبارک میں تھے، اسی وقت نااہلوں کے ظلم وجفا برداشت کر چکے تھے نیز تمام انبیاے کرام نے ظلم وجفا برداشت کیا ہے خود ہمارے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ کو شاعر وساحر و کاہن و کذّاب کہا گیا ہے معاذ اللہ! لہٰذا ساداتِ کرام کو یہ ظلم وجفاوراشت میں حاصل ہے۔ ع

سنگ نا اہلاں خورد شاخے کہ باشد میوہ دار

ترجمہ: پھل دار درخت ہی نااہلوں کا پتھر کھاتا ہے۔

فرد:

بید بارے فارغ است از سنگ ہر تر دامنے

ترجمہ: بید کا درخت کبھی جرم وگنہ گاری کے باوجود پتھر سے محفوظ رہتا ہے۔

دوسرا جواب: ہر چیز کی ایک ضد ہے افاضل کی ضد اراذل، عقل مند کی ضد بیوقوف اور سید کی ضد شقی.... فهم من فهم.

حکایت:

حکایت بیان کی جاتی ہے کہ سلطانِ بلخ کی بہت ساری بیٹیاں تھیں اور وہ ان کے کفو کو لے کر اکثر فکر مند رہتا تھا، ایک دن اپنے وزیر سے کہا کہ میں بیٹیوں کے کفو کے سلسلے میں فکر مند رہتا ہوں، وزیر نے علما و فقہاء کو جمع کیا اور ان سے مشورہ کیا اور آخر میں اس مشورے پر دل مطمئن ہوا کہ بادشاہ کی بیٹیوں کو اولادِ رسول کے عقد میں دیں کیوں کہ ان سے افضل و اعلیٰ کوئی نسب نہیں ہے کیوں کہ حضور علیہ السلام کے لحاظ سے نبی زادہ، قریشی اور ہاشمی زادہ ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اعتبار سے سے ولی زادہ، شیخ، عالم فقیہ، خلیفہ اور سلطان زادہ ہیں وزیر نے بادشاہ کے سامنے یہ کیفیت بیان کی، بادشاہ نے اس مشورے کو بہت پسند کیا اور خلعت سے نوازا اور تمام بیٹیوں کو سادات کے حوالے کر دیا۔ اور کہا کہ میں نے سعادتِ تمام اور دولتِ عظمیٰ حاصل کر لی کہ اب میں فرزندانِ رسول علیہم السلام کا نانا، پرنانا ہو جاؤں گا اور ہمارے بیٹے اور بیٹیاں ان کے ماموں اور خالہ ہونے کا شرف پاجائیں گے، اے پروردگار! ہم سب کو اس سعادت کی توفیقِ رفیق عطا فرما۔ اَللّٰھُمَّ اِھْدِ قَوْماً لَا یَعْلَمُوْنَ۔

☆☆☆

باب ہفتم

ساداتِ کرام کے اَسما والقاب کے بیان میں

اس باب میں چند مقدمات ہیں۔

پہلا مقدمہ: حضرت مولیٰ علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجہَہُ الکَرِیم کے القاب کے بیان میں۔

سوال: امیر المومنین حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجہَہُ الکَرِیم کو ''مرتضیٰ'' کیوں کہتے ہیں؟

جواب: اس لیے کہ نبی کریم ﷺ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے خوش تھے اور حضرت مولیٰ علی ہمیشہ حضور علیہ السلام کی رضا کے طلب گار رہے، جیساکہ ''شرح حافظیہ'' میں ہے۔

سوال: امیر المومنین حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجہَہُ الکَرِیم کو ''کرّار'' کیوں کہتے ہیں؟

جواب: کیوں کہ آپ رضی اللہ عنہ کافروں پر بار بار حملہ کرتے تھے جیسا کہ ''شرحِ لامیہ'' میں ہے۔

سوال: حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ''حیدر'' کیوں کہتے ہیں؟

جواب: ''اسفار موسیٰ'' میں ہے کہ امیر المومنین حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجہَہُ الکَرِیم کی والدہ محترمہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا طوافِ کعبہ میں مشغول تھیں کہ دردِ زہ میں مبتلا ہوئیں۔ فاطمہ بنت اسد نے حضور علیہ السلام کو اس کی اطلاع دی تو آپ نے فرمایا کہ کعبہ کے اندر چلی جاؤ جب آپ اندر داخل ہوئیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔ فاطمہ بنت اسد آپ کو لے کر گھر گئیں اور جب دودھ پلانا چاہا تو حضرت علی نے ان کو کاٹ لیا۔ اسی طرح جب جناب ابوطالب نے ان کے چہرے کو چومنا چاہا تو ان کے چہرے کو نوچ لیا پھر حضور علیہ السلام تشریف لائے اور مبارک باد پیش کی اور ان کو بوسہ دینا چاہا تو فاطمہ بنت اسد بولیں کہ اس بچے نے مجھے اور ابوطالب کو نوچ لیا ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا: یہ بچہ شیر ببر کی مانند ہے۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام نے اپنی زبانِ مبارک علی کے منہ میں ڈال کر لعاب دہن ڈالا۔ دنیا کی پہلی نعمت جو حضرت علی کے شکمِ مبارک میں گئی وہ حضور علیہ السلام کا لعاب اقدس ہے جس کی برکت سے آپ دریائے شریعت، مخزنِ طریقت اور معدنِ حقیقت ہوگئے۔

سوال: امیر المومنین حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وُجہَہٗ کو ''اسد اللہ'' کیوں کہتے ہیں؟
جواب: آپ کو ''اسد اللہ'' اس لیے کہتے ہیں کہ طاقت و قوت اور نعرہ بلند کرنے میں آپ شیر کے مانند تھے، (شیر کے نعرے سے مراد چنگھاڑ ہے۔)
سوال: کسی بھی صحابی کو ''کَرَّمَ اللہُ وَجہَہٗ'' نہیں کہتے بلکہ ''رضی اللہ عنہ'' کہتے ہیں پھر امیر المومنین حضرت علی کو ''کَرَّمَ اللہُ وُجہَہٗ'' کیوں کہتے ہیں؟
جواب: حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی والدہ فاطمہ بنت اسد زمانۂ جاہلیت میں بتوں کو سجدہ کرنا چاہتیں تو حضرت علی بیچ میں حائل ہوجاتے اور ماں کو بت کے آگے جھکنے سے روکتے تھے۔
دوسرا قول: حضرت علی جب اپنی ماں کے پیٹ میں تھے تو حضور علیہ السلام جب بھی جناب ابو طالب کے گھر تشریف لاتے فاطمہ بنت اسد آپ کے استقبال کے لیے کھڑی ہو جاتیں۔ ایک دن جناب ابو طالب نے کہا: اے فاطمہ بنت اسد! محمد ﷺ میرا فرزند ہے اور میرا بھتیجا ہے ان کے آتے ہی تم بار بار کیوں کھڑی ہوتی ہو؟ فاطمہ بنت اسد بولیں کہ میرے پیٹ میں جو بچہ ہے، وہ حضور کے آنے کے وقت میرے پیٹ میں اس طرح مارتا ہے کہ اس دم زمین پر بیٹھنا میرے لیے ممکن نہیں ہوتا تو میں مجبوراً کھڑی ہوجاتی ہوں۔

دوسرا مقدّمہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اسماو القاب کے بیان میں

سوال: خاتون جنّت کو فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیوں کہتے ہیں؟
جواب: ''شرف النبوۃ'' میں ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ فاطمہ کا نام فاطمہ اس لیے رکھا گیا کہ اس نے خود کو اور اپنے چاہنے والوں کو جہنم سے بچا لیا ہے۔
سوال: شہزادیٔ کونین کو زہرا کیوں کہتے ہیں؟
جواب: اس لیے کہ انھوں نے کبھی حیض و نفاس کو دیکھا ہی نہیں۔
سوال: شہزادیٔ کونین کو بتُول کیوں کہتے ہیں؟
جواب: ''صحاح'' میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: ''اَلْبَتُوْلُ الْمُنْقَطِعَةُ مِنَ الدُّنْيَا وَاتِّصَالِهَا اِلَى اللهِ وَاِلَى الْعُقْبٰى''. [۱]

۱: موسوعۃ کشاف اصطلاح الفنون والعلوم، ج:۱، ص:۳۰۹، مطبع: مکتبہ ناشرون، لبنان۔
الصحاح تاج اللغۃ وصحاح العربیہ للجوہری، ص:۱۶۳۰، مطبع: دار العلم للملایین، بیروت

ترجمہ: بتول وہ ہے جو دنیا سے کنارہ کش ہو کر اللہ تعالیٰ اور آخرت کی طرف متوجہ ہو۔

تیسرا مقدّمہ: حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے القاب کے بیان میں

سوال: امیر المومنین حضرت سیدنا امام حسن و سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو شبر اور شبیر کیوں کہتے ہیں؟

کما قال الشاعر:

در گوش ما مدائح شَبّیر خواندہ اند
درجان ما مناقب شَبَّرْ نوشتہ اند

ترجمہ: ہمارے کانوں میں شبیر کی مدح رچی بسی ہے، ہمارے دل میں شبر کی منقبت لکھی ہوئی ہے۔

جواب: ''شرف النبوۃ'' میں ہے کہ جب امیر المومنین حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ صاحبزادے کا نام تجویز فرمائیں۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نبی پاک ﷺ پر سبقت نہیں کروں گا تو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس معاملے کو بارگاہِ نبوت میں پیش کیا تو مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اللہ رب العزت پر سبقت نہیں کروں گا۔ سب اسی حالت میں تھے یہاں تک کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہنے لگے اے محبوبِ خدا ﷺ! اللہ رب العزت نے آپ کے لیے سلام اور مبارک بادی بھیجی ہے اور فرمایا ہے کہ علی مرتضیٰ آپ کے لیے ایسے ہی ہیں جیسے کہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام کے شہزادوں کا نام شبیر اور شبر تھا۔ لہٰذا سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹے کا نام شبر رکھ دو۔ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے جبرئیل امین یہ نام تو ترکی ہے اور میں عربی ہوں۔ چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ شبر کا مطلب عربی میں حسن ہوگا پھر حضور علیہ السلام نے (اس صاحبزادے کا نام) حسن رکھ دیا اور اسی طرح حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام شبّیر رکھ دیا جس کا مطلب عربی میں حسین

ہے۔ اس لیے کہ حضرت ہارون علیہ السلام کے دوسرے شہزادے کا نام شبّیر تھا اور ان کا نام حق سبحانہ تعالیٰ نے رکھا جیسا کہ حضرت یحیی علیہ السلام کا نام یحییٰ رکھا۔

چوتھا مقدّمہ: سادات کے القاب کے بیان میں

سوال: علوی حضرات کو اولادِ رسول (ﷺ) کیوں کہتے ہیں؟

جواب: کیوں کہ قرآن و حدیث اور اجماع سلف و خلف کے مطابق علوی حضرات کا نسب حضور ﷺ تک پہنچتا ہے جیسا کہ میں نے نسب کے باب میں بیان کیا۔

سوال: سادات حضرات کو "احفادِ رسول" کیوں کہتے ہیں؟

جواب: "احفاد" میں بیٹے کا بیٹا (پوتا) اور بیٹی کا بیٹا (نواسہ) شامل ہے جیسا کہ بعض تفسیروں میں اللہ تعالیٰ کے قول "بَنِیْنَ وَحَفَدَۃً" کے تحت مذکور ہے، حَفَدہ بیٹے کے بیٹوں کو کہتے ہیں۔ اس لیے کے حافد سے بیٹے کا بیٹا مراد ہے اور لغت کے اعتبار سے بیٹی کی بیٹی اور بیٹے کا بیٹا "ابن" (بیٹا) ہے اور اس پر فقہا کا اتفاق ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ولد البنت (نواسہ) احفاد میں شامل نہیں ہے لیکن "بنتِ ابن الولد" یعنی پوتے کی بیٹی احفاد میں شامل ہے اور اگر احفاد سے صرف پسر زادہ مراد لیا جائے تو یہ شریعت و حقیقت کے خلاف ہوگا اور فارسی میں حافد بیٹے کی نرینہ اولاد کو کہتے ہیں اور اس کا معنی "ابن الابن" ہے اور پسرینہ ابن کی صفت ہے نہ کہ بنت کی جیسا کہ تم کہتے ہو نرینہ، مادینہ، دیرینہ۔

سوال: انھیں اہلِ بیت رسول ﷺ کیوں کہتے ہیں؟

جواب: حدیث ①: "تفسیر کشّاف" میں ہے: رَوَتْ عَائِشَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا لَمَّا نَزَلَتْ "نَدْعُ اَبْنَاءَنَا" خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَعَلَیْہِ بُرْدٌ اَسْوَدُ فَجَاءَ الْحَسَنُ فَاَدْخَلَہٗ ثُمَّ جَاءَ الْحُسَیْنُ فَاَدْخَلَہٗ ثُمَّ جَاءَتْ فَاطِمَۃُ فَاَدْخَلَھَا ثُمَّ جَاءَ عَلِیٌّ فَاَدْخَلَہٗ ثُمَّ تَلَا: اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْراً.[1]

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب آیت کریمہ

۱: تفسیر کشّاف، آلِ عمران، آیت ۶۱، ج: ۱، ص ۵۶۵، مطبع: مکتبۃ العبیکان، الریاض۔

''ندع ابناءنا'' (ہم بیٹوں کو بلالیتے ہیں) نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ اس حال میں باہر تشریف لائے کہ آپ کے اوپر سیاہ رنگ کی چادر تھی۔ اس وقت حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ آگئے، تو آپ نے انھیں چادر کے اندر لے لیا پھر حضرت سیدنا امام حسین آگئے، انھیں بھی چادر میں چھپالیا، پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں تو انھیں بھی اس میں داخل فرمالیا اس بعد حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ الکریم آگئے تو انھیں بھی آپ نے داخل ردا فرمالیا پھر اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ. [الاحزاب:۳۳]

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ناپاکی دور فرمادے۔

اور ''دُرر'' میں ہے:

لَمَّا نَزَلَتْ ﴿اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ﴾ قَالَ: اَھْلُ بَیْتِیْ عَلِیٌّ وَ فَاطِمَةُ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ۔ [1]

ترجمہ: ''دُرر'' میں ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ بے شک اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ناپاکی دور فرمادے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے اہل بیت علی، فاطمہ، حسن اور حسین ہے۔

قَالَ اِبْنُ الْحَارِثِ خَادِمُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ عِنْدَ کُلِّ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ کَانَ یَجِیءُ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِعِضَاءَۃِ بَابِ فَاطِمَۃِ ثُمَّ قَالَ اَلصَّلٰوۃُ رَحِمَکُمُ اللّٰہُ ﴿اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ﴾ وَقَالَتْ عَائِشَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا عَلِیٍّ وَفَاطِمَۃَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ ھٰؤُلَاءِ اَھْلُ بَیْتِہٖ. [2]

ترجمہ: بقیع بن حارث جو حضور ﷺ کے خادم ہیں کہتے ہیں کہ حضور ﷺ ہر نماز فجر کے وقت تشریف لاتے پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے کے پلّے (پٹ) کو

۱: شرح السنۃ للبغوی، کتاب فضائل الصحابۃ، باب مناقب اھل بیت الرسول ﷺ، ج:۱۴، ص۱۱۶، حدیث نمبر:۳۹۱۲، مطبع: المکتبۃ الاسلامی، بیروت

۲: اخرجہ الترمذی، ابواب التفسیر، سورۃ الاحزاب، ج:۲، ص:۶۲۶، مطبع: مکتبہ رحمانیہ۔

پکڑ کر فرماتے الصلوۃ یعنی نماز قائم کرو، اللہ تم پر رحم فرمائے بے شک اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ناپاکی دور فرمادے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: علی، فاطمہ، حسن اور حسین یہ سب میرے اہلِ بیت ہیں۔

شیخ الشیوخ کی تفسیر ''مغنی'' میں ہے:

اَلْمُرَادُ بِاَ هْلِ الْبَيْتِ نِسَاءُ النَّبِيِّ لِاَنَّهُنَّ فِيْ بَيْتِهٖ وَكَانَ عِكْرِمَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ نَزَلَتْ فِيْ نِسَاءِ النَّبِيِّ وَ يُنَادِيْ فِي السُّوْقِ وَالْحُجَّةِ فِيْ هٰذا مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَاتَأَخَّرَمِنَ الْخِطَابِ وَهُوَقَوْلُهٗ تَعَالٰى: وَاذْكُرْنَ مَايُتْلٰى فِيْ بُيُوتِكُنَّ وَكِلَاهُمَا خِطَابٌ لِاَزْوَاجِ النَّبِيِّ وَاِنَّمَاذَكَرَ ''عَنْكُمْ '' وَ''يُطَهِّرَكُمْ'' لِاَنَّ النَّبِيْ ﷺ غَلَبَ فِيْهُمْ حُكِمَ ذِكْرُ الْمُذَكَّرِ عَلٰى الْمُؤَنَّثِ وَقَالَ الْآخَرُوْنَ اَيْ جَمِيْعُ الصَّحَابَةِ غَيْرَ اِبْنِ عَبَّاسٍ هٰذا خَاصٌ فِيْ الرَّسُوْلِ وَعَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ وَحَسَنٍ وَحُسَيْنٍ فَهٰذَا هُوَ الاَكْثَرُ والاَكْثَرُ مُرَجَّحٌ.

ترجمہ: اہلِ بیت سے مراد حضور ﷺ کی ازواج مطہرات ہیں۔ اس لیے کہ وہ حضور ﷺ کی گھر والیاں تھیں۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کے بارے میں نازل ہوئی اور آپ بازار میں بلند آواز سے یہ بیان کرتے اور آیت کریمہ **وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ** تلاوت کرتے اور فرماتے کہ آیت کریمہ میں خطاب حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کو ہے اور آیت تطہیر میں ''**عَنْكُمْ**'' اور ''**يُطَهِّرَكُمْ**'' مذکر کی ضمیر ذکر فرمایا اس لیے کہ حضور ﷺ ان میں غالب ہیں کہ مذکر کے ذکر کا حکم مؤنث پر لگایا گیا ہے، اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے علاوہ دوسرے تمام صحابۂ کرام نے فرمایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ، علی، فاطمہ، حسن اور حسین کے بارے میں خاص ہے۔ لہٰذا یہ اکثر کا قول ہے اور اکثر کا قول راجح ہوتا ہے۔

اور ''مدارک'' میں مذکور ہے:

فِيْهِ دَلِيْلٌ بَيِّنٌ اَنَّ نِسَائَهٗ اَيْضاً مِنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَقَالَ عَنْكُمْ وَ يُطَهِّرَكُمْ فَاِنَّهٗ اُرِيْدَ بِهِ الرِّجَالُ وَ النِّسَاءُ مِنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ.

ترجمہ: اس میں واضح دلیل ہے اس بات پر کہ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات بھی اہل بیت سے ہیں اور فرمایا کہ "عنکم" اور "یطھرکم" تو اس سے مراد اہلِ بیت کے مرد اور عورتیں ہیں۔

اور تفسیر "حلمی" میں ہے:

اَهْلُ بَيْتٍ بِمَعَانِيْ التَّشْخِيْصِ اَهْلُ نَسَبِهٖ.

ترجمہ: اہلِ بیت خاص طور پر اہل نسب کے معنی میں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ لفظ اہل بیت مشترک معانی میں آتا ہے جیسے عیال، اطفال، ولد، عورت اور اخص الناس (خاص ترین لوگ)، لیکن حضور علیہ السلام کی وضاحت کرنے کے اعتبار سے۔ اس آیت سے دیگر معانی ساقط ہیں اور یہ لفظ حضور ﷺ، علی، فاطمہ، حسن، حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے حق میں خاص ہوگا۔

سوال: اِن (اہلِ بیت) کو آلِ رسول کیوں کہتے ہیں؟

جواب: اَلآلُ فِيْ الْحَقِيْقَةِ وَ الشَرِيْعَةِ وَ الْعُرفِ مَا يُوَلُّ نَسَبَهٗ اِلَيْهِ.

ترجمہ: حقیقت، شریعت اور عرف میں کسی کی آل وہ لوگ ہیں، جس تک ان لوگوں کا نسب پہنچتا ہو۔

اور یہ جو کہا جاتا ہے آل ملت اور آلِ متابعت تو یہ مجاز کے طور پر ہے، جیسا کہ یہ قول ہے: اُمَّتِيْ اَبْنَائِيْ، وَالْآبَاءُ ثَلٰثَةٌ. یعنی میرے امتی میری اولاد ہیں اور باپ تین قسم کے ہوتے ہیں۔

اور کہا گیا ہے کہ آل میں بیٹیوں اور بھائیوں کی اولاد داخل نہیں ہیں اور آل رسول میں ان کی مائیں شامل نہیں ہیں جیسا کہ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ اس لیے کہ وہ ماں کی جانب سے ہمارے رسول ﷺ کے قرابت دار (رشتہ دار) تھے لیکن احادیث سے ثابت ہے کہ اولاد فاطمہ ہمارے رسول ﷺ کی آل میں داخل ہیں جیسا کہ "مطولات" میں

مذکور ہے اور یہ ''الدّرالکافی'' ''التشریح'' کا خلاصہ ہے اور اسی پر اتفاق، اجماع اور عرف ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ علوی (سادات) آلِ یٰس ہیں۔ کہا گیا کہ ہم نے جو کہا کہ علوی ہی آل رسول ﷺ ہیں، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں ایک ہی نسب سے ہیں اور دونوں کا قبیلہ ایک ہی ہے۔

سوال: انہیں ''ابن رسول'' کس لیے کہتے ہیں؟

جواب: کئی احادیث کی بنیاد پر جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

هٰؤُلَاءِ اَبْنَائِيْ وَاَبْنَاءُ بِنْتِيْ كَمَا ذَكَرْنَاهُ۔

ترجمہ: یہ لوگ میرے بیٹے اور میری بیٹی کی اولاد ہیں جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

سوال: انھیں ''سادات'' کیوں کہتے ہیں؟

جواب: ''تاریخ ابوالقاسم محمد بن صدیق'' باب ۱۷ میں مذکور ہے:

حدیث ②: يَا عَلِيُّ اَبْنَاءُكَ مِنْ فَاطِمَةَ سَادَاتٌ لِاَنَّهَا بِضْعَةٌ مِنِّيْ وَأَنَاسَيِّدٌ فَهُمْ سَادَاتٌ وَزَادَفِيْهِ: اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَفَاطِمَةُ سَيِّدَةُ النِّسَاءِ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَاشَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ.

ترجمہ: مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا اے علی! تمھاری وہ اولاد جو سیدہ فاطمہ سے ہیں، وہ سادات یعنی اُمت کے سردار ہیں اس لیے کہ فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے اور موتی کا ٹکڑا موتی ہی ہوتا ہے، اور میں سیّد (سردار) ہوں تو یہ بھی سیّد (سردار) ہیں اور اس کے علاوہ مزید کہا گیا ہے کہ میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور سیدہ فاطمہ تمام عورتوں کی سردار ہیں اور حسن و حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔

لہٰذا کوئی بہت بڑا کمینہ شخص ہی ہوگا جو اپنے آپ کو ان (سادات) سے برتر کہلائے گا۔

سوال: ان (سادات) کو خواجہ زادہ کیوں کہتے ہیں؟

جواب: لِاَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَاصِرَ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ وَالنَّاصِرُ يَكُوْنُ مَوْلٰى وَلِهٰذَا سُمِّيَ الْعَجَمُ مَوْلٰى لِاَنَّهُمْ نَاصِرُ الْعَرَبِ وَقِلَاعُهُمْ فُتِحَتْ بِاَيْدِيْهِمْ وَكَانُوْا اسَبِيْلَ مِنْ اِسْتِرْقَائِهِمْ وَكَانُوْا عَبِيْدَهُمْ عُتِقُوْا بِالْمَنِّ مِنْهُمْ.

ترجمہ: پہلا جواب: اس لیے کہ نبی کریم ﷺ عرب وعجم کے حامی وناصر ہیں اور ناصر مولیٰ ہوتا ہے۔ اس لیے اہلِ عرب کو "موالی" کہتے ہیں اہلِ عجم کی مدد کرنے کے سبب اور اہلِ عجم کو "موالی" کہتے ہیں اہلِ عرب کی مدد کرنے کی وجہ سے، کیوں کہ ان کے ہاتھوں فتوحات حاصل ہوئیں پھر انھیں غلام بناکر بطورِ احسان آزاد کر دیا گیا۔

دوسرا جواب: چوں کہ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکرم ارباب طریقت کے پیر، علوم وفنون کے استاذ ہیں اور مرید وشاگرد غلام ہوتے ہیں لہذا استاذزادہ وپیر زادہ یعنی سادات "خواجہ زادہ" ہوں گے۔

تیسرا جواب: سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا چوں کہ امت کی آزادی کا باعث ہیں اور رشتۂ موالات باقی ہے تو خاتون جنت امت کی والی اور پوری امت مولیٰ (غلام) ہوگی۔ لہٰذا یہ سب کے سب (آل رسول) "خواجہ زادہ" ہوں گے۔

سوال: انھیں "پاک" کیوں کہتے ہیں؟

جواب: اللہ رب العزت قرآن میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ﴾ [الاحزاب:۳۳]

ترجمہ: اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔

اور انہیں کو اہلِ بیت رسول ﷺ کہتے ہیں جیسا کہ اس سے قبل ہم بیان کر چکے ہیں۔

سوال: ان کو "جگر گوشۂ رسول" کیوں کہتے ہیں؟

جواب: تفسیر کشّاف میں ہے:

حدیث ④: اَوْلَادُنَا اَكْبَادُنَا [وزاده فی غیره] مَنْ لَمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَ نَا وَلَمْ یُؤَقِّرْ كَبِیْرَنَا فَلَیْسَ مِنَّا۔[۱]

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہماری اولاد ہمارے جگر کا ٹکڑا ہیں اور بعض نے

۱: سنن الترمذی، ابواب البر والصلۃ، باب ماجاء فی رحمۃ الصبیان، ج:۲، ص:۴۵۶، مطبع: مکتبہ رحمانیہ، لاہور

اس پر اضافہ کیا ہے: جو چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور بڑوں کی تعظیم نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں یعنی ہمارے طریقے پر نہیں کیوں کہ حضور ﷺ کی توجہ ان کی محبت پر ہوتی ہے۔

اور ”تشریح“ کے باب الابدان میں ہے:

اَلْمَنِیُّ فِیْ الْحَقِیْقَةِ دَمٌ وَلٰكِنْ یَتَغَیَّرُ لَوْنُهٗ عِنْدَ نُزُوْلِهٖ فِیْ الْخُصْیَةِ.

ترجمہ: منی حقیقت میں خون ہے، لیکن خصیہ میں نزول کے وقت اس کا رنگ بدل جاتا ہے۔

”تنبیہ الثقات“ میں ہے کہ دو باریک رگیں ایسی ہیں جو جگر سے باہر نکلی ہوئی اور صلب سے متّصل ہیں اور یہی دونوں رگیں جگر کے خون کو کھینچ کر صلب تک پہنچاتی ہیں اور اسی خون سے منی بن جاتی ہے اور وہ منی عینِ خون (یعنی خون ہی) ہے اور خارج ہونے کے وقت خصیہ میں اس کا رنگ بدل کر سفید ہو جاتا ہے، لہٰذا اگر کوئی کثرت سے جماع کرتا ہے تو عینِ خون کا انزال ہو جاتا ہے۔

”جامع الحکمت“ میں لکھا ہے کہ منی کا خون، پارہ یعنی ٹمپریچر کے مزاج کے موافق ہوتا ہے۔ جب بچے کی پیدائش ہوتی ہے تو منی جگر میں ہوتی ہے اور اس سے بچے کی رطوبت اور نرمی ظاہر ہوتی ہے اور بچہ جب نوجوان ہو جاتا ہے، تو شہوت کی آگ بھڑکنے سے خونِ جگر جوش مارنے لگتا ہے اور صلب میں پہنچ جاتا ہے۔ جس سے مردانگی طاقت وقوت ابھرتی ہے اور جب اس میں حرارت غالب آجاتی ہے تو اس کی گرمی آنکھوں اور دماغ تک پہنچتی ہے، اس لیے غیر بالغ کو ”عاقل“ نہیں کہتے ہیں۔

لہٰذا اگر رحم بالطبع گرم ہو تو حمل نہیں ٹھہرے گا اور اگر بالطبع سرد ہو تو عورت حاملہ ہو جائے گی اور پارے کی کیفیت اہلِ کیمیا سے تم جان سکتے ہو۔ منی کو اس لیے منی کہتے ہیں کہ منی آنکھ کا نور ہے اور دو پنڈلیوں کی قوت ہے۔ اسی وجہ سے اولاد کو ”نور چشم“ اور ”جگر گوشہ“ کہتے ہیں۔ اور حدیث میں ہے: تمھاری منی تمھاری آنکھوں کا نور اور پنڈلیوں کا مغز اور رخسار کی لالی ہے، کمی بیشی کرنا تمھارا کام ہے۔

شاعر کا قول ہے: جسے دنیا دیکھنے کی خواہش ہے وہ اپنے دل کو دیکھ لے اور جسے زمین

دیکھنے کا شوق ہے وہ اپنے بیٹے کو دیکھ لے۔ اسی لیے کہا گیا ہے: بیٹے کی موت سے باپ کے جگر میں سوراخ ہو جاتا ہے۔

حکایت:

بیان کیا جاتا ہے کہ جب امیر المؤمنین حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو کافروں نے آپ کے سر مبارک کو تن سے جدا کر دیا جس سے آپ کے تن مبارک کی شناخت نہیں ہو پا رہی تھی۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: شہیدوں میں سے ہر ایک کے جگر کو چاک کیا جائے، جس کے جگر میں سوراخ ہو گا وہی حمزہ ہوں گے۔ بیٹے کی موت سے باپ کے جگر میں سوراخ پڑ جاتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِھْدِ قَوْمًا لَا یَعْلَمُوْنَ.

☆☆☆

باب ہشتم

کوئی سیّد کفر کی حالت میں نہیں مرتا ہے

ساداتِ کرام کا ایمان عشرۂ مبشرہ کے ایمان کی طرح ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ﴾ [الاحزاب:۳۳]

ترجمہ: اے نبی کے گھر والو! اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر ناپاکی دور کردے اور تمھیں خوب ستھرا کردے۔ "إنّما" حصر کے لیے ہے جو اپنے مابعد کے اثبات اور اس کے ماسوا کی نفی پر دلالت کرتا ہے اور "یر ید" ارادہ سے ہے اور اللہ کی مراد (لامحالہ) ہو کر رہتا ہے۔ اللہ (اسم جلالت) اس ذات کا عَلَم (نام) ہے جو تمام صفاتِ کمالیہ کا جامع ہو اور "لام" بمعنی کَیْ ہے (یعنی تعلیل کے لیے) اور وہ حکمت کے لیے ہے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت کامل ہے۔ کیوں کہ افعالِ باری تعالیٰ غیر معلوم ہیں۔ "یذھب، اِذھاب" سے ہے اور یہ مبالغہ کے لیے ہے اور اسی سے "ذھوب" ہے جو کہ محل عدم میں ذکر کیا جاتا ہے (یعنی معدوم کے معنیٰ میں ہے) اور "کُم" خطاب کے لیے ہے اور خطاب جب مومن سے ہو تو کمالِ لطف ہے اور جب کافر سے ہو تو کمال قہر ہے۔ "رجس" نجاست اور گندگی کو کہتے ہیں اور جن سے گندگی وپلیدگی دور کرلی گئی ہے وہ اہلِ بیت یعنی حضرت علی وفاطمہ وحسن وحسین رضی اللہ عنہم ہیں اور ذکر کی تخصیص قرآن میں ہو تو یہ تعظیم کا تقاضا کرتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول "اَرْبَعَة حُرُمٌ" اور "يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا" تاکید کے لیے ہے اور جب گندگی دور ہوجاتی ہے تو انسان پاک ہوجاتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی پاکی اس کے ایمان سے ہے جیسا کہ "زاہدیہ" میں ہے۔ لہٰذا قرآن کی شہادت سے یہ بات متحقق ہوگئی کہ اولادِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایمان عشرۂ مبشرہ کے مثل ہے۔ اسی لیے ان کے حق میں صدقہ حرام ہے کیوں کہ یہ لوگ غلاظتوں سے پاک ہیں اور صدقہ لوگوں کا میل ہے۔

"دُرَر" میں ہے:

اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

طٰهٰ مَا اَنۡزَلۡنَا... الآیۃ [طٰہٰ:۱-۲]۔

"الطاء" طَهَارَةُ اَوْلَادِ الرَّسُوْلِ وَقَوْلُهٗ تَعَالٰی وَکُوْنُوْامَعَ الصَّادِقِیْنَ.

[التوبۃ:۱۱۹]

ترجمہ: طٰہٰ میں طاء سے اولاد رسول کی طہارت (پاکی) مراد ہے اور سچوں کے ساتھ ہوجاؤ (یعنی محمد ﷺ اور آلِ محمد کے ساتھ ہوجاؤ۔)

تو یہ لوگ قرآنی آیات کے مطابق صادق (سچے) ہیں اور صادق کافر نہیں ہوگا۔

جان لو کہ محمد ﷺ اور ان کی اولاد و امت سے متعلق حکم کو دیگر انبیا اور ان کی امتوں پر قیاس نہیں کر سکتے نیز جو فضیلت حضور ﷺ کو حاصل ہے وہ کسی اور مخلوق کو حاصل نہیں اور وہ ذاتِ گرامی جس کی نعلین پاک عرش کے لیے باعثِ فخر و زینت ہو، بھلا ان کے فرزندوں کو نوح علیہ السلام کے فرزندوں کے ساتھ قیاس کیسے کیا جاسکتا ہے؟ نیز ان کی بشارت سے متعلق احادیث بھی وارد ہیں۔

تفسیر کشّاف میں بروایت مولیٰ علی حدیث مذکور ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ یَاعِلِیُّ! أَوَّلُ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّةَ أَنَاوَأَنْتَ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ وَأَزْوَاجُنَا اَیْمَانُنَا وَشَمَائِلُنَا وَ ذُرِّ یَّاتُنَاعَلٰی خَلْفِ اَزْوَاجِنَا. [۱]

ترجمہ: حضرت محمد ﷺ نے فرمایا: اے علی! سب سے پہلے جو جنت میں داخل ہوگا وہ میں ہوں اور تم اور حسن وحسین اور میرے دائیں بائیں میری ازواج (بیویاں) اور میری ازواج کے بعد میری آل و اولاد

اور یہ حدیث علما و فقہا کے لیے حجت ہے کیوں کہ یہ ایک فقیہ راوی سے مروی ہے۔

سوال: اگر کوئی شخص کہے کہ اس حدیث کی تاویل یہ ہے کہ اولادِ رسول ﷺ میں سے وہی ازواج مطہرات کے بعد جنت میں داخل ہوگا جو ایمان کے وصف سے متّصف ہوگا۔

جواب: مقلد کے لیے حدیث کی تاویل حرام ہے کیوں کہ یہ تاویل سے قاصر (عاجز)

۱: تفسیر کشّاف، الشوریٰ:۲۳، ج:۵، ص۴۰۴، مطبع: مکتبۃ العبیکان۔

ہے اور اگر مجتہد یہ تاویل کرے تو بھی جائز نہیں کیوں کہ اس سے قول رسول علیہ السلام میں تردد واقع ہوگا اور بشارت کا مقصد فوت ہو جائے گا۔ نیز بشارت احتمال سے مبرّا ہوتی ہے اور تاویل کی صورت میں لازم آئے گا کہ کہا جائے: ''اِنَّ اَبَا بَكْرٍ فِيْ الْجَنَّةِ اِنْ جَاءَ بِالْاِيْمَانِ'' یعنی ابو بکر جنت میں ہے اگر صاحب ایمان ہو اور یہ قول باطل ہے کیوں کہ حالتِ نزع میں ایمان زائل نہیں ہوتا جیسا کہ ''تمہید'' میں ہے۔

''دستور الحقائق'' میں ہے: انبیاے کرام، عشرۂ مبشرہ، اولادِ رسول، ازواجِ مطہرات، اصحابِ بدر، اصحابِ حدیبیہ اور ان کے مثل دیگر حضرات سے ایمان کا زائل ہونا جائز نہیں۔ کیوں کہ ہمارے نبی ﷺ نے ان کے ایمان کی گواہی دی ہے اور ان کو جنتی ہونے کی بشارت سنائی ہے اور جب ان کے حق میں بشارت دی گئی ہے تو ہم کہیں گے کہ حضور ﷺ کا قول سچا ہے اور ویسا ہی ہوگا جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔ ان کے علاوہ دیگر صحابہ و مومنین کے بارے میں ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ جنتی یا جہنمی ہیں۔

بالجملہ ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ جو حالتِ ایمان میں مرا وہ جنتی ہے اور جو حالتِ کفر میں مرا وہ جہنمی ہے۔

حدیث (۲): ''شرف النبوّۃ'' میں ہے:

عَنْ حَمْزَةَ بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ كَرَّمَ اللهُ وَجْهَهُ الْكَرِيْمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : يَا عَلِيُّ اَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اَنَا وَاَنْتَ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَمُحِبِّنا قَالَ مِنْ وَرَائِكُمْ.[۱]

ترجمہ: حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ اے علی! جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والے میں اور تم اور حسن و حسین ہوں گے۔ حضرت علی نے عرض کیا، یارسول اللہ (ﷺ)! اور ہم سے محبت کرنے والے؟ حضور نے فرمایا: وہ جو تمھارے پیچھے ہوں گے۔

۱: کتاب معرفۃ الصحابۃ رضی اللہ عنہم، ذکر مناقب فاطمۃ بنت رسول اللہ ﷺ، ج:۴، ص: ۱۳۴، ط: دار المعرفۃ، بیروت۔

حدیث③: ''مصابیح'' و''مشکوٰۃ'' میں ہے:

عَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ : اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقْلَیْنِ مَا تَمَسَّکْتُمْ بِہٖ لَنْ تَضِلُّوْا مِنْ بَعْدِیْ اَحَدُھُمَا کِتَابُ اللّٰہِ حَبْلٌ مَّمْدُوْدٌ مِنَ السَّمَاءِ اِلَی الْاَرْضِ وَعِتْرَتِیْ اَھْلُ بَیْتِیْ وَلَنْ یَّتَفَرَّقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَی الْحَوْضِ فَانْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ تَخْلُفُوْنِیْ فِیْھِمَا.[۱]

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا: میں تم میں دو مضبوط اور عمدہ چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک تم ان دونوں کو پکڑے رہو گے گمراہ نہیں ہو گے۔ ایک اللہ کی کتاب قرآن جو زمین و آسمان کے درمیان پھیلی ہوئی رسی کی مانند ہے اور دوسری میری عترت یعنی اہلِ بیت اور یہ دونوں اس وقت تک جدا نہیں ہوں گے جب تک کہ یہ میرے پاس حوضِ کوثر پر نہیں پہنچ جاتے تو تم دیکھو کہ ان کے ساتھ تم کیا برتاؤ کرتے ہو۔

(قَوْلُہٗ قَامَ) کیوں کہ کھڑا ہونے سے آواز بلند ہوتی ہے اور اچھے طریقے سے سنائی دیتی ہے اور یہ اعلان واشتہار کے لیے ہے اور ''وَاِنِّیْ تَارِکٌ'' اس لیے فرمایا کہ امت بیٹے کی منزل میں ہے اور باپ کا دستور ہے کہ وہ انتقال کے وقت وراثت میں سے اچھی اور نفیس چیز اولاد کے حوالے کرتا ہے اور اس کی حفاظت کی وصیت کرتا ہے۔ ''فِیْکُمْ'' میں ''فِیْ'' ظرف کے لیے ہے تا کہ امت میں ان دونوں کا مقام و مرتبہ ظاہر ہو۔ مآ ابہام کے لیے اور ''اِن'' شرطیہ ہے[۲] اور شرطِ ہدایت یہ ہے کہ کتاب اللہ و اہلِ بیت کو دوست رکھا جائے۔ ''لَنْ یَّتَفَرَّقَا'' میں ''لَنْ'' تاکید کے لیے ہے یعنی ہمارے فرزند، قرآن سے ہرگز جدا اور بیزار نہیں ہوں گے اور ہمارے فرزندوں میں سے جو قرآن سے بیزار نہیں ہوں گے ان کے ایمان و تصدیق کا زوال نہیں ہو گا۔

حدیث④: ''مشارق الانوار'' میں ہے:

۱: مشکوٰۃ المصابیح، باب مناقب اہل بیت النبی ﷺ، ص: ۱۷۳۵، رقم الحدیث: ۶۱۴۴، مطبع: المکتبۃ الاسلامی، بیروت
۲: بعض نسخوں میں ''ما'' کی جگہ ''اِن'' شرطیہ ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَجْتَمِعُ بِنْتِیْ وَ بِنْتُ عَدُوِّیْ فِیْ مَحَلٍّ وَاحِدٍ.[۱]

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ میری بیٹی اور میرے دشمن کی بیٹی کو ایک جگہ جمع نہیں فرمائے گا۔

یہ حدیث ازروئے عبارت حضرت سیدہ خاتون جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی شان میں ہے اور ازروئے اشارت تمام اولاد رسول ﷺ کی شان میں ہے یعنی حضور ﷺ کی اولاد کافروں کے ساتھ دوزخ میں نہیں ہوگی جب کہ کافروں کی جگہ دوزخ ہے اور ان (سادات) کی جگہ دوزخ نہیں ہے۔ تمھارا کیا گمان ہے صحابی رسول حضرت ابوطیبہ حجام رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہ انہوں نے خون رسول ﷺ نوش کیا جو کہ لوگوں کے لیے نقصان دہ ہوتا ہے اور اس کو نوش کرنے کی وجہ سے ان پر دوزخ حرام ہوگئی اور وہ اس سے چھٹکارا پا گئے۔

پھر جس شخص میں خون جگر نور دو چشم (دونوں آنکھوں کا نور) اور دونوں پنڈلیوں کا مغز قرار پا جائے تو وہ کیسے دوزخ کا مستحق ہوسکتا ہے اور میں ایسا گمان رکھتا ہوں اور جانتا ہوں کہ اگر خون مصطفی ﷺ کا ایک قطرہ دوزخ میں ڈال دیا جائے تو ساری آگ گلزار بن جائے گی۔

نیز یہ بھی مروی ہے کہ جب قیامت قائم ہوگی اور ایمان والے حوروں کے ساتھ مشغول ہوں گے تو ان کی بیویاں فریاد کریں گی کہ اے بادشاہِ مطلق! ہمارے شوہر ہماری طرف متوجہ نہیں ہوتے تو من جانب اللہ فرمان جاری ہوگا کہ اے جبرئیل! جب میرے محبوب حضرت محمد ﷺ میری عبادت میں مصروف ہوتے تو ان کے قدمِ ناز سے خون نکل آتا۔ میں نے ان کے پاکیزہ خون کو ایک چھوٹے برتن میں محفوظ کر دیا ہے (اے جبرئیل!) اس خون کو لے جاؤ اور ایک ایک کر کے جنتی شوہروں کی بیویوں کی پیشانی پر نقطہ کی مقدار میں رکھ دو۔ چنانچہ اس کے بعد جب شوہر دنیا کی بیویوں کی طرف نظر کریں گے تو ان کی جانب مائل و مشغول ہوجائیں گے۔

۱: وَلٰکِنِّ اللّٰہَ لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰہِ و بِنْتُ عَدُوِّ اللّٰہِ مَکَاناً وَاحداً اَبْداً، [فضائل انبیا علیہم السلام، حضرت فاطمہ کے فضائل، ص: ۵۰۴، مطبع: اصح المطابع، کراچی۔

لوگوں نے بیان کیا ہے کہ جس عورت کا شوہر اس سے محبت نہ کرے تو اس کو چاہیے کہ ایک سانس میں تین مرتبہ درود شریف حضور علیہ السلام پر پڑھے اور خون پر دم کرے اور پھر اس خون سے اپنی پیشانی پر نقطہ بنائے تو جب اس کا شوہر اس کی طرف دیکھے گا فورًا راغب و متوجہ ہو جائے گا۔ تو جب کسی کا خون بارگاہِ رب العزّت میں اس قدر عزّت رکھتا ہے تو اگر کسی (یعنی ماں باپ) کا خون منجمد ہو جائے (یعنی اس سے اولاد پیدا ہو تو) تو کیوں کر وہ اولاد عزّت والی نہ ہو گی، اس لیے کہ بیٹا باپ ہی کا حصّہ ہے۔

ایک شاعر کہتا ہے:

گر زدریا شوند قطرہ جدا
نہ کہ دریا جدا و قطرہ جدا ست
نیست بی زبدہ شیر اشارت کن
کہ کدامست شیر و زبدہ کجا است

ترجمہ:۱۔اگر دریا سے قطرہ جدا ہو جائے (تو فی الحقیقت) نہ دریا جدا ہے اور نہ قطرہ جدا ہے۔
۲۔دودھ مکھن سے جدا نہیں ہے اگر تو اشارہ کرے کہ کون مکھن ہے اور کون دودھ ہے۔

سوال: اگر قیاس سے ثابت ہو جائے کہ پیغمبر علیہ السلام کے والدین دوزخ میں نہیں جائیں گے جیسا کہ شیخ جلال الدین سیوطی کے رسالہ میں مقدمہ اول کے تحت مرقوم ہے۔

”اِنَّ اَبَوَیِ النَّبِیِّ ﷺ نَاجِیَانِ مِنَ النَّارِ“

ترجمہ: بے شک نبی اکرم ﷺ کے والدین دوزخ سے آزاد ہیں۔

یہ عتبہ سے منقول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کہ دونوں حضرات (والدین) پیغمبر علیہ السلام پر ایمان لائے ہیں۔

جواب: موتی، پتھر کی جنس سے ہے، اور مروارید سیپی سے نکلتا ہے۔

حکایت:

بیان کیا جاتا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک جگہ ٹھہرے تو وہاں کے لوگوں

نے آپ سے معجزہ طلب کیا اور بولے کہ اے پیغمبر! [۱] ہمارے ماں باپ کو زندہ فرمائیے تو آپ نے معجزہ کے ذریعے ان کے ماں باپ کو زندہ فرمایا اور وہ ایمان لائے۔ خلاصۃ السیر میں لکھا ہے کہ ہمارے رسول ﷺ پر ان کے والد (حضرت عبداللہ) اور والدہ ماجدہ (حضرت بی بی آمنہ) ایمان لائیں۔

اور ''احسن الآداب'' میں ہے کہ کوئی بھی شخص حضور ﷺ کے والدین کا ذکر نظیر اور مثال کے طور پر بیان نہ کرے کہ وہ ایسے ایسے تھے۔ اس لیے کہ کوئی بھی شخص امیر، سلطان، استاد اور پیر کے والدین کا ذکر ایسے نہیں کر سکتا، وہ چاہے جیسے بھی ہوں۔ کیوں کہ ادب کے مانع ہے۔

☆☆☆

ا: زیرِ نظر نسخے میں ہے، مادر و پدر رسول را زندہ کن وایشاں ایمان آرند۔

بابِ نہم

﴿سادات کے گیسوے مبارک کے بیان میں﴾

قال اللہ تعالیٰ: ''اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ'' [آل عمران: ٦١]۔

''بخاری کی تفسیر'' میں ہے، جس وقت یہ آیت نازل ہوئی مصطفیٰ ﷺ نے سر مبارک پر دھاری دار چادر تان دی اور اس کے نیچے خود تشریف فرما ہوئے اور حضرت علی، فاطمہ، حسن اور حسین کو داخل فرمایا اور جب حضور ﷺ مباہلہ سے فارغ ہوئے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور کہا کہ اے محمد! ﷺ جس وقت کہ آپ مباہلہ میں تھے تو مجھے حکم ہوا کہ ان کی عظمت کا اعلانِ عام کروں تاکہ لوگ انھیں معزز و مکرم رکھیں۔ پس حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کے سرِ اقدس میں دو چوٹی گوندھی تین پیچ (بل) دیتے ہوئے اور تین انگلیوں کے برابر موئے مبارک کو منتشر چھوڑ دیا اور مہر کر دیا۔

پھر مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے حضرت علی مرتضیٰ، سیدہ فاطمۃ الزہرا، امام حسن مجتبیٰ اور امام حسین شہید کربلا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے سروں پر دو دو چوٹیاں باندھیں اور ارشاد فرمایا کہ اس کو تمھارے سروں پر ہم نے سنت قرار دیا ہے اور فاطمہ کی تمام اولادوں پر بھی، پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: اے مصطفیٰ جانِ رحمت! ﷺ میں نے بھی مباہلہ میں موافقت کی تھی اور میں آپ کے گھر کا خادم ہوں اور جنگ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد کی ہے اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بھی مدد کی ہے دشواری کی حالت میں اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو گہوارے میں جھولا جھلایا ہے۔ لہٰذا آپ مجھے بھی اپنے خاندان (اہل بیت) میں قبول فرمالیں اور میرے بھی سر پر چوٹی گوندھ دیں تاکہ ملأ اعلیٰ کے فرشتے بھی مجھ کو آپ کے خاندان سے جانیں اور اِسی مضمون کی یہ دعا مروی ہے: ''اِلٰهِیْ بِحُرْمَةِ الْخَمْسَةِ الَّتِیْ سَادِ سُهُمْ جِبْرَئِیْلُ'' ترجمہ: اے پروردگارِ عالم! پانچ نفوس قدسیہ کے طفیل اور چھٹے جبرئیل امین کے طفیل۔

تو مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے جنابِ جبرئیل علیہ السلام کے سر پر چوٹی گوندھی پانچ فرق (مانگیں) اور دس گیسو کے ساتھ۔ مولانا کمال الدین فارسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی نظم میں فرمایا ہے کہ:

مرا شفیع تنم پنج تن بسند بود
کہ روز حشر بر ان پنج تن رہانم تن
نبی و دختر و دامادو برگزیدہ پسر
محمد است علی فاطمہ حسین و حسن

ترجمہ: میرے وجود کی شفاعت کے لیے پنجتن پاک کافی ہیں اور جان لو کہ بروز حشر پنجتن پاک کی وجہ سے رہائی ملے گی۔ نبی اور ان کی صاحبزادی اور داماد اوردو مقبول صاحبزادگان، یعنی ① محمد ﷺ، ② حضرت مولیٰ علی کَرَّمَ اللہُ وَجہَہُ الکَرِیم، ③ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا، اور ④ حضرت امام حسن و ⑤ حضرت امام حسین رضِی اللہ تعالیٰ عنہما۔ بارگاہِ خداوندی سے اعلان ہے کہ ان پنجتن پاک کے صدقے جہاں بھر کو رزق میں فراوانی اور انعام دیا گیا ہے۔

"الفرق": پیشانی سے بیچ کی مانگ کا نکالنا جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضِی اللہ تعالیٰ عنہا نے روایت کی ہے، جو مصابیح کے باب الترجل میں ہے۔

منشور کا معنی سادات کی دوگندھی ہوئی چوٹی کا اعلان نامہ اسی طرح "مشکوٰۃ" میں ہے۔

حدیث ①: "مصابیح" کے بابُ الترجُّل میں مذکور ہے:

قَالَتْ اُمُّ هَانِئٍ بِنْتُ اَبِیْ طَالِبٍ قَدِمَ رَسُوْلُ اللهِ عَلَیْنَا وَلَهٗ اَرْبَعَةُ غَدَائِرَ. [۱]

ترجمہ: ام ہانی بنت ابی طالب رضِی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ حضور ﷺ مدینہ سے مکہ ہمارے پاس تشریف لائے اس حال میں کہ آپ کے چار گیسوئے مبارک گندھے ہوئے تھے جیسا کہ آج کل کے سادات کرام گیسو گوندھا کرتے ہیں۔

۱: مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الثانی، ص: ۱۲۶۴، رقم الحدیث: ۴۴۴۶، مطبع: المکتبۃ الاسلامی، بیروت۔

اور ”تاج الاسامی“ میں ہے: ” الغدیرہ“ یعنی گندھے ہوئے گیسو۔

رسالہ ”خواجہ کرک“ میں ہے کہ حضور ﷺ کے گندھے ہوئے گیسوئے مبارک گردن مبارک سے دو انگلیوں کی مقدار نیچے لٹکے ہوئے تھے اور ہر گوندھے ہوئے گیسوئے مبارک تین بل (پیچ) پر تھے اور مہر نبوت کے نیچے تک تھے اور مہر نبوت سے نیچے چار انگلیوں کی مقدار گیسوئے مبارک بکھرے ہوئے تھے۔

”رسالۂ احتساب“ میں ہے کہ سادات کرام کے علاوہ کسی کا بال لمبا کرنا امام غزالی کے نزدیک مکروہ ہے۔ اس لیے کہ سادات کرام کی یہ نشانی ہمارے زمانے میں بھی یہی ہے، لہٰذا جب تم سادات سے نہیں ہو تو تمھارا یہ عمل لوگوں کو شبہ و مغالطہ میں ڈالنا ہوگا۔

”محیط“ کے باب الغسل میں ہے:

وَاَمَّاالرَّجُلُ اِذَا كَانَ فِىْ رَاسِهٖ شَعْرٌ: مِثْلُ ضَفَائِرِ الْمَرْأَةِ كَمَا يَفْعَلُهُ الْعَلَوِيُّوْنَ وَالْاَتْرَاكُ لَا يَجِبُ اِيْصَالُ الْمَاءِ فِىْ اَثْنَاءِ الشَّعْرِ فِىْ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ [۱] وَفِىْ زَادِ الأَرْوَاحِ: قَالَ الْاَصْمَعِىُّ رَحْمَةُ اللهِ رَاَيْتُ زَيْنَ الْعَابِدِيْنِ عَلِيًّا اَصْغَرَ رَضِىَ اللهُ عَنْهُ وَلَهٗ ذَائِبَتَانِ. اَلذَّائِبَةُ گیسوئ بافته“

ترجمہ: آدمی جب اپنے سر پر عورت کی چوٹی کے مثل بال رکھے جیسا کہ سادات کرام کرتے ہیں، تو چھوڑے ہوئے بالوں تک بال دھونے کے دوران پانی پہنچانا واجب نہیں ہے اور ”زادالارواح“ میں ہے کہ حضرت امام اصمعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت زین العابدین علی اصغر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ کے دو گوندھے ہوئے گیسوے مبارک تھے۔ ”الذائبۃ“ یعنی گندھے ہوئے گیسو۔

سوال: بعض سادات کرام ریشمی موئے بند بال باندھنے کے لیے استعمال کرتے ہیں یہ جائز ہے کہ نہیں؟

جواب: ”رسالۂ احتساب“ میں ہے کہ ریشمی موی بند لگانا جائز ہے جیسا کہ ریشمی ازار بند، ریشمی ٹوپی، ریشمی کمر بند لگانا جائز ہے اور ”بیت المتفق“ میں ہے کہ ریشمی شلوار بند

۱: محیط، کتاب الطھارۃ، الفصل الثالث فی تعلیم الاغتسال، ج:۱، ص:۸۰، مطبع: دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔

میں کوئی حرج نہیں "اَلتِّکَّۃ" (یعنی شلوار بند) اس لیے کہ یہ لباس نہیں ہے اور "محیط" میں ہے کہ ریشم کے سلوار بند میں کوئی حرج نہیں اس لیے کہ اسے بغیر ازار کے نہیں پہنتے۔ کہا گیا کہ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا مکروہ نہیں ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ مکروہ ہے۔

حدیث ②: تاریخ ابوالقاسم محمد بن صدیق، باب ۷ امیں ہے:

قَالَ عَلِیٌّ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: لَا یَجُوْزُ الْمَنْشُوْرُ لِغَیْرِ نَسَبِی"[۱]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے نسب کے علاوہ لوگوں کو چوٹی رکھنا جائز نہیں اس پر حضرت علی نے عرض کیا: پھر میری اولاد کی شناخت کیسے ہوگی؟ آپ نے فرمایا: تمھاری اولاد کی پہچان چوٹی کے ذریعے ہوگی یعنی اے علی! تمھاری جو اولاد سیدہ فاطمہ سے نہیں ہے ان کے لیے چوٹی رکھنا جائز نہیں۔

حدیث ③: یَا عَلِیُّ لِیْ الْمَنْشُوْر وَلَا یَفْعَلُ الْمَنْشُورَ بِغَیْرِ نَسَبِیْ وَ اَبْنَائِكَ اِلَّا وَلَدُ الزِّنَا وَمَنْ فَعَلَ ذَالِكَ فَقَدْ شَهِدَ عَلٰی اُمِّهٖ بِالزِّنَا وَكَانَ فِیْ الْآخِرَةِ مُسْتَوْجِبَ النَّارِوَفِیْ الدُّنْیَا مُسْتَوْجِبَ الْمَنْعِ وَالزَّجْرِ وَكَانَ الرِّضَا مِنْ أُمَّتِیْ بِغَیْرِ نَسَبِیْ كَالرِّضَابِشَهَادَةِالزِّنَا عَلٰی أُمِّهٖ وَمَنْ یَنْتَسِبْ بِنَسَبِیْ فَلَا تَمْنَعُوْهُ مِنَ الْمَنْشُوْرِ وَ مَنْ فَعَلَ ذالِكَ بِغَیْرِ نَسَبِیْ فَهُوَ مَلْعُوْنٌ وَ یُرْوٰی كَافِراً مُنَافِقاً وَأَنَا لَا اَشْفَعُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ"

ترجمہ: اے علی! چوٹی میرے لیے اور تمھاری اولاد کے لیے ہے، میرے نسب سے تعلق نہ رکھنے والا چوٹی نہیں رکھے گا، مگر وہ ولد الزنا ہوگا اور اپنی ماں کے زنا پر گواہی دے گا، اور وہ آخرت میں جہنم کا حق دار ہوگا اور دنیا میں اسے اس عمل سے روکا جائے گا اور اس کی زجر و توبیخ کی جائے گی اور میری امت کا اپنے نسب کے غیر پر راضی ہونا گویا اپنی ماں کے ساتھ زنا پر راضی ہونا ہے اور جو اپنے آپ کو میرے نسب کی طرف منسوب کرے تو چوٹی رکھنے سے منع مت کرو اور جو ایسا کرے وہ ملعون ہے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ منافق و کافر ہے، اگر حلال سمجھ کے کرے، قیامت کے دن حضور علیہ السلام اس کی شفاعت نہیں فرمائیں گے۔

۱: محیط، کتاب الطھارۃ، الفصل الثالث فی تعلیم الاغتسال، ج:۱، ص:۸۰، مطبع: دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ جو غیر سیّد چوٹی رکھتا ہے وہ اپنی ماں کے زنا پر یا اپنے حرام زادہ ہونے پر لوگوں کو گواہ بناتا ہے اور جو جان بوجھ کر منع نہیں کرے گا وہ گنہگار ہوگا اور جو اسے حلال سمجھے تو کافر ہوگا کیوں کہ غیر نسب کا دعویٰ کرنا قرآن وحدیث واجماع کی رو سے حرام ہے۔

حدیث ④: "مشارق الانوار" میں ہے:

مَنِ ادَّعَی اِلیٰ غَیْرِ اَبِیْهِ وَهُوَ یَعْلَمُ اَنَّهٗ غَیْرُاَبِیْهِ فَالْجَنَّةُ عَلَیْهِ حَرَامٌ، فِیْ الْعِلْمِی مَنِ اسْتَحَلَّهٗ یُکَفَّرُ"[۱]

ترجمہ: جو شخص جان بوجھ کر اپنے باپ کے غیر کی طرف خود کو منسوب کرے، اس پر جنت حرام ہے۔ علمی میں ہے کہ "مَنِ اسْتَحَلَّهٗ یُکَفَّرُ" جو اس کو حلال جانے اس کی تکفیر کی جائے گی۔

سوال: عرفِ عام میں "سیّد" اولادِ نبی کو کہتے ہیں اگر کوئی شخص غصّے کی حالت میں کسی کو کہے کہ تو سید نہیں ہے اور سید نہ ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ وہ نبی علیہ السلام یا حضرت مولیٰ علی کی طرف منسوب نہیں ہے اب اس پر حد جاری ہوگی یا نہیں؟

جواب: خانیہ میں ہے کہ اگر ایک شخص دوسرے کو غصّہ کی حالت میں کہے تو فلاں کا بیٹا نہیں ہے یعنی اس باپ کا بیٹا نہیں ہے جس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، تو اس پر حد جاری ہوگی اور اگر یہ بات غصّے کی حالت میں نہیں کہی ہے تو حد جاری نہیں ہوگی کیوں کہ غصّے کی حالت میں اس قسم کی بات کہنا عادۃً قذف (الزام وتہمت) ہے بغیر غصّے کی حالت میں کہنا اس سے اخلاقی مشابہت کی نفی مراد ہوتی ہے (یعنی تیرے اندر سادات جیسی خوبی نہیں ہے) اور یہ قذف (یعنی الزام وتہمت نہیں ہے)۔

"ظہیریہ" میں ہے، جو شخص دوسرے کو غصّے کی حالت میں غیر نسب کی طرف منسوب کرے اس پر حد واجب ہے اور "کنزالدقائق" میں ہے: ایک شخص دوسرے کو کہے کہ تو اپنے باپ کا نہیں ہے اس پر حد قائم کی جائے گی۔

سوال: اگر کوئی شخص اپنے آپ کو بغیر تحقیق علوی (سیّد) کہلوائے تو ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

۱: مشارق الانوار، صحابہ کے مناقب وفضائل، رقم الحدیث: ۱۶۶۷، مطبع: اصح المطابع، کراچی

جواب: "تشریح" میں ہے: اگر کوئی شخص کہے کہ میں فلاں کا بیٹا ہوں تو اس کی بات سنی (مانی) جائے گی بشرطیکہ اس کا ولی اس قول کی مخالفت نہ کرے اور اسی میں ہے: اگر کوئی شخص دوسرے کو غصّے کی حالت میں اس کے نسب پر طعن کرتے ہوئے کہے کہ اپنا نسب ثابت کر تو اس کو بطور تعزیر سزا دی جائے گی۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کہے کہ میں فلاں کا بیٹا ہوں تو اس کے قول کو درست مانا جائے گا بشرطیکہ اس کے وارث اور ولی اس کی مخالفت نہ کریں اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سیّد اپنے نسب کی تحقیق و تصحیح کرے اور ایسے شخص سے گواہ طلب کرے جو خود کو سادات میں سے کہلواتا ہے جب کہ اس کی سیادت معروف نہ ہو اور غیر سیّد کے لیے مناسب نہیں کہ وہ سادات کے نسب کی تحقیق و تصحیح کرے اور اگر کوئی شخص غصّے کی حالت میں کہے کہ اپنا نسب ثابت کر گواہوں کے ذریعے تو اسے سزا دی جائے گی اس لیے کہ اس کا نسب اس کے قول سے ثابت ہے اور اس کے نسب پر اعتراض دوسروں کے لیے حرام ہے مگر یہ کہ اس کے قبیلے سے ہو تو اس پر حرج نہیں اس لیے کہ لوگ اس کے نسب کے معاملے میں شک وطعنہ کریں گے یعنی بدگمان ہو جائیں گے اور اس سے اس کو نقصان ہو گا۔

مقصود یہ کہ حضور علیہ السلام اور اولادِ امام حسن و امام حسین زلف گوندھتے تھے اور آج ترک و ہند میں دو چوٹی رکھتے ہیں اور عرب میں ایسا نہیں کرتے ہیں اور چوٹی سنت ہے اور جو شخص سید کو چوٹی رکھنے سے منع کرے وہ فاسق ہو گا اور چوٹی کی توہین و استخفاف کرنے والا کافر ہو جائے گا۔

حکایت:

جواہر "تفسیر حسینی" میں ہے کہ اعلان نبوت سے پہلے نبی اکرم ﷺ چوٹی نہیں رکھتے تھے اور اپنے آبا و اجداد کی ہیئت پر رہتے تھے۔ ایک دن آپ ﷺ نے جبرئیل امین سے اپنے آبا و اجداد کی ہیئت کے بارے میں پوچھا تو جبرئیل علیہ السلام غائب ہو گئے اور پھر تشریف لائے اور کہا: یارسول اللہ! ﷺ آپ اپنے جدّ امجد حضرت ادریس علیہ السلام کی کی بیوی اور اپنی جدّہ کی متابعت و پیروی کریں کہ وہ دو گیسو گوندھتی تھیں اور یہ قصّہ یوں ہے کہ

ایک دن حضرت ادریس علیہ السلام بیمار ہو گئے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ جنت سے ایک حور اور دو خرما ادریس علیہ السلام کے لیے لے جائیں اور ان سے کہیں کہ یہ دونوں خرما کھا لیں اور صحت یاب ہو جائیں اور اس حور کو اپنے نکاح میں لے لیں جب حضرت ادریسؑ علیہ السلام نے خرما کھا لیا تو صحت پا گئے اور اس حور کو اپنے نکاح میں لے آئے اور حضور ﷺ اُسی حور کی نسل سے ہیں اور اس کے دو چوٹی تھی۔

☆☆☆

باب دہم

﴿کیا یزید پر لعنت جائز ہے؟﴾

قال اللہ تعالیٰ : اِنَّ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ وَ اَعَدَّ لَہُمۡ عَذَابًا مُّہِیۡنًا۔[الاحزاب: ۵۷]

ترجمہ: بے شک جولوگ ایذا (تکلیف) دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا و آخرت میں اور اللہ نے ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

تفسیر کشاف میں ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو لوگ حضرت مولیٰ علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کو ایذا دیتے تھے یعنی جو لوگ حضرت علی و اہل بیت کو تکلیف دے کر اللہ اور اس کے رسول کو ایذا و تکلیف دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور آخرت میں لعنت صرف کفار پر ہوگی، لہٰذا اس آیت سے معلوم ہوا کہ اہل بیت رسول ﷺ کو ایذا دینا کفر ہے اللہ ان لوگوں کو عذاب دے کر ذلیل و رسوا کرے گا۔

سوال: ایذا کا معنی کیا ہے؟

جواب: ”تاج“ میں ہے[۱]: ایذا ستانے اور تکلیف دینے کو کہتے ہیں اور اسی میں شکایت کرنا بھی شامل ہے، کسی کو رنج پہنچانا اور ناخوش کرنا ایذا ہے اور ایذا عام ہے، کسی کو قتل کرنا، مارنا پیٹنا برا بھلا کہنا یہاں تک کہ اگر کوئی شخص مجلس سے اُٹھے اور اپنا کپڑا جھاڑے اور اس کی دھول اہل مجلس کو پڑ جائے تو یہ بھی ایذا ہے، نیز کسی کے فرزند بیوی یا غلام اور اس کے رشتہ دار کو تکلیف دینا یہ بھی ایذا ہے جیسا کہ میں نے اسے ”حقوق والدین“ استاذ اور پڑوسیوں کے حقوق میں بیان کیا ہے نیز ترش روئی، یعنی کسی کو دیکھ کر چہرہ بگاڑ لینا، یہ بھی ایذا ہے جب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصار کے پاس گئے اور انھوں نے ان کو دیکھ کر ترش روئی کی، تو حضور علیہ السلام نے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور کہا: جو شخص میرے چچا کو تکلیف دے، وہ مومن نہیں۔

۱: ج: ۳۷، ص: ۵۹، مطبع: مؤسسۃ الکویت للتقدم العلمی۔

یہاں تک کہ کوئی شخص پیاز اور لہسن کھا کر مجلس میں نہ آئے کہ اس سے لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے جیسا کہ "مشارق" اور "مصابیح" میں ہے اور اہل بیت کو ایذا دینا اللہ کے رسول ﷺ کو ایذا دینا ہے (اور اللہ کے رسول کو ایذا دینا خدا کو ایذا دینا ہے)۔

حدیث ①: تفسیر "کشّاف" اور "شرف النبوّۃ" میں ہے:

رَوَاهُ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حُرِّمَتِ الْجَنَّةُ عَلٰى مَنْ ظَلَمَ اَهْلَ بَيْتِيْ وَآذَانِيْ فِيْ عِتْرَتِيْ.[۱]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر بہشت کو حرام فرما دیا ہے جو میرے اہل بیت پر ظلم کرے اور میری اولاد کو ستا کر مجھے تکلیف دے۔

حدیث ②: "مصابیح" میں ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِنِّيْ فَمَنْ اَبْغَضَهَا فَقَدْ اَبْغَضَنِيْ وَمَنْ آذَاهَا فَقَدْ آذَانِيْ.[۲]

ترجمہ: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، جس نے ان سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی اور جس نے انھیں تکلیف دی، اس نے مجھے تکلیف دی۔

اور امام حسین کو قتل کرنا حضرت فاطمہ کو زیادہ اذیت دینا ہے کیوں کہ بیٹے کے درد اور تکلیف کا اثر ماں پر زیادہ ہوتا ہے اور سادات کو تکلیف دینا حضور علیہ السلام کو تکلیف دینا ہے۔

اس باب میں احادیثِ متواترہ کثرت سے وارد ہیں اختصار کی وجہ سے ان کا ذکر نہیں کیا گیا۔ تو حضرت امام حسین کو تکلیف دینا حضور ﷺ اور علی و فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو تکلیف دینا ہے اور ان حضرات کو تکلیف دینا قرآن و حدیث کی رو سے باعثِ کفر ہے اور ایذا دینے والے پر لعنت ہے۔ اسی وجہ سے اہل سنت و جماعت کا امام حسین کے قاتل و آمر

۱: تفسیر کشّاف، شوریٰ: ۲۳، ج: ۵، ص: ۴۰۵، مطبع: مکتبۃ العبیکان۔

۲: مشکوٰۃ المصابیح، کتاب المناقب، باب مناقب اہل بیت النبی ﷺ، ص: ۱۷۳۲، رقم الحدیث: ۶۱۳۰، مطبع: المکتبۃ الاسلامیۃ، بیروت۔

(قتل کا حکم دینے والا) کے کفر ولعنت پر اتفاق ہے۔ جیسا کہ ''نسفیہ'' اور ''تشریح'' میں ہے۔

ایک پڑوسی کے کتّے کی اذیت دوسرے پڑوسی تک سرایت کرتی ہے یعنی پہنچتی ہے جیسا کہ آپ نے فقہ میں ''باب حق الجار'' میں پڑھا ہوگا، پھر تمھارا کیا گمان (خیال) ہے اس بارے میں کہ بیٹے کو تکلیف دینے کا اثر باپ کو سرایت نہیں کرے گا؟ اور یہ چیز اہل حق اور اہل شعور واحساس کے نزدیک ظاہر ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ کوئی شخص جانور اور پرندے کے بچے کو ستاتا ہے۔ تو ان (وحوش وطیور) کو ایسی تکلیف ہوتی ہے کہ جان پر کھیل جاتے ہیں اپنے بچوں کو بچانے کے لیے تو جو شخص افضل البشر اور فضل وکمال میں سب سے کامل اور سب سے بڑا عالم ہو، ان کو ان کے جگر گوشے امام حسین کے قتل واذیت وظلم وحقارت سے کیوں کر تکلیف نہیں ہوئی ہوگی؟ حاشاللہ! کوئی اس کا گمان بھی نہیں کر سکتا اور یہ معنی نصِ شرعی اور عقل وحِس سے ثابت ہے اور چھوٹے بڑے پر پوشیدہ نہیں ہے کیا تم نے نہیں سنا کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور ﷺ کو امام حسین کے قتل (شہادت) کی خبر دی تو آپ چند روز تک گریاں، مغموم اور رنجیدہ رہے، اُس کمالِ محبت وشفقت کی وجہ سے جو آپ کو سیدہ فاطمہ کے فرزندوں سے تھی۔

ایک دن فرزند رسول حضرت ابراہیم وحضرت امام حسن وامام حسین کھیل رہے تھے اور حضور علیہ السلام انھیں دیکھ کر خوش ہو رہے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اللہ عزوجل نے فرمایا ہے کہ میں نے محمد ﷺ کو تمام دنیا والوں میں معزز اور برگزیدہ بنایا ہے اور وہ بچوں اور مخلوق کے ساتھ مشغول ہیں محبت کی شرط یہ ہے کہ ان تینوں میں سے کسی ایک کی موت کا غم آپ برداشت کریں۔ حضور ﷺ نے (یہ سن کر) اپنے سرِ اقدس کو جھکا کر مراقبہ کیا اور فرمایا: اگر میں حسن وحسین کی موت کو اختیار کروں تو اس سے فاطمہ کو بہت تکلیف ہوگی، اور میں یہ دیکھ نہیں سکتا اور نہ حسنین کی جدائی کا شربت چکھ سکتا ہوں۔ اے جبرئیل! میں اپنے فرزند ابراہیم کی موت کو اختیار کرتا ہوں اتنا کہنا تھا کہ اسی وقت حضرت ابراہیم بخار میں مبتلا ہوگئے اور تیسرے دن ان کا انتقال ہوگیا۔

آپ ﷺ نے ایسا اس لیے کیا تاکہ دنیا والوں کو معلوم ہو جائے کہ حضور ﷺ حسنین کریمین سے کتنی زیادہ محبت فرماتے تھے تاکہ لوگ ان کی اذیت وعداوت (دشمنی) سے پرہیز کریں اور کفر و لعنت سے محفوظ رہیں اور اس واقعہ میں کسی بھی انسان کو شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اس لیے علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ اولادِ رسول ﷺ کی اہانت واذیت اور حقارت وظلم کفراور کافری ہے۔

''مصابیح''میں ہے کہ اگر کوئی شخص کسی علوی کو حقارت سے ''عَلَوِیک'' کہے تو کافر ہو جائے گا اور بعض کہتے ہیں کہ اگر تعظیم کی نیت سے ''عَلَوِیک'' کہے تو کافر نہ ہو گا کیوں کہ صیغۂ تصغیر کبھی تعظیم کے لیے بھی آتا ہے۔ امام ابوالقاسم نے کہا کہ اگر غصّے میں ایسا کہا تو کافر ہو جائے گا۔

رسالۂ مولانا صدرالدین و مولانا ضیاء الدین برنی میں ہے: علمانے فتویٰ دیا ہے کہ اولادِ رسول کی اذیت رسانی و توہین کفراور کافری ہے، لہذا جب صیغۂ تصغیر کے ساتھ ''عَلَوِیک'' کہنا کفر ہے، تو علوی حضرات کو قتل کرنا اور تذلیل کرنا کرنا بدرجۂ اولیٰ کفر ہو گا۔

سوال: جب اہل سنت کے نزدیک مسلمان کو ناحق قتل کرنا فسق اور (گناہِ کبیرہ) ہے تو امام حسین کو قتل کرنا کفر کیسے ہو گا؟

جواب: کیوں کہ حسنین کریمین کو اذیت پہنچانے اور ان کی توہین کرنے کا اثر مصطفیٰ ﷺ تک پہنچتا ہے اور حضور کی اہانت واذیت رسانی بالاتفاق کفر اور باعثِ لعنت ہے جیسا کہ میں نے اسے نصِّ قرآنی سے اور شرعی و عقلی طور پر ثابت کیا ہے۔

جواب دوم: مومن کے قتل وایذا کو جو فسق اور (گناہ کبیرہ) کہا گیا ہے یہ مطلق ہے اور جو کفر کا حکم ہے، وہ اہل بیت کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ اس کے مقام پر معلوم ہوا۔ چنانچہ مروی ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم اور حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حسنین کریمین ان کی اولاد پر بہتان لگانا اور ان کو سب وشتم (گالی گلوج) کرنا کفر ہے جیسا کہ ''تشریح'' اور ''نسفیہ''میں ہے اور ''خلاصہ''میں ہے: شیخین (حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما) کو گالی دینا کفر ہے۔

سوال: اگر ایک علوی دوسرے علوی کا مخالف یا دشمن ہو تو کافر ہو گا یا نہیں؟

جواب: کافر نہیں ہوگا کیوں کہ ہم اس اذیت واہانت کو کفر کہتے ہیں جس کا اثر حضور ﷺ تک پہنچتا ہے طبعی طور پر اور حسی طور پر جیسا کہ لوگوں کی طبیعت ہے کہ وہ اگر کسی کے بیٹوں کے ساتھ دشمنی رکھتے ہیں تو ان کے باپ سے بھی دشمنی رکھتے ہیں برخلاف اس کے کہ اگر دو بیٹے ایک باپ کے ہوں یا دو نوکر ایک مالک کے ہوں اور دو شاگرد ایک استاذ کے ہوں یا دو غلام ایک آقا کے ہوں تو ان کی آپس کی دشمنی مالک، باپ، امیر اور استاذ کے ساتھ دشمنی کرنا نہیں کہلائے گا، یہ ایک محسوس چیز ہے جیسا کہ ذِمّی ذِمّی کے ساتھ جنگ کرے تو وہ حربی نہیں ہوگا اور اگر وہ مسلمانوں کے ساتھ یا خلیفہ کے لوگوں کے ساتھ جنگ کرے تو وہ حربی ہوجائے گا اور اگر باغی مسلمان کے ساتھ جنگ کرے تو وہ حربی ہوجائے گا۔

”لِاَنَّ الْاِسْلَامَ مِلَّةٌ وَاحِدَةٌ كَذَافِىْ "خزانة الفقه" اِنَّ اَهْلَ الذِّمَّةِ اِذَا قَاتَلُوْامَعَ اَهْلِ الْاِسْلَامِ مَعَ اَنَّ الْبَاغِىَ اَوْغَيْرَهٗ يَنْقُضُ عَهْدَهُمْ فَلَوْاَنَّ عَهْدَهُمْ يَنْقُضُ بِالْقِتَالِ مَعَ الْبَاغِىْ فَالْاَوْلٰى اَنْ يَنْقُضَ بِالْقِتَالِ مَعَ اَهْلِ الْعَدَلِ.

ترجمہ: اس لیے کہ اسلام ایک دین ہے اسی طرح ”خزانۃ الفقہ“ میں ہے کہ ذمی جب مسلمانوں کے ساتھ جنگ کریں باوجودیکہ باغی ہو یا غیر باغی، اگر وہ اپنا عہد و معاہدہ توڑدیں تو باغیوں کے ساتھ جنگ کر کے عہد توڑنے سے بہتر ہے کہ اہل عدل کے ساتھ جنگ کر کے عہد توڑدیں۔

سوال: جب یزید عَلَيْهِ اللَّعْنَةُ حضور ﷺ کے رشتہ داروں میں سے تھا، تو امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل سے کافر کیوں ہوگیا؟

جواب: یزید لعین اگرچہ رشتہ داروں میں سے تھا لیکن یہ رشتہ داری ایک باپ سے نہ تھی اور ہماری گفتگو ان اولاد رسول ﷺ میں ہے جو حضور ﷺ کے پشت مبارک سے ہوں اس لیے کہ ہم پشت قرابت داروں اور بھائیوں میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ چنانچہ حدود و قصاص وغیرہ کے بیان میں آپ نے پڑھا ہوگا۔

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے میدان کربلا میں

بحالت نزع ارشاد فرمایا کہ میں اس وقت تک جنت میں نہیں جاؤں گا جب تک کہ اپنے قاتل کو ساتھ جنت میں نہ لے جاؤں؟

جواب: یہ بات محض افترا ہے اور صریح جھوٹ ہے اس لیے کہ امام حسین کے نزع کے وقت جب سر مبارک جدا کیا جارہا تھا، اس وقت وہاں کوئی سنی اور دین دار شخص نہیں تھا تمام شہید ہو چکے تھے۔ لہذا مدعیان علیہم اللعنہ کا قول اور خونیوں اور دشمنوں کی گواہی مردود ہے جیسا کہ "بابِ شہادات کے بیان" سے معلوم ہوتا ہے۔

جواب دوم: امام حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل بالاتفاق کافر ہے اور ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ وہ شہزادہ کافر کو کہے کہ میں جنت میں لے جاؤں گا اور شفاعت کروں گا۔

سوال: اہل بیت کو ایذا دینا کفر ہے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایذا دینے سے حضرت معاویہ کافر ہوئے یا نہیں؟

جواب: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے معاملے میں تاویل کی گئی ہے اور جس کی تاویل کی جائے وہ کافر و فاسق نہیں ہے اور "تشریح" میں ہے کہ حضرت عائشہ و زبیر اور طلحہ رضی اللہ عنہم نے تاویل کی کہ خلافت حضرت امیر معاویہ کے لیے ہے نیز حضرت امیر معاویہ نے تاویل کی کہ خلافت میرے لیے ہے اور تاویل کرنے والا کافر و فاسق نہیں ہوتا۔

"تمہید" میں ہے۔ کہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما تائب ہو کر شہر (گھر) لوٹ گئے اور کہا گیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی توبہ کرلی تھی نیز کہا گیا ہے کہ وہ بغاوت کی غرض سے حضرت علی کے خلاف (جنگ جمل میں) میدان میں نہیں آئی تھیں بلکہ مصالحت اور تنازع ختم کرنے کے لیے اور اسی میں ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی سے جنگ صِفِّین کے بعد توبہ کرلی تھی اور کہا تھا کہ مجھ سے خطاے اجتہادی ہوگئی، خلافت کے حق دار حضرت علی ہیں۔

اور "عیون المجالس" میں "فتاوی الجواہر" سے نقل ہے کہ حضرت امیر معاویہ نے اپنے بیٹے یزید سے کہا کہ اے بیٹے! خدا کی قسم خلافت حضرت علی و حسن و حسین کا حق ہے، لیکن ہم نے ان پر غلبہ حاصل کیا ہے۔

"تشریح" میں ہے کہ جس باغی کے بارے میں تاویل کی جائے وہ فاسق نہیں ہے کیوں کہ باتفاق روایات اس کی گواہی مقبول ہے کیوں کہ اس کے دعویٰ میں تاویل کی گئی ہے۔

بغاوت کی تعریف یہ ہے کہ باغی امارت وحکومت کا دعویٰ کرے شبہہ کے ساتھ جیسا کہ حضرت عائشہ وزبیر وطلحہ ومعاویہ رضی اللہ عنہم نے اجتہاد کیا اور ان کے اجتہاد میں خطا واقع ہوئی اور عصمت (معصوم ہونا) غیر انبیا کے لیے نہیں ہے نیز باغی ہونے کے باوجود ان کی اقتدا میں نماز، ولایت قضا، حج وجمعہ قائم کرنے وغیرہ امورِ ولایت جائز ہیں۔ تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ فاسق نہیں ہیں۔

سوال: جب یزید باغی ہے، تو اس پر ہم لعنت کیوں کرتے ہیں؟

جواب: "تشریح" میں ہے کہ یزید باغی، زبردستی غلبہ حاصل کرنے والا اور امام کے خلاف خروج کرنے والا شخص تھا اور امام کے خلاف خروج حرام ہے، تمام ادیان میں اور یزید نے امام حسین کے خلاف بلا تاویل خروج اور بغاوت کیا اور ان سے جنگ کر کے انھیں شہید کر دیا۔

سوال: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہو گئے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ملکِ شام میں خلافت کا دعویٰ کر دیا تو امیر معاویہ مصر وشام کے الگ سے بادشاہ کیوں نہیں ہوئے؟ یعنی بادشاہ کیوں نہیں تسلیم کیے گئے؟

جواب: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ باغی تھے کیوں کہ مصر وشام اس وقت مدینہ منورہ کے حدود ولایت میں تھے۔ مصر وشام کو حضرت ابو بکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہم نے فتح کیا تھا اور جو مدینے کا خلیفہ ہوتا مصر وشام ان کی حدودِ ولایت میں ہوتے اور رعایا میں سے جو خلیفہ کے خلاف سر اٹھائے وہ باغی ہو گا۔

"تشریح" میں ہے کہ جس نے سب سے پہلے دنیا میں بغاوت کی وہ امیر معاویہ ہیں، لیکن وہ باغی ماوّل ہیں امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خلافت حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی پھر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے

حصے میں۔ حضرت امام حسین کے دور میں یزید نے غلبہ حاصل کرنے کی غرض سے بغاوت کی یہاں تک کے باغیوں کا سلسلہ چل پڑا۔ اس کے بعد ولید بن یزید تختِ خلافت پر بیٹھا، اور قرآن کو نشانہ بنایا پھر اس کے بعد اس کا بھائی ابراھیم خلیفہ ہوا پھر اس کے بعد مروان کا دور آیا اور اس کے دور میں خطبا اہلِ بیت رسول ﷺ پر لعنت کرتے تھے۔ جب باغی خلفا کا سلسلہ ختم ہوا تو ابوالعباس السفاح العباسی خلیفہ بنا اور عبّاسیوں کی خلافت آج بھی ہے۔

اور یزیدیوں کا غلبہ اسّی سال تک رہا، اور اس وقت یزیدی، یزید پر لعنت کو پسند نہیں کرتے تھے، اور اس کے بعد ابو مسلم مروزی نے تمام یزیدیوں کو قتل کر دیا اور امیر المؤمنین حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ تخت خلافت پر متمکّن ہو جائیں۔ چنانچہ ابوالعباس السفاح نے حضرت علی اصغر کو خلافت پر بیٹھا دیا اور خود خلافت سے دست بردار ہو گیا اور مصلیٰ لے کر دنیاوی جھمیلوں سے کنارہ کش ہو گیا۔

سوال: آخر اس میں کیا حکمت ہے کہ عرب و فارس کی اکثریت اہلِ بیت سے محبت کرتی ہے اور ہندوستان کی اکثریت ان کو حقارت کی نظروں سے دیکھتی ہے؟

جواب: ''تفسیر ابوالقاسم'' میں ہے کہ جب قرآن کا اکثر حصہ نازل ہو چکا تو حضور ﷺ نے قرآن کو ہر جگہ روانہ فرمایا: جب قرآن فارس پہنچا تو فارسیوں نے اس کو سینے پر رکھا اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ حضور ﷺ کی خدمت میں تحفہ و تحائف، دُلدُل (گھوڑا) اور حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو روانہ کیا اور جب قرآن ترکستان پہنچا تو ترکیوں نے اس کو سر آنکھوں پر رکھا اور حضور کی خدمت میں ہدیہ و تحفہ و نذرانہ پیش کیا اور جب قرآن ہندوستان آیا تو ہندوستانیوں نے اس کو پاؤں کے نیچے ڈال دیا اور کتے کے گلے میں باندھ دیا (معاذ اللہ) جب حضور ﷺ کو ان سارے واقعات کی خبر دی گئ تو آپ نے فرمایا: اہل فارس لوگوں کے دلوں میں مقبول ہوں گے اور ان کے سینوں میں صداقت کو تسلیم کرنے کا جذبہ ہے قیامت تک ان کے دلوں سے میرے فرزندوں (اہلِ بیت) کی محبت ختم نہ ہوگی۔ ترکی کے لوگ سر برآوردہ اور سردار ہوں گے اور ہندوستان کے لوگ میری اولاد کو ذلیل و رسوا کریں گے اور ان کو ہلکا جانیں گے اور یہ لوگ ہمیشہ ذلیل و خوار ہوں گے۔ ایک

دوسرے سے دشمنی رکھیں گے۔ حاکم چاہے گا کے رعایا کا مال ہڑپ لے اور رعایا حاکم کا مال غصب کرنا چاہے گی۔ کوئی بھی بزرگ زادہ بزرگ نہیں ہوگا اور سارے لوگ ناانصافی میں مبتلا ہوں گے الا ماشاء اللہ۔

مروی ہے کہ جب یہ کیفیت حضور ﷺ کو معلوم ہوئی تو آپ نے ہندوستان کے خلاف مُہم اور لشکر تیار کرنے کا ارادہ فرمایا یہاں تک کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہندوستان کی زمین منحوس ہے آپ اپنا مبارک قدم وہاں کیوں رکھنا چاہتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک وہاں کسی نبی اور ولی کو سکون و قرار نہیں ملا ہے۔ ہندوستانیوں نے آپ کی کتاب (قرآن) کے ساتھ ایسا سلوک کیا ہے آپ کے پیروکار ان سے ضرور بدلہ لیں گے اور ان کی بیویوں اور بچوں کو قید کریں گے اور ان کو ذلیل و رسوا کریں گے اور ننگا کریں گے اور دینِ اسلام کے پیروکار بادشاہ ان سے انتقام کے لیے باہر نکلیں گے۔ آمین!

سوال: جب بیٹے کی اذیت باپ تک پہنچتی ہے تو مرنے کے بعد مردے کو تکلیف ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب: اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد مردوں کو تکلیف پہنچتی ہے وہ غصہ بھی ہوتے ہیں اور رنجیدہ بھی اور اس کی دلیل عذابِ قبر ہے ورنہ عذابِ قبر فضول ٹھہرے گا۔

"اعلام الہدیٰ" میں ہے کہ نہلانے والے کی نرمی اور سختی کو مردے محسوس کرتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ صدقہ و خیرات اور نماز سے مردوں کو خوشی ہوتی ہے اور ان پر الزام تراشی اور برائی کے ساتھ ان کا تذکرہ کرنے سے ان کو تکلیف ہوتی ہے نیز اسی میں ہے کہ اچھی باتوں سے مردوں کو خوشی اور بری باتوں سے تکلیف پہنچتی ہے۔

اور "شرعۃ الاسلام" میں ہے: اِتَّخِذُوْا الْقَبْرَ فِيْ جِوَارِ اَهْلِ الْخَيْرِ فَاِنَّ الْمَيِّتَ يَتَأَذّٰى بِالْجَارِ السُّوْءِ.[1]

۱: حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، للحافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصفہانی، ج:۶، ص ۳۵۴، ط: دارالکتب العلمیہ، بیروت۔

ترجمہ: اچھے لوگوں کے قریب قبر تیار کرو کیوں کہ مردوں کو بُرے پڑوسی سے تکلیف ہوتی ہے جیسا کہ زندوں کو تکلیف ہوتی ہے۔

اور "علمی" میں ہے کہ مُردے زندوں کی گریہ وزاری کو ناپسند کرتے ہیں اور احادیث وتواریخ میں ہے کہ جو اولادِ رسول ﷺ کو ستائے وہ جان لے کہ اس کا انجام برا ہوگا۔

سوال: یزید لعین کو امام حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: "آثار النبویہ" میں ہے کہ یزید وہ ظالم شخص ہے جس نے امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو قتل کیا اور "شرف النبوہ" میں ہے:

لَمَّا قُتِلَ حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَتَبَ اِبْنُ عَبَّاسٍ اِلٰى يَزِ يْدِ بْنِ مُعَاوِ يَةَ اِنِّيْ لَاَرْجُوْ اَنْ لَا يُمَلِّكَ اللّٰهُ تعالٰى بَعْدَ قَتْلِكَ عِتْرَةَ النَّبِيِّ عليه السلام وَ يَا خُذَكَ اَخْذًا اَلِيْماً وَ يُخْرِجَكَ مِنَ الدُّنْيَا اَثِيْماً كَفُوراً فَعِشْ مَا اسْتَطَعْتَ.

ترجمہ: جب حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یزید کو خط لکھا کہ میں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں کہ اہل بیت کے قتل وغارت کے بعد اللہ تیرے ہاتھ سے حکومت چھین لے گا اور تیرا سخت مواخذہ فرمائے گا اور تجھے دنیا سے گنہگار اور ناشکرا بنا کر اٹھائے گا جس طرح چاہو جی لو۔ اس خط میں حضرت ابن عباس نے یزید کی طرف امام حسین کے قتل کی نسبت کی۔ حضرت عبداللہ بن عباس فقیہ وعادل تھے اور ان کا یزید کی طرف قتل کی نسبت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یزید امام حسین کا قاتل و آمر (حکم دینے والا) اور اس عمل سے راضی تھا۔ خبرِ متواتر سے ثابت ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ امیر معاویہ کی پشت سے ایک لڑکا پیدا ہوگا اس کا نام یزید ہوگا اور وہ میری اولاد پر ظلم کرے گا۔

سوال: جب یزید لعین امام حسین کے ساتھ جنگ کے وقت حاضر نہیں تھا تو اس کو قاتل کہنا کیسے درست ہوگا؟

جواب: لشکر جو بھی کام کرتا ہے وہ اپنے امیر کی اجازت سے کرتا ہے اور اس کے کام کی نسبت امیر لشکر کی طرف کی جاتی ہے اس وجہ سے امام حسین کے قتل کی نسبت یزید کی طرف

کی جاتی ہے۔ جیسا کہ کوئی امیر لشکریوں کو کسی دوسرے امیر کے پاس بھیجے یا قلعہ کے لیے نامزد کرے تو اگر وہ لشکر قلعہ کو یا اس کے لشکریوں پر فتح حاصل کر لے تو اس فتح کا اطلاق عرفاً و استعمالاً لشکر کے امیر اور سردار پر ہوتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ فلاں شہر اور فلاں قلعہ پر فلاں امیر نے قبضہ کر لیا اور جیسے کہتے ہیں کہ سلطان سکندر نے دارا کو قتل کیا اور بیان کرتے ہیں کہ فرعون نے عرب و عجم پر قبضہ کیا حالانکہ حقیقت میں ان کے سپاہیوں اور سپہ سالاروں نے قبضہ کیا تھا اور اسی طرح فی الواقع سکندر نے خود دارا کو قتل نہیں کیا تھا یہ عینی بات ہے وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔ آمر مامور کی طرح ہوتا ہے اور نائب منوب کی طرح اور لوگوں سے ان کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا پس یہ بات ثابت ہوگئی کہ یزید پلید لعین دھتکارا ہوا، امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم دینے والا اور اس پر راضی تھا۔

سوال: جب یزید لعین کی رضامندی اضافت کے قرینہ سے معلوم ہوگئی۔ تو صراحت کے ساتھ بھی ثابت ہے کہ نہیں؟

جواب: صراحت کے ساتھ بھی ثابت ہے کہ یزید لعین امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا ذمّہ دار اور حکم دینے والا تھا۔

"دستور الحقائق" میں ہے کہ یزید امام حسین کے ساتھ جنگ کے لیے راضی تھا اور اس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم دیا تھا اور اس نے آپ رضی اللہ عنہ کے سر مبارک اور اہل بیت کی توہین کئی طریقوں سے کی تھی۔ مختلف تفصیلوں سے یہی مشہور ہے۔ لہٰذا اس پر اور اس کے معاونین پر لعنت کرنے سے نہیں روکا جائے۔ اس لیے کہ خدا کی قسم اس نے کفر کیا جس وقت اس نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے اور آپ رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم دیا تھا اور اس بات پر امت کا اجماع اور ائمہ کا اتفاق ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے قاتل اور آمر پر لعنت کی جائے گی۔ اس لیے کہ کفر کا حکم دینے والا اور اس پر راضی رہنے والے کی تکفیر کی جائے گی۔

کہا گیا ہے کہ یزید نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ ان لوگوں نے اس کے حکم کے بغیر قتل کیا تھا (یہ دعویٰ غلط ہے، اس لیے کہ) اس سلسلے میں امام مکحول بن فضیل نسفی فرماتے ہیں کہ یہ قول صحیح نہیں ہے۔

"فتاویٰ الکبریٰ" "درجۃ العلما" اور الروضۃ الزندوسیہ میں ہے کہ یزید بن معاویہ نے عاشورا کے دن امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون سے یا اثمد سے سرمالگایا تھا تاکہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور مقتول امام حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھے۔ "خلاصہ"، "خانیہ" اور "التشریح" وغیرہ کا ماحصل یہ ہے کہ عاشورا کے دن سرمہ لگانے میں فقہانے اختلاف کیا ہے۔ بعض نے کہاکہ یہ مستحب ہے اس لیے کہ حضور ﷺ نے ایسا کیا ہے اور بعض لوگوں نے کہاکہ مکروہ ہے اس لیے کہ یزید بن معاویہ نے ایسا کیا تھا اور بعض لوگوں نے کہاکہ اس میں کوئی حرج نہیں اور بعض نے کہاکہ یہ بدعت ہے۔ "رسالہ عبہری" میں ہے کہ یزید لعین سر مبارک امام حسین رضی اللہ عنہ کوکئی مرتبہ نیزہ کی نوک پر رکھتا یہاں تک اس نے گلہ مبارک سے مغز مبارک کو باہر لے کر دیا۔[۱]

"قصص بخاری" میں ہے کہ جس وقت امام حسین کا مبارک سر یزید کے پاس لایا گیا ،اس وقت وہ موج مستی میں چور اور شراب کے نشے میں تھا۔ امام حسین کے سر کو اپنے سامنے رکھوایا اور اس کی بڑی توہین کی جب بعض صحابہ کو اس کی خبر پہنچی تو رونے لگے اور کہاکہ اے یزید ملعون! تم نے یہ کیا کر دیا تو یزید نے ان صحابہ کی بھی گردن اُڑادی ۔ کہتے ہیں کہ وہاں پرسات صحابہ کرام موجود تھے، یزید نے سب کو قتل کروادیا اور یہ لوگ بھی شہید ہوگئے۔

شعر:

لعنت کند چکاوک ہر صبح بر یزید
لعنت ہمی کنی تو بدانم چکاوکی

ترجمہ: چکاوک (خوش آواز یعنی چنڈول) پرندہ ہر صبح یزید پر لعنت کرتا ہے، تم بھی لعنت کرو تاکہ میں تم کو چکاوک سمجھوں۔

"غُررُ السیَر" میں امام شعبیؔ سے منقول ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد یزید لعین نے اہلِ بیت کے فرزندوں اور ان کی پاک خواتین کو شہر دمشق کے اندر قید میں ڈال

ا : زیر نظر نسخے میں ہے کہ سر مبارک کو نیزے پر اتنے دنوں تک رکھا کہ گلہ مبارک میں گوریّا نے انڈا دے دیا۔ (فروغ)

دیا۔ ''مناہج'' میں ہے کہ یزید لعین کا بیٹا ولید قرآن کو تنقید کا نشانہ بناتا تھا۔ ''تہذیب الکامل'' میں ہے کہ یزید لعین امام حسین کے دہن اقدس میں میخ ڈالتا تھا اور مختلف قسم کے توہین آمیز سلوک کرتا تھا اور ''قصصِ مشکوٰۃ'' میں ہے کہ یزید لعین نے امام حسین کے مبارک سر کی بڑی توہین کی اور اہلِ مدینہ کو خط بھیجا، اسی کے ساتھ امام حسین کا سر بھی بھیج دیا۔

''واقدی'' میں ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد یزید لعین نے مدینہ منوّرہ کے لیے لشکر روانہ کیا اور ابن عتبہ کو لشکر کا سردار بنایا۔ گیارہ دنوں تک مدینہ شریف میں سخت جنگ ہوئی اور پانچ ہزار پانچ سو (۵۵۰۰) فرزندانِ صحابہ شہید کیے گئے۔ مدینہ طیبہ اور حضور ﷺ کے کاشانۂ مبارک کو تین دن تک لوٹا گیا یہاں تک کہ یزیدی فوجوں نے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ و حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ساز و سامان کو لوٹ لیا اور ازواج مطہرات کو بندی بنا کر قید کر لیا۔

اور مشکوٰۃ میں ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے سرِ مبارک کو وسمہ کیا گیا یعنی نیل کی پتّی سے کالا کر دیا گیا۔[۱]

اور صحیح بخاری[۲] و مسلم میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے دیکھا: حضرت امام حسین کے مبارک سر کو ایک منحوس طشت میں لا کر رکھا گیا اور یزید آپ کی ناک پر نیزے کی نوک سے مارتا اور مذاق اڑاتے ہوئے استہزا کے کلمات بکتا۔ یزید لعین کی طرف سے امام حسین کے سرِ اقدس کے ساتھ توہین کرنے سے متعلق کثیر روایتیں ہیں جنھیں طوالت کے خوف سے ہم نے نہیں لکھا ہے۔ انھیں میں سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت قطب المحققین شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی رضی اللہ عنہ نے رسالہ فلاح میں بیان کیا ہے کہ جس وقت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سرِ اقدس یزید لعین کے پاس لایا گیا تو یزید خوشی میں جھوم کر یہ دو اشعار پڑھ رہا تھا:

۱: مشکوٰۃ المصابیح، کتاب المناقب، باب مناقب اہل بیت النبی ﷺ، ص:۱۷۴۱، المکتبۃ الاسلامی، بیروت
۲: صحیح بخاری، کتاب فضائل الصحابۃ، باب مناقب الحسن والحسین، ص:۹۲۱، دار ابن کثیر، دمشق، بیروت

يشير اليها بالبنان كانام
يشيرالى البيت العتيق المحرم
فان حرمت يوما علٰى دين احمد
فخدها علٰى دين المسيح ابن مريم

لوگ کہتے ہیں کہ واقعہ کربلا سنتے وقت یزید یہ اشعار پڑھ رہا تھا:

ابیات

فَيَا لَيْتَ اَشْيَاخِی بِبَدْرٍ شَهِدُوا
جَزْعُ الخَزْرجِ مِنْ وَقْعِ الاَسَلْ
لَاَهَلُوا واستحلّوا فرحاً
ثُمّ قَالوا يَا يَزِيْدُ تشل
لَسْتُ من خندف ان لم تنقم
من بنى احمد ما كان فعل
لعِبَتْ، هاشمٌ بالمُلكِ فَلا
خبرٌ جاء ولا وحْیٌ نَزَلْ
قد قتلنا القوم من ساداتهم
وعدلناه بيد ببدرٍ فَاعْتَدَلْ
واشد قباد فى اليد وبقا
فى الدُّعاءِ لا تشكل وتكل

خلاصہ کلام یہ کہ دورِ یزید سے لے کر آج تک امام حسین کے قتل کی نسبت حضور ﷺ نے اور حضرت ابن عباس نے اور جمہور اکابر واصاغر و جملہ مرد و خواتین نے یزید کی طرف کی ہے۔ لہٰذا یہ بات متحقق ہوگئی کہ کہ امام حسین کا قتل یزید کے حکم سے ہوا ہے اور وہ اس پر راضی تھا۔ بہت ساری صریح روایتیں اس پر شاہد ہیں۔ لہذا یزید پر لعنت بالاتفاق جائز ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے۔

اور ''تمہید سلمی'' میں ہے: یزید کے لعن طعن میں اہلِ علم کا اختلاف ہے۔

بعض اہلِ علم نے کہا: یزید پر لعنت جائز نہیں کیوں کہ وہ امیر المؤمنین ہے، اور بعض نے کہا کہ اس پر لعنت جائز ہے کیوں کہ اس نے امام حسین کے قتل کا حکم دے کر کفر کیا اور وہ اس پر راضی بھی تھا اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یزید نے اپنی فوج کو امام حسین کے قتل کا حکم نہیں دیا بلکہ ان سے بیعت لینے، گرفتار کرنے اور اس کے پاس لانے کو کہا تھا، فوج نے امام حسین کو یزید کے حکم کے بغیر قتل کیا اور وہ اس پر راضی نہیں تھا، لیکن صحیح ترین قول یہ ہے کہ اگر یزید نے امام حسین کے قتل کا حکم دیا تھا یا اس کی اجازت دی تھی یا وہ اس پر راضی تھا یا اس نے اہلِ بیت پر لعنت کو جائز قرار دیا تھا تو اس پر بھی لعنت جائز ہے، ورنہ نہیں۔

حاصلِ کلام یہ کہ بعض کہتے ہیں کہ یزید پر لعنت درست نہیں کیوں کہ وہ مسلمانوں کے امیر تھے لیکن ہم کہتے ہیں کہ یزید ظالم و غاصب تھا نہ کہ امام۔ امامت و خلافت کے مستحق حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تھے چنانچہ اس وقت سے لے کر آج تک کسی بھی سنی خطیب سے یزید کی خلافت کا خطبہ (بیان) تم نے نہیں سنا ہو گا۔ امام حسین کی شہادت کے چھ ماہ بعد یزید مر گیا اور واصلِ جہنم ہو گیا۔ لہٰذا یزید پر لعنت نہ کرنے کی دلیل فاسد ہے اور فاسد چیز پر بنیاد رکھنا بھی موجبِ فساد ہے۔

دوسرا جواب: اگر فرض بھی کر لیں کہ یزید پر لعنت منع ہے کہ وہ امام تھا اور امام کفر سے معصوم نہیں ہے تو یہ دلیل اس کے حق میں مفید نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یزید لعین نے امام حسین کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ وہ اس پر راضی تھا۔ ہم کہتے ہیں کہ اس خبر کا مخبر نافی (نفی کرنے والا) ہے اور نافی کا قول مردود ہوتا ہے۔ اس پر روایات متفق ہیں جیسا کہ شہادت کے بیان میں معروف ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یزید لعین نے لشکر کو قتلِ امام حسین کا حکم نہیں دیا تھا، بلکہ بیعت طلب کرنے کے لیے بھیجا تھا یہ قول بہ اتفاق روایات کئی طریقے سے ضعیف ہے۔ اول یہ کہ خلیفۂ برحق اور امامِ مطلق حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تھے اور امام و خلیفہ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ باغی و غاصب کو قہر و غلبہ اور جنگ و جدال سے قابو میں لائے نہ کہ باغی و غاصب کو یہ حق ہے کہ وہ امام برحق کے خلاف طلب بیعت کے لیے لشکر کشی کرے۔ دوم یہ

کہ کوئی بھی عقل مند اس کو تسلیم نہیں کرتا کہ چالیس ہزار (۴۰۰۰۰) فوج نہر فرات پر قبضہ کرے؟ اور دس دن تک اپنے مقابل شہدائے کربلا کو پیاسا رکھے اور اس سے جنگ کرے۔ سوم یہ کہ چالیس ہزار (۴۰۰۰۰) لشکر جنگ کے بجائے صرف بیعت طلب کرنے آئے کون عقل منداس کو تسلیم کر سکتا کہ حکم دیے بغیر وہ ایسا کرے گا۔ یہ کمزور دلائل یزید کے پیروکاروں نے مروانیوں کے دورِ حکومت میں اختیار کیے ہیں اور بعض کا راجح قول یہ ہے کہ یزید پلید نے امام حسین کے قتل کا حکم دیا اور وہ اس پر راضی تھا اور یہ قول اخبار و روایات کے مطابق مشہور و مواتر آثار کے موافق ہے۔ جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے بیان کیا۔ لہٰذا یزید، امام حسین کے قتل کے حکم و رضا کے سبب کافر ہے کیوں کہ کفر پر رضامندی کفر اور فسق پر رضامندی فسق ہے۔

قولہ والاصح: جس قول پر فتویٰ ہو اس کو ''الاصح'' سے تعبیر کیا جاتا ہے جیسا کہ ''ذخیرہ'' ''و مضمرات'' اور ''کشف'' میں مذکور ہے اور میں نے اس سے پہلے ذکر کیا ہے۔

حضرت مولانا سعد الحق و الدین نے ''شرحِ عقائدِ نسفیہ''[1] میں صحابۂ کرام کے ذکر کے بیان میں لکھا ہے: یزید بن معاویہ کے بارے میں اختلاف ہے۔ یہاں تک کہ ''خلاصہ'' وغیرہ میں ہے کہ یزید اور حجاج پر لعنت مناسب نہیں ہے کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے اہلِ قبلہ اور نمازیوں کے بارے میں لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے اور یہ جو منقول ہے کہ حضور ﷺ نے بعض اہلِ قبلہ پر لعنت فرمائی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کے احوال حضور ﷺ سے بہتر کوئی دوسرا نہیں جانتا اور بعض لوگوں نے یزید پر لعنت کو جائز کہا ہے کیوں کہ اس نے امام حسین کے قتل کا حکم دے کر کفر کیا۔

اور جس نے امام حسین کو قتل کیا، یا ان کے قتل کا حکم دیا یا اجازت دی یا ان کے قتل سے راضی ہوا یا اس پر خوش ہوا اس کے لعن وطعن پر اہل علم کا اتفاق ہے اور حق یہی ہے کہ یزید امام حسین کے قتل پر راضی تھا اور وہ اس پر خوش بھی ہوا اور اس نے اہلِ بیت کی توہین کی۔ یہ تمام واقعات تواتر سے ثابت ہیں، اگرچہ ان کی تفصیلات خبر واحد کے درجے میں ہیں۔

۱: شرح عقائد، الکف عن ذکر الصحابۃ الا بخیر، ص ۱۴۹، ط: دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

لہٰذا ہم یزید کے بارے میں بلکہ اس کے ایمان کے بارے میں توقف نہیں کرتے۔

لَعَنَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اَنْصَارِہٖ وَاَعْوَانِہٖ

ترجمہ: یزید اور اس کے اعوان وانصار پر اللہ کی لعنت ہو۔

''خلاصہ'' وغیرہ میں اس کا حاصل یہ بیان کیا گیا ہے کہ یزید پر لعنت واجب نہیں ہے اور یہ لعنت کے جواز واستحقاق کے منافی نہیں ہے، ایسا ہی ''معدن'' میں ہے۔ کیوں کہ لفظ ''یَنْبَغِیْ'' کا استعمال واجب سے نیچے اور مستحب سے اوپر کے لیے ہوتا ہے اور اہلِ قبلہ پر لعنت اس وقت منع ہے جب کہ اس کے کفر کا حال معلوم نہ ہو۔ اور یہی معنی امام کے قول (لِاَنَّ النَّبِیَّ ﷺ یَعلَمُ مِنْ اَحْوَالِ النَّاسِ) سے مستفاد ہوتا ہے اور جب یزید امام حسین کے قتل کے سبب کافر ہو گیا اور اس کا کفر ظاہری حکم کے مطابق معلوم بھی ہے تو یزید پر لعنت جائز ہو گا۔

دوسری بات یہ کہ اگر کوئی شخص کفر کرے اور اس فعل سے توبہ اور رجوع بھی نہ کرے تو وہ اگرچہ تمام احکامِ شرع پر عمل کرے، مومن نہیں ہوگا اور یزید کی توبہ پر کوئی بھی قول معتمد علما سے منقول نہیں ہے جو اس کے عدم لعنت پر دلیل بن سکے۔ نیز اگر یزید امام حسین کے قتل پر راضی نہ ہوتا تو ''ظُنُّوْا الْمُؤْمِنِیْنَ خَیْراً'' اس کے حق میں درست ہوتا نیز اگر اولادِ رسول اللہ کی اذیت رسانی بالاتفاق کفر نہ ہوتی تو ہم اس کے کرتوتوں کی اصلاحی تاویل کی کوشش کرتے، بطورِ استحباب واستحسان۔

اور بعض لوگوں نے اس پر مطلق لعنت کے جواز کا قول کیا ہے، چاہے وہ اہل قبلہ میں سے ہو یا نہ ہو، اس لیے کہ وہ ان کے قتل کا حکم دینے سے کافر ہو گیا اور کفار پر لعنت جائز ہے۔ فاسقوں پر لعنت جائز نہیں، کافر پر لعنت اس لیے ہے کہ وہ ہمیشہ رحمت سے دور رہے اور فاسق وقتی طور پر دور رہے، جیسے کہ آگ کافر کے لیے ہمیشہ ہمیش کے لیے ہوگی اور فاسق کے لیے وقتی طور۔ '' حِیْنَ اَمَرَ '' کا مطلب یہ ہے کہ یزید کافر ہو گیا جس وقت اس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم دیا اس لیے کہ کفر کا حکم دینا بھی کفر ہے چاہے مامور اسے کرے یا نہ کرے اور اہلِ سنت وجماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ لعنت کرنا جائز ہے۔

ہر اس شخص پر جس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا یا قتل کا حکم دیا یا اس سے رضامندی ظاہر کی یا ان پر لعنت کی اور یزید نے اہلِ بیت رسول ﷺ پر لعنت کو جائز سمجھا۔ چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ یزیدی لوگ عید یا غیر عید میں خطبہ پڑھنے کے بعد اہلِ بیت رسول ﷺ پر لعنت کرتے تھے اور اسے حق سمجھتے تھے۔

اور کتابوں میں لکھا ہے کہ حق، صدق اور صواب ایک معنی میں ہے اور یہ قول ''اِنّ رِضَا یزِ یْد'' تو اس میں ''اِنّ'' ناصبہ ہے اور اس کا اسم ''رضا'' ہے اور اس کی خبر ''مِمّا توَاتَرَ'' ہے، یعنی جو تواتر کے ساتھ چلی آرہی ہے اور متواتر کی دو قسمیں ہیں: (۱) تواتر لفظی وہ یہ ہے کہ بعینہ انھیں حروف و الفاظ کے ساتھ عبارت نقل کر دی جائے جیسے قرآن مجید اور تواتر معنوی جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت اور حاتم طائی کی سخاوت اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا علم، نوشیرواں کا عدل۔ جن کی تفصیل الگ ہے، اور مجموعی طور سے وہ سب ایک ہی معنی پر دلالت کرتے ہیں، اور یہ مجموعہ تواتر کے طریقے پر اس معنی کے ثبوت پر دلالت کرتا ہے اگرچہ ان تمام جزئیات میں سے ہر ایک کا علم نہ ہو یا ہم یہ کہیں کہ یہ احاد کے طور پر ہیں لیکن اس معنی کا علم تواتر کے طور واقع ہے یعنی یہ سب واقعات مختلف تفاصیل کے ساتھ بطور معنوی تواتر کے ہیں۔ چنانچہ بعض لوگ بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فوجوں کو شکست دی اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے خیبر کا دروازہ اکھاڑ دیا اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ حصار سلاسل وغیرہ کو فتح کیا وغیرہ وغیرہ اور یہ قول ''وَاِنْ کَانَ تَفَاصِیْلَہٗ آحَادٌ'' یعنی اگرچہ فرض و تقدیر کے طور پر احاد کی تفاصیل ہو۔ ''فَنَحْنُ لَاْنَتَوَقَّفُ'' (یعنی ہم توقّف نہیں کریں گے) میں ''فا'' حکم کے لیے اور ''بَلْ فِیْ اِیْمَانِہٖ'' میں ''بَلْ'' تاکید کے لیے ہے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اس قول پر زاہد یہ میں ہے کہ بَلِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُکَذِّبُوْنَ ۔ وَ اللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا یُوْعُوْنَ''

[الانشقاق: ۲۲۔۲۳]

ترجمہ: یہ کافر لوگ قرآن کو قبول نہیں کرتے ہیں اور جھوٹ بھی بولتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ حق اور صحیح یہ ہے کہ یزید پر لعنت کرنا درست ہے۔ امام حسین رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل اور ان پر رقص و سرور طلب کرنے اور اہل بیت رسول ﷺ کی توہین کی وجہ سے اور یہ سب وہ احادیث ہیں جو تواتر معنوی کے درجہ میں ہیں۔ اگرچہ ان کی تفاصیل بطریق آحاد ہیں۔ لہذا ہم اس کے راضی نہ ہونے پر نیز اس کے ایمان کے ثبوت میں توقف نہیں کریں گے۔ خدا کی لعنت ہے اس پر اور اس کے یاروں اور مددگاروں پر۔ لہٰذا قطب العالم جلال الحق والشرع والدین نے "قصیدہ لامیہ" میں "وَلَمْ یَلْعَنْ" کی جگہ فرمایا:

وَلَعْنَةُ الْعَالَمِیْنَ عَلٰی یَزِیْد
لِاَنَّ شَقَاوَتَهٗ بَیِّنٌ فِیْ الْفَعَالِ

ترجمہ: یزید پر دونوں جہاں کی لعنت ہو، اس لیے کہ اس کی بدبختی عیاں ہے۔

حماد بن علقمہ نے اپنے قصیدہ میں کہا:

اَلَا لَعْنَ الرَّحْمٰنِ لاٰلِ مُعاوِیَة
وَاٰلَ حَرْبٍ عِنْدَ لَعْنَةٍ لَایُقَطَّرُ

ترجمہ: سنو! آلِ معاویہ اور آلِ حرب پر اللہ کی لعنت، جو لعنت کے وقت بند نہ ہو۔

بِعَدَدِ الْحَصَا وَالنَّمْلِ وَالْاِبِلِ
وَبِنْتِ الثَّرىٰ یَتَزَوَّجُهٗ وَ یَتَكَرَّرُ

ترجمہ: یہ لعنت پتھر، چیونٹی، اونٹ اور کنکریوں کی تعداد کے برابر ہو، بلکہ اور زیادہ۔

اور متاخرین میں سے ایک نے مجاوبات الامالیۃ میں کہا

لَاْ یُنْظَرُ یَزِیْدَ بَعْدَ مَوْتِهٖ
سِوىٰ الْمَلْعُوْنِ فِیْ اِیْذاءِ عَالٍ

ترجمہ: موت کے بعد یزید کو آل رسول کی اذیت رسانی کے سبب ملعون ہی سمجھا جائے۔

شاعر نے کہا

ہمی گویم برو لعنت بشاید
ولے بیحد بل بیعد باید

ترجمہ: ہمیں یزید پر لعنت کرنی چاہیے، کم نہیں بلکہ بے حد و بے شمار لعنت۔

باغض آل احمد جاوداں در دوزخ است
کافر و ملعون یزید زرد گوش و روسیاہ

ترجمہ: آل محمد کا دشمن ہمیشہ دوزخ میں رہے گا، یزید کافر ہے، ملعون ہے، مکّار ہے، روسیاہ (کلوٹا) ہے۔

دنبکی وناصبی وخارجی از روئے شرع
لائق اند این ہر سہ بہرِ نارو نِقت وبوریاہ

ترجمہ: دنبکی، ناصبی اور خارجی لوگ، تینوں شریعت کی رو سے دوزخ اور اس کے عذاب کے لائق ہیں۔

آبِ کوثر کے خورند آنہا کہ دادند از خَرے
دینِ خود از دست دادند بر امید درغواہ

ترجمہ: وہ لوگ آبِ کوثر کیسے پییں گے، جنھوں نے قتل کیا، اپنے دین کو دنیا کی لالچ میں بیچ دیا۔

سوال: صاحبِ ''لامیہ'' اور ان کے مثل دیگر حضرات یزید پر لعنت سے منع کرتے ہیں۔ توان کا یہ قول حجت ہے یا نہیں؟

جواب: اُن کا قول حجت نہیں ہے چند وجہوں سے:

وجہ اول: صاحبِ لامیہ اور ان کے امثال کا نام مذہب اور ان کا عادل ہونا معلوم و متحقق نہیں ہے نیز یہ معلوم نہیں ہے کہ وہ حضرات ان کے اعوان میں سے تھے یا نہیں اور جب ان حضرات کا حال مشہور نہیں رہے۔ تو مستور (پوشیدہ) ہوگا اور ''خانیہ'' وغیرہ میں ہے کہ مستور کی خبر فاسق کی خبر کی طرح ہے اور اس کا قول لائقِ حجت نہیں ہے کیوں کہ اس کا فسق وعدالت مجہول ہے۔

وجہ دوم: صاحبِ لامیہ اور اس کے امثال پر جب الزام ہے کہ لوگوں کے بقول یہ حضرات یزید پلید کے حامیوں میں سے ہیں اور علماے اہل بیت اور علمائے اہل سنت کا

اجماع ہے اگرچہ دو یا تین افراد پر مشتمل ہوں جیسا کہ اصولِ فقہ کی کتابوں میں معروف ہے اور متہم شخص تمام ادیان میں مردود ہیں۔

وجہ سوم: صاحبِ لامیہ نے یزید کے اوپر عدمِ لعنت کی جو بات کہی ہے وہ بغیر دلیل کے ہے اور دعویٰ بلا دلیل لائق حجت اور قابلِ فتویٰ نہیں ہوتا اور اس کے اجتہاد میں کلام ہے اور ''سراجیہ'' میں ہے: امام ابو یوسف و زفر و عتبہ بن یزید نے کہا کہ کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ ہمارے قول پر فتویٰ دے جب تک کہ وہ جان نہ لے کہ وہ قول ہم نے کہاں سے اخذ کیا ہے۔

وجہ چہارم: یزید پر لعن طعن کا فتویٰ اولیٰ و انسب ہے کیوں کہ حضور علیہ السلام و حضرت ابن عباس سمیت اکابر علما و مشائخ نے یزید کی طرف امام حسین کے قتل کی نسبت کی ہے اور کہا ہے کہ وہ اس پر راضی تھا اور اس نے قتل کا حکم دیا تھا۔ حضرت حماد بن علقمہ، سید جلال الدین بخاری و مولانا سعد الدین علیہم الرحمہ کی عدالت و ثقاہت اور دیانت معلوم ہے یہ حضرات زہد و تقویٰ میں اپنے وقت کے مرشدانِ کاملین میں سے تھے جب ان حضرات نے یزید پر لعنت کی ہے تو یزید پر لعنت کی رخصت کا فتویٰ اولیٰ و انسب ہے۔ ''سراجیہ'' میں ہے امام علی سعدی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ جب دو مختلف فتوے دیے گئے ہوں تو ان میں سے کس پر عمل کیا جائے؟ آپ نے فرمایا: پہلے فتویٰ پر عمل کیا جائے، مگر یہ کہ اس پر عمل کرنے میں زیادہ تقویٰ ہو۔

وجہ پنجم: اگر یہ دلیل قائم کی جائے کہ یزید نے اپنی فوج کو امام حسین کے قتل کی اجازت نہیں دی تھی تو اس کا جواب وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا۔

وجہ ششم: اگر حدیث پاک '' وَلَا تُكَفِّرُوْا أَهْلُ الْقِبْلَةِ '' سے دلیل پیش کرو تو ہم کہیں گے کہ ''شروحِ حافظیہ'' میں ہے: اس کا مطلب یہ ہے کہ اہل قبلہ کے ساتھ کفار جیسا معاملہ نہ کرو مثلاً خراج اور جذیہ (کے حصول میں) جیسا کہ ہم نے مرتدین کے باب میں ذکر کیا۔

وجہ ہفتم: جب ہم نے یزید کے منعِ لعنت سے متعلق کتابوں کو کھنگالا تو مذاہب اربعہ کے ائمہ یا ان کے تلامذہ سے کوئی صریح عبارت ہمیں نہیں ملی۔ غرض کہ یزید کی لعنت سے متعلق کبار علما کے اقوال و آرا موجود ہیں جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ پھر صاحبِ لامیہ اور ان کے امثال کے قول کا کیا اعتبار؟

وجہ ہشتم: بالفرض صاحبِ لامیہ وغیرہ کی عدالت ومذہب اور اجتہاد معلوم بھی ہو تو ان کے منعِ لعنتِ یزید کا یہ قول حرمت کا متقاضی نہیں۔ کیوں کہ یہ مانع ظن ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ ورسول کا منع کردہ حکم مطلقاً اس کی حرمت کا تقاضا نہیں کرتا کیوں کہ منع ونہی کے مختلف اقسام ہیں مثلاً: کراہت، حرمت، شفقت، کرامت جیسا کہ کتبِ ''اصولِ بزدوی''میں ہے

وجہ نہم: یہ تواتر سے ثابت ہے کہ یزید لعین نے خاندانِ رسول ﷺ کو ایذا پہنچائی (تکلیف دی) لہٰذا اس کے ساتھ رعایت یا اس کی اعانت ایک طرح کی بے ادبی ہے۔ کیوں کہ اگر کوئی شخص بادشاہ کے بیٹے کے ساتھ دشمنی رکھے یا اس کا باغی ہو تو بادشاہ سے قربت رکھنے والے خاص لوگ اس کے ساتھ رعایت نہیں کرتے اس لیے یزید کے ساتھ رعایت مناسب نہیں اور اس پر بہت ساری عقلی ونقلی دلیلیں موجود ہیں۔

''حافظیہ''میں ہے کہ جس چیز سے متعلق حکم شرع وارد ہو، اور عقل اس کا انکار نہ کرے تو اس کو قبول کرنا واجب ہے۔ بے شک حضور ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے اپنے والدین کو امت کی خاطر خدا کے سپرد کر دیا اور حضرت فاطمہ وحسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنھم کو شفاعت کے لیے پیش فرمایا حضرت خاتون جنت کے مہر وفقر جہنم سے آزادی کا باعث قرار پائے اور ان حضرات پنجتن پاک کا فقر مجرموں کا شفیع ہوگا حضرات حسنین کریمین کی عظمت کے بارے میں آپ نے تھوڑا بہت ضرور سنا ہوگا کہ انھوں نے امت کے لیے اپنے آپ کو قربان کر دیا تو کیا امت کو یہ زیب دے گا کہ وہ اس پاکیزہ خاندان کے دشمنوں کی رعایت وحمایت کی کوشش کریں؟

اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنَا بِھِمْ وَ بِحُبِّھِمْ وَلَا تَھْلِکْنَا مَعَ الْھَالِکِیْنَ بِبُغْضِھِمْ.

اور محبت کی شرط یہ ہے کہ دوست کے غم کو اپنا غم سمجھے اور اس کے دشمنوں کو اپنا دشمن جانے اور دشمنوں کے ساتھ جیسا سلوک کیا جاتا ہے، ویسا سلوک دوست کے دشمنوں کے ساتھ کیا جائے اور ''کفایہ شعبی''میں ہے کہ ایک دن عبدالملک بن مروان نے امام شعبی سے استفسار کیا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے پردہ فرمانے کو پچاس سال گزر چکے ہیں اور یزیدی

لوگوں نے ایسا حادثہ (یعنی قتل حسین) کر دیا لیکن وہ نماز روزہ اور حج، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم و محبت میں اس حد تک مبالغہ کرتے ہیں کہ آپ کے موئے مبارک کی زیارت کے لیے میلوں پیدل چل کر اس کا استقبال کرتے ہیں اور جس صندوق میں موئے مبارک ہوتا ہے اس کو سر پر رکھتے ہیں اور شہر میں اس کو گھماتے ہیں۔

امام شعبی نے یہ سن کر فرمایا کہ تمھاری طرح لوگ کہاں ہوں گے کہ مصحف کو پاؤں کے نیچے رکھتے ہیں اور آپ کے موئے مبارک کو سر کے اوپر، میں ان کبار صحابہ کے پاس گیا ہوں، جو اس وقت باحیات تھے اور عمر رسیدہ تھے، میں نے ان کو دیکھا ہے اور ان کی زیارت کی ہے۔ میں نے بعض جمعہ پڑھنا اور بال بچوں سے گفتگو کرنا ترک کر کے دیکھا کہ وہ پہاڑی علاقے میں آباد تھے جب ان سے یہاں سکونت کی وجہ پوچھی تو کہنے لگے کہ یہ امت ظاہر میں ایمان کا دعویٰ کرتی ہے اور اپنے نبی کے لاڈلوں کو تکلیف پہنچاتی ہے اور ناحق قتل کرتی ہے۔ جب وزیر عبدالملک نے یہ بات سنی تو خلافت سے دستبردار ہو گئے اور توبہ کی۔

خلاصۂ کلام یزید لعین امام حسین کے حکمِ قتل کے سبب بالاتفاق کافر و مردود اور موجب لعنت و ملامت ہے۔

سوال: اگر کوئی شخص حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے قصّے پر یزید کو قیاس کرے اور کہے کہ سورہ احقاف کی تفسیر میں ہے کہ پیغمبر کے بیٹے کو قتل کرنا یا قتل کا ارادہ کرنا کفر ہے اور "اُقْتُلُوا یُوْسُفَ" [یوسف:۹] (ترجمہ: یوسف کو قتل کردو) کہنے سے برادران یوسف علیہ السلام کافر نہیں ہوئے۔ اس دلیل کی وجہ سے کہ انھیں حضرت یوسف علیہ السلام کی نبوت کے بارے میں علم نہیں تھا اسی طرح یزید کو بھی علم نہیں تھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنا کفر ہے حالاں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی اہانت مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ تک پہنچے گی تو کیا اب بھی امام حسین علیہ السلام کا قتل کرنے والا اور قتل کا حکم دینے والا کافر نہیں ہوگا؟

جواب: اس کے کفر کی چند وجہیں ہیں:

اول: یہ کہ جو شخص یہ کہے کہ یزید کو علم نہیں تھا یہ نفی کی خبر ہے اور نفی کی خبر منفی اور مسترد ہے۔

دوم: یہ کہ علم اور عدم علم امر باطنی (پوشیدہ معاملہ) ہے اور ہم ظاہر پر حکم لگاتے ہیں جیسا کہ ''ینابیع''[۱] میں ہے کہ کفریہ طور پر ہنسی مذاق کرنا کفر ہے، اگرچہ کفر کا ارادہ نہ ہو اور شرح لامیہ میں ہے کہ کفریہ طور پر ہنسی مذاق کرنے والا اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے نزدیک کافر ہے۔

سوم: یہ کہ کسی کے بارے میں لاعلمی کا گمان اگر کوئی کرے تو وہ مجنون، دیوانہ، یا بچہ ہوگا اور یزید لعین بظاہر ایسا نہیں تھا۔

چہارم: یہ کہ ''تفسیر فقہا'' میں ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ ہم ان پر قطعی حکم نہیں لگا رہے ہیں کہ برادرانِ یوسف علیہ السلام انبیا میں سے تھے یا نہیں اس لیے کہ ان کی نبوت دلیل قطعی اور خبر صحیح سے ثابت نہیں ہے۔ پھر اس قول پر کہ وہ انبیا میں سے نہیں تھے، معصوم نہیں ہیں تو کیوں کر وہ کافر نہیں ہوں گے؟

پنجم: یہ کہ اگر ہم مان بھی لیں کہ یوسف علیہ السلام کے بھائی انبیا میں سے تھے تو ان کا یہ فعل بچپن اور نابالغی کی حالت میں سرزد ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی دلیل سے ''يَرْتَعْ وَيَلْعَبْ'' [یوسف:۱۲] ترجمہ: تاکہ وہ پھل کھائے اور کھیلے اور اس دلیل سے بھی کہ وہ خون آلود مبارک کُرتا کو سلامتی کے ساتھ لائے اور بولے ''فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ'' [یوسف:۱۴] ترجمہ: تو انھیں (یوسف علیہ السلام) کو بھیڑیا کھا گیا۔

اور نابالغ بچے کا فعل معاف ہے جیسا کہ ''تفسیر کشاف'' میں ہے اور یزید لعین نہ چھوٹا تھا اور نہ ہی نابالغ تھا تو کیسے اس پر یہ قیاس کیا جا سکتا ہے۔

ششم: ان کے بالغ ہونے کو تسلیم کرنے کی تقدیر پر ہم کہیں گے کہ ''اقتلوا یوسف'' یہ قول ان سے صادر نہیں ہوا ہے اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے ''يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ'' [یوسف:۹] ترجمہ: تاکہ تمھارے باپ کا چہرہ تمھاری طرف ہی رہے۔ اگر یہ کسی اجنبی کا قول نہ ہوتا تو ''يَخْلُ لَنَا وَجْهُ اَبِيْنَا'' ترجمہ: تاکہ ہمارے باپ کا چہرہ ہماری طرف ہی رہے کہتے۔

۱: در مختار مع الشامی، کتاب الجہاد، باب المرتد، ج:۶، ص ۳۵۶، ط: زکریا بک ڈپو، دیوبند۔

''تفسیر امام نجم الدین'' میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے سوچا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ کیا کرنا چاہیے تو شیطان لعین بوڑھے آدمی کی شکل میں حاضر ہوا اور کہا کہ یوسف علیہ السلام کو قتل کردو یا کنویں میں ڈال دو انھوں نے کہا کہ ہم والد کے نافرمان ہوں جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گنہگار ہوجائیں گے شیطان نے کہا کہ استغفار کرو تو نیکوں میں ہوجاؤ گے۔[۱]

امام رکن الحق والدین المعروف خواہرزادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''اُقْتُلُوْا یُوْسُفَ'' حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی جانب سے بغیر عزم ویقین اور قصد و ارادہ کے ''حدیثِ نفس'' ہے اور ''حدیث نفس'' معاف ہے لہذا اِن سے یزید پر لعنت نہ کرنے کا استدلال بہت دور ہے۔ (یہ تمام بحث ''اعلام الہدیٰ'' میں مذکور ہے)

حدیث③:

اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی بُغْضِ اٰلِ مُحَمَّدٍ جَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ کُتِبَ بَیْنَ عَیْنَیْہِ آیِسٌ مِنْ رَحْمَۃِ اللّٰہِ اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی بُغْضِ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ کَافِرًا اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی بُغْضِ اٰلِ مُحَمَّدٍ لَنْ یَّشُمَّ رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ''.[۲]

ترجمہ: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خبردار ہوجاؤ کہ جو کوئی اولاد رسول ﷺ کی دشمنی میں مرے تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان اللہ کی رحمت سے ناامید لکھا ہوگا اور جو کوئی اولاد محمد ﷺ کی دشمنی میں مرے تو وہ کافر مرے گا اور جو کوئی آلِ محمد ﷺ کے دشمنی میں مرے تو ہرگز اسے جنت کی بُو حاصل نہیں ہوگی۔

حدیث③: ''اربعین'' میں ہے:

مَنْ اَبْغَضَ اَوْلَادِیْ فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَنِیْ فقد اَبْغَضَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَمَنْ اَبْغَضَ اللّٰہُ تَعَالٰی فَھُوَفِیْ النَّارِ.

۱: التیسیر فی التفسیر، ج:۸، ص:۳۲۰، سورہ یوسف:۹، طبع: دار الباب، بیروت۔
۲: تفسیر کشّاف، شوریٰ:۲۳، ج:۵، ص:۴۰۵، مطبع: مکتبۃ العبیکان۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی میری اولاد سے دشمنی رکھی، یقیناً اس نے مجھ سے دشمنی رکھی اور جو کوئی مجھ سے دشمنی رکھے تو بلاشبہ اس نے خدائے تعالیٰ سے دشمنی رکھی اور جو خدائے تعالیٰ سے دشمنی رکھے تو وہ آگ میں جائے گا۔

"وَالنَّارُ اَبْلَغُ مِنْ جَهَنَّمَ لِاَنَّ جَهَنَّمَ مَقَامٌ وَسِيْعٌ يُمْكِنُ اَنْ لَايَكُوْنُ فِيْ النَّارِ"

ترجمہ: اور لفظ "نار" جہنم سے بلیغ تر ہے کیوں کہ جہنم ایک وسیع و عریض جگہ ہے ممکن ہے کہ وہ آگ میں نہ ہو۔

جان لو کہ سادات کا دشمن یقیناً خدا کا دشمن ہے اس لیے کہ حضور ﷺ اللہ کے محبوب ہیں اور ساداتِ کرام حضور ﷺ کے محبوب ہیں لہٰذا جو کوئی کہے کہ میں حضور ﷺ کے محبوب کو پسند نہیں کرتا، تو وہ کافر ہو جائے گا یہاں تک کہ اگر کہے کہ مصطفیٰ ﷺ کو کدو پسند ہے اور میں پسند نہیں کرتا ہوں تو وہ کافر ہو جائے گا۔

"فتاویٰ ظہیری" میں ہے کہ ایک دن ہارون رشید قاضی امام ابو یوسف کے ساتھ ایک جگہ کھانا کھا رہے تھے کدو شریف کا ذکر ہوا تو امام ابو یوسف نے فرمایا کہ حضور ﷺ کدو شریف پسند فرماتے تھے ہارون رشید کے دربان نے کہا کہ میں کدو پسند نہیں کرتا ہوں امام ابو یوسف نے فرمایا: اے امیر مؤمنین! اس دربان کو حکم دیں کہ توبہ کرے یا اس کی گردن مارنے کا فرمان جاری کریں کہ میں اس دربان کے قتل کا فتویٰ دیتا ہوں، لہٰذا اس دربان نے اسی وقت توبہ کرلی جب کدو شریف کو پسند نہ کرنے کی بنیاد پر کفر لازم تھا تو بالخصوص سادات کرام جو احب الاحبا ہیں تو ان سے محبت نہ کرے تو یہ بدرجۂ اولیٰ کفر ہوگا جان لو کہ جو اولاد رسول ﷺ کی رعایت کرے گا تو وہ گمراہی سے ہدایت اور بدبختی سے سعادت مندی پائے گا۔

اے میرے عزیز! لوگوں نے حکایت بیان کی ہے کہ سلطان شمس الدین التمش دہلوی کے زمانے میں سادات کرام کی عزت نہ تھی چنانچہ ایک دن آتش پرستوں کا ایک عمر رسیدہ ممتاز (نام چین) جوگی بادشاہ کے پاس پہونچا اور بادشاہ کو اس سے انسیت ہوگئی یہاں تک کہ اس کو اپنے مصاحبوں (قریبی لوگوں) میں شامل کرلیا اور بار بار اس کو اسلام قبول کرنے کی

ترغیب دیتا رہتا آخر کار ایک دن اس آتش پرست نے کہاکہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بشر تھے یا فرشتہ؟ تو بادشاہ نے کہا: بشر تھے تو اس جوگی نے کہاکہ اگر ان کی اولاد ہوتی تو سجدہ اور ایمان کا باعث ہوتی سلطان نے کہاکہ ان کی اولاد دو چوٹی اور گیسو والی ہے جن کو سیّد کہتے ہیں۔

آتش پرست نے نعرہ لگایا اور کہاکہ اے بادشاہ یہ سادات تم میں اس قدر کمترین ہیں کہ لوگ ان سے نفرت کرتے ہیں اور اگر وہ ہمارے ساتھ ہوجائیں تو ہمیں شرم ورسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا تو معلوم ہواکہ ان کے جدّ حقیر وذلیل ہیں، اے بادشاہ! کسی ایسے شخص کے دین پر فریفتہ ہوجانا کہ جن کی اولاد ایسی ہو تیرا دعوۂ خلافت ان کے جد کے لیے کرنا ناجائز وحرام ہے ۔اے بادشاہ! آپ اس سے اندازہ لگائیں کہ جس شہر میں بادشاہ کے فرزندوں کو لوگ ذلیل ورسوا کرتے ہیں، اس وقت رعایا کے بارے میں بادشاہ کی ذمہ داری ختم ہوجاتی ہے اور جنگ چھڑ جاتی ہے، اے بادشاہ! ہماری قوم میں زنّار باندھنے والے ”اشراف“ ہوتے ہیں اگر چہ ہمیں ان سے نیابت و خلافت حاصل نہیں ہے، تاہم اگر کوئی ان کو مارتا ہے یا تکلیف پہنچاتا ہے تو ہم ان کا دفاع کرتے ہیں، ہم آپ سے چار گزارشات کرتے ہیں، اگر وہ منظور ہوں، تو میرا ایمان لانا اور آپ کی خلافت درست ہے، ورنہ کفرو کافری بہتر ہے اور زندگی سے موت اور خلافت کا ترک بہتر ہے۔

(اول) یہ کہ آپ ان کے ساتھ انعام واکرام کا معاملہ کریں تاکہ یہ لوگوں کے محتاج نہ رہیں اور کوئی شخص ان کو حقارت کی نظروں سے نہ دیکھے اور آپ بھی حق خلافت اور ان کے جدّ گرامی کی نیابت بحسن وخوبی انجام دیں۔

(دوم) یہ کہ اگر ممکن ہو تو سادات کرام کو اپنا جلیس وہم نشیں بنائیں تاکہ اس بہانے آپ کو ان کی خدمت کا موقع ملے۔

(سوم) یہ کے آپ علمائے کرام کو حکم دیں کہ وہ فتویٰ دیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی کوئی اولاد نہیں تھی، جو اپنے آپ کو حضور کی اولاد بتائے وہ اپنے قتل کا خود ذمہ دار ہوگا۔

(چہارم) یہ کہ علمائے کرام حق کی پاسداری کریں اور غلط سلط فتویٰ نہ دیں، اگر یہ چیزیں آپ کو میسر نہیں ہیں، تو ان (سادات کرام) کے جدّ گرامی کے دین سے نکل جائیں اور دین کفر اختیار

کرلیں کیوں کہ آپ سے اسلام اور پیغمبر اسلام کا حق ادا نہیں ہو پا رہا ہے۔ تاکہ آپ پر لوگ نہ ہنسیں اور لعن طعن نہ کریں۔

اور اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کے آتش پرست لوگ ساداتِ کرام کے معاملے کو مسلمانوں سے بہتر جانتے ہیں اور آج کے مسلمان اس سے ناواقف ہیں، اس کے بعد بادشاہ نے جوگی کو سینے سے چمٹا کر نعرہ لگایا اور حق آشنا ہو گیا اور اس کی تعریف کی اور کہا کہ اس دل میں کفر کیسے رہ سکتا ہے چناچہ وہ جوگی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور اولادِ رسول ﷺ کی رعایت کی برکت سے حق پرستوں میں داخل ہو گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سلطان شمس الدین التمش علیہ الرحمہ اس کے بعد سے سادات کرام کے گرویدہ (چاہنے والے) ہو گئے اور ان کے بارے میں حسنِ ظن رکھنے لگا اور بارہا کہتا کہ کل قیامت دن کوئی شیخ یا عالم کو جہنم سے چھٹکارا حاصل نہیں ہوگا، سب کو سید الانبیا علیہ السلام سے سروکار ہوگا جو رسولِ کریم ﷺ کا مخالف ہوگا، کل قیامت کے دن کوئی نبی اس کو نہیں بچائے گا۔ اور نہ کوئی ولی اس کو اپنے پاس بلائے گا۔

آپ ہمیشہ سید السادات سید مبارک غزنوی کو عوام و خواص کی مجلس میں اپنے قریب بٹھاتے اور حضرت سید قطب الدین بختیار کاکی کو اپنے دائیں جانب بٹھاتے اور بارہا دیکھا گیا کہ آپ سید مبارک غزنوی کے دامن کو تھام لیتے اور نہایت عاجزی و خاک ساری کے لہجے میں کہتے کہ میں ایک عجمی ترک ہوں اور آپ کے جدّ اعلیٰ کی برکت سے بادشاہ بنا ہوں گناہوں میں گرفتار ہوں اور میں نے آپ کے دامن کو تھاما ہے کیوں کہ آپ فرزند بتول اور جگر گوشۂ رسول ہیں قیامت کے دن مجھ سے اپنا دامن نہ چھڑائیں تاکہ ہمارے حق میں یہ حجت ہو آپ میری شفاعت فرمائیں۔

اے میرے عزیز! قیامت کا دن بہت سخت ہوگا امیر اس دن اسیر (گرفتار) اور اسیر اس دن امیر ہوگا اور بادشاہ فقیر کی پناہ ڈھونڈے گا اور وہاں سبھی حیرت زدہ اور مدہوش ہوں گے انبیاے کرام و اولیاے عظام اس دن ہیبت زدہ ہوں گے اور نفسی نفسی کہیں گے۔

آدم علیہ السلام حضور ﷺ کے جھنڈے کی طرف دوڑیں گے اور حضرت ابراہیم

علیہ السلام شفاعت چاہیں گے، بالآخر حضور ﷺ سب کی شفاعت فرمائیں گے۔ لہٰذا آپ ﷺ کے خاندان کا جو محب و مخلص ہوگا وہ شفاعت سے مشرف ہوگا اور اس خاندان کا جو مخالف اور دشمن ہوگا، وہ نگوں سار ہوگا اور حضور کے چاہنے والے اور ان کی اولاد سے محبت کرنے والے جنت میں خوش ہوں گے اور ان کے دشمن جہنم میں رنجیدہ ہوں گے۔

اے میرے عزیز! جو لوگ اچھی عادات اور نیک خصلتوں کے حامل ہیں ان کی روحیں سید ابرار ﷺ کی آل اولاد سے محبت و انسیت رکھتی ہیں جب اللہ عزوجل کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے لیے اسباب بھی مہیا فرما دیتا ہے۔

سادات کرام کی رعایت ہی میں سعادت و نیک بدبختی پوشیدہ ہے۔ اسی وجہ سے پیر حضرات اپنے مریدوں کو شجرہ دیتے ہیں تاکہ وہ ہر بزرگ کے مقام اور مرتبے کو ترتیب سے جان سکیں نیک لوگ خیال کرتے ہیں کہ سادات کرام، حضور ﷺ و حضرت مولیٰ علی کے چشم و چراغ اور پیرزادہ ہیں اگر ہزاروں پیر بھی جمع ہو جائیں تو دشمنانِ اہل بیت کو چھٹکارا نہیں دلا سکتے بلکہ جو مرید اہل بیت کا دشمن ہوگا کل قیامت کے دن اس کا پیر اس سے شرمندہ ہوگا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ بادشاہ کا کوئی خاص آدمی بادشاہ کے دشمن کے ساتھ رعایت کرتا ہے یا اس کو اپنے پاس بیٹھاتا ہے تو وہ بلا میں پڑ جاتا ہے اور یہ بات بالکل ظاہر و باہر ہے۔

یا اللہ العالمین! اس مجموعہ کو جمع کرنے والے اس ''رسالہ'' کو لکھنے والے، ان سطور و عبارات کو پڑھنے والے اور ان کے سننے والے کو حضور سید عالم ﷺ کے جھنڈے تلے جگہ عطا فرما۔

اور اولاد رسول ﷺ کی محبت ان کے دلوں میں مضبوط فرما ان کی محبت میں ہمیں موت نصیب فرما اور ان کے ساتھ ہمارا حشر فرما اور ساداتِ کرام کے فیوض و برکات سے ہمیں مالا مال فرما اور ان کے صدقے ہمارے آبا و اجداد و اولاد و احفاد اور احباب کو نجات عطا فرما، اپنے فضل و کرم سے آمین!

بجاہ حبیبہ الکریم افضل الصلوات واکرم التسلیم

ابیات

سادات نوردیدۂ انسان عالم اند
از حرمتِ محمد واز عترت علی

ترجمہ: ساداتِ کرام انسانیت کی آنکھوں کے نور ہیں حضور ﷺ کی حرمت کے سبب اور حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی عترت کے سبب۔

فردا طعام دوزخ معدہ کسے بود
کامروز در محبت شان نیست مبتلی

ترجمہ: کل قیامت کے دن دوزخ کی غذا اس کے پیٹ میں ہوگی، جو آج ان کی محبت میں مبتلا نہیں ہے۔

گر خوردۂ زایشاں صادر شود چہ باک
نتواں برید خدمت شاں راز ابلہی

ترجمہ: اگر کسی کو ان (سادات) کے فیض کا حصہ مل جائے تو اسے کیا خوف، جو ان کی خدمت نہ کرپائے وہ بے وقوف ہے۔

برحکم آن کہ سید کونین گفتہ است
اَلصَّالِحُونَ لِلّٰہِ وَ الطَّالِحُوْنَ لِیْ

ترجمہ: اس حکم کے تحت حضور ﷺ نے فرمایا کہ نیکو کار اللہ کے لیے ہیں اور بدکار میرے لیے ہیں۔

☆☆☆

الحمد اللہ! رسالہ "مناقب السادات" للشیخ قاضی شہاب الدین دولت آبادی علیہ رحمۃ اللہ الباری کا یہ ترجمہ بنام "مناصب السادات" بتاریخ ۲۸/ دسمبر ۲۰۲۲ء مطابق ۴/ جمادی الآخرہ ۱۴۴۴ھ بروز چہار شنبہ بوقت ۲/ بج کر انیس منٹ بحسن و خوبی پایۂ تکمیل تک پہنچا۔

سید نظامی اشرف الاشرفی الجیلانی المیرانی

احوال مصنف

☆

از سید نظامی اشرف جیلانی میرانی

وحید الدہر، فرید العصر، ملک العلما، استاذ الفضلا، جامع علوم عقلیہ ونقلیہ، صاحب تصانیف غالیہ وعالیہ، خادم ملّتِ محمدیہ، عارف اسرار الٰہیہ، خلیفہ اجل حضور مخدوم سمناں حضرت قاضی شہاب الدین اشرفی دولت آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی علمی وروحانی ادبی وآفاقی شخصیت تمام صاحبان علم وفضل کے مابین مستند ومسلم ہے۔

آپ کی زندگی کے کچھ احوال ملاحظہ فرمائیں۔

نام ولقب: آپ کا نام احمد اور لقب شہاب الدین اور ملک العلما ہے اور والد کا نام عمر کنیت ابوالقاسم اور لقب شمس الدین ہے۔

مورخین نے آپ کا نام ونسب کچھ اس طرح سے قلمبند کیا ہے۔

”احمد بن ابی القاسم عمر الزابلی بن شهاب الدین الدولةآبادی الهندی الحنفی،،[۱]

آبائی وطن: آپ کے اجداد کا وطن اصلی زابلستان کا معروف ومشہور شہر غزنین ہے چنانچہ تاریخ فرشتہ کا مصنف لکھتا ہے۔ اصل او غزنین است،،[۲]

اور صاحب ”معجم البلدان“ شیخ یاقوت حموی بغدادی لکھتے ہیں کہ ”زابلستان ایک وسیع وعریض ملک کا نام ہے جو بلخ اور طخارستان کے جنوب میں واقع ہے اس کا اصل نام ”زابل“ ہے عجمی لوگ شہروں کے نام میں نسبت سے مشابہت کی بنیاد پر سین اور اس کے بعد کے حروف کا اضافہ کردیتے ہیں یہ ملک رستم بن دستان کے دادا ”زابل“ سے منسوب ہے اور غزنہ/غزنین اسی ملک کا ایک بڑا اور معروف ومشہور شہر ہے۔[۳]

---

۱ : ہدیۃ العارفین اسماء المؤلفین وآثار المصنفین ج:۱، ص ۶۷

۲ : تاریخ فرشتہ ج: ۲، ص: ۳۰۶

۳ : معجم البلدان ج: ۳، ص: ۱۲۵

کسی زمانے میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے آبا واجداد اپنے وطن اصلی سے ہجرت کر کے ہندوستان آگئے اور یہیں پر سکونت پذیر ہوگئے۔

ولادت باسعادت

قاضی صاحب کی ولادت باسعادت ۷۶۱ھ میں ولایت دہلی کے مشہور و مردم خیز خطہ دولت آباد میں ہوئی اور وہیں پر آپ کی کامل نشو و نما ہوئی، چنانچہ مصنف ''نزھۃ الخواطر'' جناب حکیم عبد الحئ رائے بریلوی صاحب رقم طراز ہیں:'' وُلِدَ بِدَوْلَۃ آباد دھلی بعد سبعمائۃ من الھجرۃ ونشأ بھا ''.[۱]

تعلیم و تربیت

عہد طفلی ہی سے قاضی صاحب کی جبین سعادت پر طلب علم و معرفت کے آثار ہویدا تھے، چنانچہ آپ کے والد بزرگوار نے آپ کو اپنے وقت کے جلیل القدر فقیہ و عالم اور صوفی باصفا حضرت علامہ قاضی عبدالمقتدر بن رکن الدین شریحی کندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۷۹۱ھ) اور حضرت علامہ شیخ خواجگی بن محمد حنفی دہلوی (المتوفی ۸۰۹ھ) رحمۃ اللہ علیہما کے حلقۂ درس میں شامل کیا اور قاضی صاحب نے انتہائی رغبت و دلچسپی کے ساتھ ان مشاہیر علمائے کرام سے جملہ علوم و فنون کی تحصیل و تکمیل کی اور یگانہ روزگار ہوگئے زمانہ طالب علمی ہی میں آپ کے استاد محترم مولانا عبد المقتدر دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جب آپ کے اندر حصول علم کا بے نہایت ذوق وجذبہ دیکھا تو بے ساختہ کہنے لگے:

پیش من طالب علمے می آید کہ پوست او علم و مغز او علم و استخواں او علم است و ازیں طالب علم قاضی شہاب الدین رامی خواست،،۔[۲]

یعنی میرے پاس ایک ایسا طالب علم آتا ہے، جس کا گوشت، پوست اور ہڈی علم ہی علم ہے اس طالب علم سے مراد قاضی شہاب الدین دولت آبادی ہوتے تھے۔

اس طرح کلی شوق و شغف کے ساتھ مقتدر علما و نبلا کے زیر سایہ قاضی صاحب نے

۱: نزہۃ الخواطر ج ۳ ص ۲۳۳

۲: اخبار الاخیار فی اسرار الابرار ص ۱۴۸

سفر حصول علم وادب کو طے کیا اور اپنے معاصرین علما و فضلا میں نمایاں و ممتاز ہو گئے، چنانچہ حکیم عبدالحئی رائے بریلوی نزہۃ الخواطر میں لکھتے ہیں کہ:

قاضی صاحب نے مولانا عبدالمقتدر بن رکن الدین شریحی کندی اور مولانا خواجگی دہلوی سے علم حاصل کیا، تو فقہ، اصول اور عربی زبان وادب میں ممتاز ہو گئے اور علوم و معارف کے ایسے امام بن گئے جن کے غبار راہ کو بھی نہیں پہنچا جا سکتا ہے۔[۱]

علمی جاہ و جلال

قاضی صاحب کی علمی شخصیت تمام معاصرین کے درمیان اس قدر مسلم تھی کہ اس وقت پورے ہندوستان میں کوئی اور ان کا ہم پلہ و ہمسر ہونے کا دعویدار نہیں تھا، چنانچہ جامع لطائف اشرفی حضرت شیخ نظام یمنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

"امام روز گار و ہمام دیار قاضی شہاب الدین دولت آبادی کہ مقتدا ے علماے فحول و پیشواے بلغاے فروع واصول است"۔[۲]

یعنی اپنے دور کے امام اور علاقے کے میر کارواں قاضی شہاب الدین دولت آبادی، جو اجلہ علماے کرام کے مقتدا اور اصول وفروع کے ماہرین کے پیشوا ہیں۔ اور خواجہ تاش واحدی قاضی صاحب کی علمی استعداد اور ہر فن میں کامل رسوخ کو یوں بیان کرتے ہیں۔

لشکر علم تو بہ تیغ زباں
از عجم تا عرب گرفتہ دیار
چوں گرفتی عراق عربیت
فارسی را بہ واحدی بہ گزار [۳]

یعنی تیرے علم کی فوج تیغ زبان کے ذریعہ عرب و عجم تمام شہروں کو فتح کر چکی ہے جب تو نے عراق کی عربیت کو اپنے قبضے میں لے لیا ہے تو فارسی کو واحدی کے لیے چھوڑ دے۔

---

۱ : نزہۃ الخواطر، ج: ۳، ص: ۲۳۳

۲ : لطائف اشرفی ج:۱، ص: ۴۱۰

۳ : لطائف اشرفی ج ۲ ص ۱۰۶

اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ حضور غوث العالم، تارک سلطنت، شاہ شاہان طریقت، قدوۃ الکبری اوحد الدین والدنیا، محبوب یزدانی میر کبیر مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی سامانی نور بخشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قاضی صاحب کے بارے جو فرمایا، اس سے قاضی صاحب کی علمی وروحانی فضیلت مزید عیاں اوراجاگر ہو جاتی ہے۔ چنانچہ مخدوم سمناں فرماتے ہیں:

''در ہندوستان ایں مقدار فضیلت در کسے کم دیدہ ایم''[۱]

یعنی ہم نے ہندوستان میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی جیسی فضیلت اور بزرگی کسی دوسرے شخص میں کم ہی دیکھی ہے۔

شہرت و مقبولیت

قاضی صاحب کو اپنے عہد ہی میں جو شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی وہ اوروں کے حصے میں نہیں آئی چنانچہ محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اخبار الاخیار میں لکھتے ہیں:

''شہرت اوصافش مستغنی است از شرح آں اگر چہ در زمان او دانشمندان بودہ اند کہ استادان وشریکان او بودہ اما شہرت و قبولے کہ حق تعالیٰ اوراعطا کرد ہیچ کس را از اہل زمان او نہ کرد۔''[۲]

ترجمہ: ان کے فضائل و مناقب کی شہرت و ناموری شرح و بیان سے بے نیاز ہے ان کے زمانہ میں ان کے شرکاے درس اور اساتذۂ کرام میں بہت سے علماے ذوی الاحترام موجود تھے، مگر اللہ رب العزت نے جو شہرت و قبولیت قاضی شہاب الدین دولت آبادی کو دی، وہ ان کے دور کے کسی صاحب فضل و کمال کو نہیں عطا کی۔

اسی طرح حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی (متوفی ۹۴۵ھ) قاضی صاحب کی شہرت عامّہ و مقبولیت تامّہ کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کو نہایت بھاری بھر کم اور گراں قدر القاب و خطابات سے یاد کرتے ہیں چنانچہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

---

۱ : لطائف اشرفی ج۲ ص ۱۰۵

۲ : اخبار الاخیار فی اسرار الابرار ص ۱۷۵

صدر العلما، بدر الفضلا، استاذ الشرق والغرب، عالم ربانی، نعمان ثانی، مخدوم قاضی شہاب الدین دولت آبادی نَوَّرَ اللہُ مَرْقَدَہٗ ۔[۱]

بیعت وخلافت

قاضی صاحب کس بزرگ کے مرید تھے، اس بابت تاریخ خاموش ہے، اس لیے وثوق کے ساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا ہے، مگر غالب گمان ہے کہ آپ اپنے استاد ومربی مولانا خواجگی کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔

اور رہی بات خلافت و اجازت کی تو آپ کو محبوب یزدانی میر کبیر مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی سامانی نور بخشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت و اجازت سے سرفراز فرما کر روحانیت ومعرفت کا بادشاہ بنادیا، جس کی شہادت حضرت شیخ نظام الدین غریب یمنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصنیفِ لطیف لطائف اشرفی میں کچھ اس طرح مسطور ہے:

”وے مہینِ خلفاے ولایت مآب وبہترین ندماے اصحاب اند، جامع بودہ در میان علوم ظاہری و باطنی صاحبِ معاملاتِ یقینی وجامعِ وارداتِ دینی شدہ بود، تشرع بسیار داشت ریاضاتِ شدیدہ ومشاہداتِ جدیدہ کشید کہ اشرف خلافت واجازت یافتہ۔“[۲]

ترجمہ: وہ (قاضی شہاب الدین دولت آبادی) ولایت مآب (حضور مخدوم سمناں) کے جلیل القدر خلیفہ اور بہترین ہم نشین اصحاب میں سے ہیں، وہ علوم ظاہری اور باطنی کے جامع، معاملات یقینی کے حامل واردات دینی سے بہرہ ور اور شریعت کے مسائل سے خوب آگاہ اور ان پر عامل ہیں، انھوں نے ریاضات شدیدہ اور ومشاہدات جدیدہ میں اس قدر جدوجہد کی کہ بہتر خلافت واجازت سے سرفراز ہوئے۔

درس وتدریس

قاضی صاحب نے تحصیل علوم کے بعد دہلی ہی میں علمی و ادبی بساط بچھائی، چنانچہ متلاشیان علوم کے قافلے آنا شروع ہوگئے اور حسب لیاقت واستعداد علم وآگہی سے شاد کام ہوتے رہے، اس طرح بہت جلد ہی آپ کی علمی وادبی دھمک عرب وعجم میں یکساں محسوس کی

---

۱ : انوار العیون فی اسرار المکنون، ص: ۳۳

۲ : لطائف اشرفی ج ۱ ص ۴۱۰

جانے لگی، قاضی صاحب کا علمی فیضان جاری تھا کہ اچانک دہلی کے حالات کچھ متغیّر ہوئے اور اہل علم کے علاوہ اور بھی لوگ دہلی کو الوداع کہنے پر مجبور ہو گئے، جن میں قاضی صاحب بھی ایک تھے۔

دہلی سے ہجرت کا سبب:

ایک دن حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید و خلیفہ عارف باللہ حضرت میر سید محمد بن یوسف گیسو دراز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خواب دیکھا کہ امیر تیمور لنگ کی فوج کے ذریعے دہلی تاراج ہو رہا ہے، تو آپ نے تمام متعلقین و متوسلین اور عوام کو اپنے خواب سے آگاہ کر کے ہجرت کی ترغیب دی، تو مولانا خواجگی اور ان کے تلمیذ رشید قاضی شہاب الدین دولت آبادی دہلی سے ہجرت کر کے روانہ ہو گئے۔ چنانچہ مولوی رحمن علی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

"ہر گاہ لشکر امیر تیمور متوجہ دہلی شد قبل رسیدنش بدہلی قاضی شہاب الدین دولت آبادی ہمراہ استاد خود مولانا خواجگی از دہلی بہ کالپی شتافت، مولانا خواجگی بہ کالپی رختِ اقامت انداخت و قاضی بہ جون پور رفت۔"[۱]

ترجمہ: جس وقت امیر تیمور لنگ کی فوج نے دہلی کا رخ کیا تو اس کے دہلی پہنچنے سے پہلے ہی قاضی شہاب الدین دولت آبادی اپنے استاد مولانا خواجگی کے ہمراہ دہلی سے کالپی کی طرف چل پڑے، مولانا خواجگی نے کالپی میں سکونت اختیار کر لی اور قاضی صاحب جون پور چلے گئے۔

جون پور میں آمد

قاضی صاحب اپنے استاد مولانا خواجگی کے ہمراہ جب کالپی پہونچے تو سلطان ابراہیم شرقی کو آپ کی آمد کے بارے میں پتہ چلا جو کہ اہل علم کا بڑا قدر دان تھا، تو سلطان نے موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے، قاضی صاحب کو جون پور تشریف لانے کی پر خلوص دعوت پیش کر دی۔ جس کی تفصیل مولانا خیر الدین محمد جون پوری کی کتاب میں اس طرح مرقوم ہے:

۱: تذکرہ علمائے ہند ص ۸۸

"سلطان ابراہیم شرقی بادراک نوید ورود قاضی در کالپی سفیران دانشمند باتحف وہدایا بخدمت وے فرستادہ خواہان قدوم او شد، قاضی بارشاد استاد واستدعاے سلطان باجماعتے از فضلاوطلبہ متوجہ دارالسرور جون پور شد، سلطان لوازم قدر شناسی افزوں از وصف او بجا آورد و بخطاب ملک العلما بلند آوازہ ساخت در جنب مسجد جامع خود برائے مدرسہ خاص وقصرہاے شاہانہ آراست۔" [۱]

ترجمہ: سلطان ابراہیم شرقی نے قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے کالپی میں آنے کی خوشخبری سنتے ہی دانش مند سفیروں کو ہدایا وتحائف دیکر ان کی خدمت میں روانہ کیا اور جون پور میں ان کی تشریف آوری کی خواہش ظاہر کی قاضی صاحب استاد کی ہدایت اور سلطان کی دعوت پر فضلا وطلبہ کی ایک جماعت لے کر دار السرور جون پور تشریف لائے سلطان نے قاضی صاحب کی شخصیت سے بڑھ کر ان کی قدر و منزلت کا اہتمام کیا اور ملک العلما کے خطاب سے ان کو شہرت دی اور اپنی جامع مسجد (اٹالہ مسجد) کے پہلو میں تدریسی خدمات کے لیے خاص مدرسہ اور رہائش کے لیے شاہانہ مکانات بنوائے۔

حضور مخدوم سمناں اور قاضی صاحب کے مابین نسبت وتعلق

علم وفقر کا دلدادہ اور قدرداں سلطان ابراہیم شرقی جب سے سریر سلطنت پر متمکّن ہوا تھا، اسی وقت سے اس کے دل میں بار بار یہ خیال آتا تھا کہ فی زمانناحضرت جنید و حضرت شبلی جیسے باکمال اہل اللہ باقی نہ رہے، آخر کار ایک رات خواب میں ہدایت ورہنمائی ملتی ہے کہ ایسے فقرا اب بھی موجود ہیں، لہٰذا صدق نیت وغایت شوق کے ساتھ تلاش وجستجو کرو ضرور ملیں گے، ادھر قدرت کا انتظام ایسا ہوا کہ انھیں ایام میں افسر اولیا محبوب یزدانی میر کبیر مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی سامانی نور بخشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلی بار دار السرور جون پور تشریف لائے اور اٹالہ مسجد میں مقیم ہوگئے، محض چند ہی ایام میں یہ خبر گرد و نواح میں بڑی برق رفتاری کے ساتھ پھیل گئی کہ ایک بلند ہمت وصاحب تصرف بزرگ ولایت جون پور میں تشریف لا چکے ہیں، چنانچہ ملک العلما قاضی شہاب الدین دولت آبادی اور سلطان ابراہیم

۱: تذکرۃ العلماص ۱۳

شرقی مع خدم وحشم زیارت وقدم بوسی کے لیے حاضر بارگاہ ہوئے اور جتنا سنا تھا اس سے بڑھ کر صاحب فضل وکمال پایا، بوقتِ لقا کمال ادب واحترام کا مظاہرہ کرکے بے شمار فیوض وبرکات پائے اور رخصت ہوگئے۔

پھر کچھ عرصہ کے بعد حضور مخدوم سمناں دوبارہ جون پور تشریف لائے، تو اس مرتبہ سلطان ابراہیم شرقی مع اہل وعیال حلقۂ ارادت میں داخل ہوگیا اور قاضی شہاب الدین دولت آبادی بھی، اس بار روحانی عنایات وخصوصی تبرکات کی تمنا لیے ہوئے حاضر بارگاہ ہوئے، تو امید وآرزو کے مطابق شاد کام ہوئے، چنانچہ حضرت شیخ نظام الدین یمنی بیان فرماتے ہیں:

”ودر آمدن بدیگر بار بلدۂ جون پور حضرت قاضی شہاب الدین دولت آبادی را لباس وخرقہ وکتاب ھدایہ کہ یادگار ولایت بود دادند۔“[۱]

ترجمہ: حضور مخدوم سمناں جب دوبارہ شہر جون پور تشریف لائے تو حضرت قاضی شہاب الدین دولت آبادی کو خرقہ اور کتاب ہدایہ جو ولایت کی یادگار تھی، عطا فرمائی۔

اس مرتبہ حضور مخدوم سمناں تقریباً دو مہینہ تک جون پور میں مقیم رہے اس دوران ہر دو چند دن میں قاضی صاحب آپ سے ملاقات کے لیے آتے رہے اور مخدومی توجہات وعنایات سے شاد کام وسرفراز ہوتے رہے یہاں تک کہ حضور مخدوم سمناں نے آپ کو زمرۂ اصحاب مخصوصین ومعتمدین میں داخل وشامل فرمالیا۔

اس طرح آپس میں بڑے گہرے مراسم وتعلقات قائم ہوگئے، جس کا اندازہ ایک مکتوب کے ذریعہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے، چنانچہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی اخبار الاخیار میں حضور مخدوم سمناں کا ایک طویل مکتوب نقل فرماتے ہیں جس کی صرف چند سطریں ملاحظہ کریں:

”جناب نتیجۃ المشائخ شیخ رضی کہ مصحوب نامہ تشریف بردہ اند غالباً برخے از ما یحتاج خود سلطان ابراہیم (ضاعف اقتدارہ) عرضہ خواہند کرد توقع از مکارم اخلاق برادرانہ آں کہ مَهْمَا اَمْكَنَ بمقتضائے ”اِدْخَالُ السُّرُوْرِ فِيْ قَلْبِ المؤمِنِ كَالْبَحْرِ وَسَائِرُ الْعِبَادَاتِ كَالْقَطْرِ و بمتمنائے ”مَنْ اِغْبَرَّتْ قَدْمَاهُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ حَرَّمَ اللهُ

۱: لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی ج ۲ ص ۱۰۶

عَلٰی جَسْدِہٖ النَّارِ سعی در رعایت دریغ نخواہند فرمود۔

گر برآید کارے از دست کسے
بہ کہ در کارش زند صد دست وپاے
کار باید کرد کاں ازروے دل
کار او نبود بود کارے خداے

از آنجاکہ درویشانِ اطرافِ روزگارودل ریشانِ اکنافِ دیار فہمیدہ اندکہ نسبت بفقیر جناب ایشاں رامہرے وصحبتے است ضرورت می گردد کہ گاہ گاہ تصدیع اوقات شریفہ دادہ می آید معذور خواہند داشت والسلام۔"[۱]

ترجمہ: جناب نتیجۃ المشائخ شیخ رضی جو اس مکتوب کے ساتھ تشریف لے گئے ہیں غالباً اپنی کسی ضرورت کے سلسلے میں سلطان ابراہیم (اللہ اُن کے اقتدار کو وسعت بخشے) سے کچھ عرض کریں گے آپ کے برادرانہ مکارم اخلاق سے امید ہے کہ اس خیال سے کہ "مومن کا دل خوش کرنا اتنی بڑی عبادت ہے کہ جیسے سمندر جب کہ باقی تمام عبادتیں اس کی بہ نسبت قطرہ کی مانند ہیں۔ اور اس آرزو میں کہ "جس کے قدم راہ خدا میں گردآلود ہوئے رب تعالیٰ نے اس جسم کو آگ پر حرام کردیا" جہاں تک ممکن ہوگا، اِن کے معاملہ میں سعی بلیغ سے دریغ نہ فرمائیں گے۔

ترجمۂ اشعار: (۱) اگر کسی ایک شخص کے ہاتھ سے کوئی کام بن جائے تو اس میں سیکڑوں لوگوں کے لگنے سے بہتر ہے۔ (۲) دوسروں کا کام شوق سے انجام دینا چاہیئے کیوں کہ درحقیقت وہ بندہ کا کام نہیں ہوتا ہے، بلکہ اللہ کا کام ہوتا ہے،

چوں کہ اس دیار کے درویش اور دور و نزدیک کے پریشاں حال اصحاب سمجھ چکے ہیں کہ اس فقیر اور جناب عالی کے درمیان خصوصی نسبت و تعلق ہے اس لیے ضرورت پڑتی ہے کہ کبھی کبھی آپ کے اوقات شریفہ کا نقصان کیا جائے امید ہے کہ اس بارے میں معذور قرار دیں گے۔ والسلام

۱ : اخبار الاخیار فی اسرار الابرار ص ۱۶۳-۱۶۲

قاضی صاحب کا ایک علمی مناظرہ

ایک مرتبہ سلطان ابراہیم شرقی نے طے کیا کہ کل ملک العلما قاضی شہاب الدین دولت آبادی اور جامع معقول و منقول مولانا فقیہ حیرتی سر دربار مباحثہ و مناظرہ کریں گے اور اس مناظرہ میں جو عالم غالب و فاتح ہوگا، وہی دربار کا صدر نشین ہوگا، اتفاق سے مولانا فقیہ حیرتی کے کئی تلامذہ اس وقت جون پور میں موجود تھے، جو ان کو علمی مدد پہونچا سکتے تھے اور قاضی صاحب علم تازہ اور حوصلۂ بلند رکھنے کے باوجود تنہا تھے، اس لیے کچھ متفکر تھے، خیال آیا کہ اپنے پرانے شاگرد شیخ محمد عیسیٰ کے پاس چلنا چاہیے جو علم و روحانیت کے جامع ہیں اور ترک و تجرید کی زندگی اختیار کر چکے ہیں، چنانچہ ان کے پاس جاکر فرمایا کہ شاگرد من! اگر ایسے حالات میں ہمارے کام نہیں آئے گا، تو کس کام کا اور جب تم نے کتابوں کو آگ لگا کر تنہائی اختیار کرلی ہے، تو اپنی توجہ باطنی سے دریغ نہ کر اس پر حضرت شیخ محمد عیسیٰ نے عرض کیا: حضور! آج رات کتابوں کے صندوق میں ہاتھ ڈالیے اور جو کتاب ہاتھ لگے مطالعہ فرمایئے آپ کے لیے کتاب کا اتنا ہی مطالعہ کافی ہے اور آپ کو ضرور کامیابی ملے گی، استاد نے شاگرد کے کہنے پر عمل کیا تو انھیں کی کتاب ''الارشاد'' ہاتھ میں آئی اس لیے ابتدا میں کچھ تامل ہوا، پھر شیخ محمد عیسیٰ کی ہدایت کے مطابق اس کا مطالعہ شروع کیا، اتفاق سے ایک مشکل مقام آگیا، جو دو گھنٹے میں حل ہوا، پھر اصول بزدوی کا مطالعہ کیا، قاضی صاحب کا خیال تھا کہ مولانا فقیہ حیرتی اس کتاب کو تقریباً بیس بار پڑھا چکے ہیں، ہوسکتا ہے کہ اسی کتاب کا کوئی مسئلہ زیر بحث آجائے، دورانِ مطالعہ اس میں بھی ایک مقام آیا، جو صبح ہوتے ہوتے حل ہوا، دوسرے دن دربار میں علما و فضلا جمع ہوئے اور سلطان ابراہیم شرقی کے سامنے دونوں حضرات کے مابین زبردست علمی مناظرہ و مباحثہ ہوا جس میں قاضی صاحب کامیاب و ظفریاب ہوئے۔[۱]

قاضی صاحب کے حاسدین کا انجام

جب قاضی صاحب دار السرور جون پور میں باطمنان تمام فروکش ہوگئے اور حسب عادت علم و فضل کے گوہر لٹانے لگے، تو ہزاروں علما و طلبہ آپ کے ارد گرد منڈلانے لگے، اس

۱ : دیار پورب میں علم و علما ص ۱۹۵-۱۹۴

طرح دن بدن عزت، شہرت اور مقبولیت میں اضافہ ہی ہوتا رہا۔ چنانچہ آپ کی بڑھتی مقبولیت کے سبب حاسدوں کی ایک جماعت ہاتھ دھوکر آپ کے پیچھے پڑ گئی اور ہر طرح سے حیران وپریشان کرنے کی کوشش میں لگ گئی۔

پہلے تو قاضی صاحب نے بڑے ہی صبر وتحمل سے کام لیا، مگر جب حاسدوں کی شر انگیزیاں حد سے زیادہ بڑھ گئیں، تو عاجز آکر قاضی صاحب نے اپنے استاد و مربی حضرت مولانا خواجگی سے حاسدوں کے متعلق شکایت کردی، چنانچہ مولانا خیر الدین جون پوری ”تذکرۃ العلما“ میں لکھتے ہیں:

”ابنائے جنس اورارگِ حسد در جنبش آمد، قاضی شکایت حسادرا بمولانا خواجگی نوشت اودر جواب آں ایں دوبیت قلمے فرمود۔“[۱]

یعنی: ان کے ہم منصب علما کے دلوں میں حسد پیدا ہوگیا، قاضی صاحب نے حاسدوں کی شکایت اپنے استاد مولانا خواجگی کو لکھی، تو انھوں نے اس کے جواب میں یہ دو اشعار تحریر فرمائے۔

اے بیش ازاں کہ در قلم آید ثنائے تو
واجب بر اہل مشرق ومغرب دعائے تو
اے دربقائے عمر تو نفع جہانیاں
باقی مباد ہر کہ نخواہد بقائے تو

ترجمہ: ① اے وہ ذات! جو قلم کی تعریف سے فزوں تر ہے مشرق ومغرب کے رہنے والوں پر تیرے حق میں دعا کرنا واجب ہے

② اے وہ ذات! جس کی بقا میں دنیا والوں کا فائدہ ہے خدا کرے وہ شخص زندہ نہ رہے جو تیری بقا نہیں چاہتا ہے۔

کہتے ہیں کہ تھوڑے ہی زمانہ میں قاضی صاحب کے حاسدوں کی جماعت فنا ہوگئی اور اس میں کوئی زندہ باقی نہیں رہا۔

۱: تذکرۃ العلما ص ۱۳

قاضی صاحب اور فن شاعری

قاضی صاحب جس طرح دیگر علوم و فنون میں کامل فصیح و بلیغ تھے ویسے ہی شعر و سخن میں بھی ماہر و حاذق تھے۔ چنانچہ محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"وسلیقہ شعر نیز دارد وایں قطعہ کہ او بیکے از ملوک در باب طلب جاریہ نوشتہ است مشہور است۔

قطعہ

ایں نفس خاکسار کہ آتش سزائے اوست
بر باد گشت لائق بے آب کردن است
یک کس چناں فرست کہ پا بر سرم نہد
ریزد ہمہ منی وتکبر کہ در من است[۱]

ترجمہ: قاضی شہاب الدین دولت آبادی شعر گوئی کا بھی ہنر رکھتے تھے ان کا یہ قطعہ بڑا مشہور ہے، جو انھوں نے ایک بادشاہ کو باندی کی طلب کے بارے میں لکھا تھا اس قطعہ کا ترجمہ یہ ہے۔

یہ حقیر نفس جس کی سزا آگ ہے، برباد ہو گیا اور بے عزت کرنے کے لائق ہے، ایک ایسی ذات کو بھیج دیجیے جو میرے سر پر اپنا پاؤں رکھے اور میرے تمام کبر و غرور کو نیست و نابود کر دے۔

اسی طرح سید اقبال جون پوری لکھتے ہیں:

حضرت ملک العلما قاضی شہاب الدین دولت آبادی ابراہیم شاہی کے دور کے بلند پایہ شعرا میں شمار کیے جاتے ہیں، علم و فضل میں آپ کا پایہ بہت بلند تھا، یہ قطعہ بھی آپ کا کہا ہوا ہے۔

قطعہ

اے زہے جوش کرمت قطرہ بود دریاے
پیش او لاف زند بارش باراں تا چند

۱: اخبار الاخیار فی اسرار الابرار ص ۱۷۶-۱۷۵

گر بفیضش نکند ابر بہاری شاداب
دعوی حسن کند گل بہ گلستاں تا چند[۱]

ترجمہ: واہ! تیرے کرم کے جوش سے قطرہ دریا ہو جاتا ہے، اس کے سامنے بارش باراں لاف زنی نہیں کر سکتی، اگر اس کے فیض سے ابر بہاری شاداب نہ کرے، تو گلستاں میں پھول دعویٰ حسن نہیں کر سکتے۔

اولاد و احفاد

قاضی صاحب کی غالباً ایک صاحبزادی تھیں، جن کی اولاد اپنے نانا قاضی صاحب کی علمی وروحانی وارث ہوئی، چنانچہ مولوی رحمن علی اپنی کتاب ''تذکرہ علمائے ہند'' میں لکھتے ہیں:

''قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی ایک صاحبزادی تھیں، جن کا نکاح انھوں نے شیخ نصیر الدین بن نظام الدین سے کیا تھا، ان کے بطن سے تین فرزند پیدا ہوئے۔ ۱۔ صفی الدین ۲۔ فخر الدین۔ ۳۔ رضی الدین۔

ان میں سے ہر ایک نے اپنے نانا قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی خدمت میں مُرَوَّجہ علوم کی تعلیم حاصل کی اور سب زبردست عالم اور دانشور ہوئے۔[۲]

مشاہیر تلامذہ

قاضی صاحب کے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ ہے جن میں سے چند معروف ومشہور تلامذہ کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ شیخ صفی الدین ردولوی۔ ۲۔ شیخ قاضی رضی الدین ردولوی۔ ۳۔ شیخ فخر الدین جون پوری۔ ۴۔ شیخ محمد علی جون پوری۔ ۵۔ علامہ عبد الملک عادل جون پوری۔ ۶۔ شیخ قطب الدین ظفر آبادی۔ ۷۔ شیخ علاء الدین جون پوری۔ ۸۔ مولانا الہ داد جون پوری۔ ۹۔ قاضی سماء الدین جون پوری

۱: تاریخ سلاطین شرقی اور صوفیہ جون پور ج ۱ ص ۲۹۶

۲: تذکرہ علمائے ہند، ص: ۹۶

تصنیفات غالیات

قاضی صاحب نے متعدّد علوم وفنون میں کئی بیش بہا کتابیں تصنیف کیں جو ان کے عہد حیات میں ہی عرب وعجم میں یکساں مقبول ہوئیں اور قاضی صاحب کی شہرت کا سبب بنیں، آپ کی شہرت یافتہ تصانیف کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ الارشاد فی النحو۔ ۲۔ المعافیہ فی شرح الکافیہ۔ ۳۔ البحر المَوّاج والسراج الوہاج (تفسیر قرآن)۔ ۴۔ شرح اصول بزدوی۔ ۵۔ مصدق الفضل (شرح قصیدہ بانت سعاد)۔ ۶۔ شرح قصیدہ بردہ۔ ۷۔ رسالہ در تقسیم علوم۔ ۸۔ رسالہ در افضلیت عالم بر سید۔ ۹۔ مناقب السادات۔ ۱۰۔ ھدایۃ السعدا۔ ۱۱۔ بدیع البیان/بدیع المیزان۔ ۱۲۔ جامع الصنائع۔ ۱۳۔ رسالہ در طہارت زباد۔ ۱۴۔ عقیدہ شہابیہ۔ ۱۵۔ فتاوی ابراہیم شاہی۔ ۱۶۔ رسالہ معارضہ۔ ۱۷۔ المصباح۔ ۱۸۔ اسباب الفقر والغنی۔ ۱۹۔ اصول ابراہیم شاہی۔

سبب تالیف مناقب السادات

ایک مرتبہ سلطان ابراہیم شرقی کی علمی مجلس میں نشست گاہ کی تقدیم وتاخیر کے سلسلے میں موجودہ قاضی جون پور حضرت سید اجمل بن امجد بن علی حسینی جون پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۸۶۴ھ) اور ملک العلما قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے مابین شدید اختلاف ہوگیا۔ قاضی صاحب کے سامنے وقار علم کا مسئلہ پیدا ہوگیا انھوں نے سید اجمل صاحب سے کہا کہ میرا عالم ہونا معلوم ومتقین ہے اور تمھارا علوی ہونا مشکوک ومشتبہ ہے، لہذا تم پر میری فضیلت وبرتری ثابت ہے۔

پھر قاضی صاحب نے اس تعلق سے ایک رسالہ لکھا جس کا نام رسالہ ''افضلیت عالم بر سید،، ہوا، اس میں انھوں نے یہ ثابت کیا کہ مشکوک ومشتبہ نسبت علویت کے مقابلہ میں معلوم ومتقین عِلمِیّت افضل وراجح ہے۔ مگر جب ان کے استاد کو اس کی خبر ہوئی تو بہت زیادہ ناراض ہوئے۔

چنانچہ قاضی صاحب کو جب استاد کی ناراضگی کے بارے میں پتہ چلا تو آپ نے مذکورہ کتاب کو دریا برد کردیا اور بطور تلافی فضیلت سادات پر ایک روشن کتاب بنام ''مناقب

السادات" تحریر فرمادی۔ چنانچہ اس حوالے سے شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

"استاد قاضی شہاب الدین دولت آبادی را ایں معنی ازوے ناخوش آمد مزاج عالیش ازوے منحرف گشت قاضی ازایں معنی برگشت ودر مناقب سادات وافضلیت ایشاں رسالہ نوشت وآں چہ گزشتہ بوداعتذار نمودو بعضے گویند کہ حضرت سرور کائنات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات رابخواب دید کہ او را ازیں معنی تنبیہ می فرماید وبر استرضائے سیداجمل مذکور تحریض می نماید قاضی پیش سید رفت وتوبہ کردو رسالہ نوشت واللہ اعلم۔" [۱]

ترجمہ: قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے استاد کو یہ بات اچھی نہیں لگی اور وہ ان سے ناراض ہو گئے اس لیے قاضی صاحب نے اس سے رجوع کر لیا اور سادات کے مناقب اور ان کی فضیلت کے سلسلے میں ایک رسالہ تصنیف فرمایا اور پہلے جو کچھ ہو چکا تھا، اس سے معذرت کر لی اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ قاضی صاحب نے خواب دیکھا کہ سرور کائنات فخر موجودات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات انھیں اس پر تنبیہ فرما رہے ہیں اور سید اجمل صاحب کو راضی کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں قاضی صاحب سید اجمل صاحب کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے معافی مانگی اور سادات کرام کی فضیلت میں "مناقب السادات"، نامی ایک رسالہ لکھا۔

مناقب السادات پر شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا تاثر

قاضی صاحب کی تصنیف لطیف "مناقب السادات" پر شیخ عبدالحق محدث دہلوی کچھ اس طرح تاثر رقم فرماتے ہیں:

قاضی شہاب الدین دولت آبادی رسالہ دارد مسمی ب "مناقب السادات" دریں جاداد عقیدت ومحبت باہل بیت نبوت سلام اللہ علیہم اجمعین دادہ سرمایہ سعادت وموجب نجات وے در آخرت آں خواہد بود ان شاء اللہ تعالیٰ۔ [۲]

ترجمہ: قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے ایک رسالہ "مناقب السادات" نام کا

۱: اخبار الاخیار فی اسرار الابرار ص ۱۷۶

۲: اخبار الاخیار فی اسرار الابرار ص ۷۶

تصنیف فرمایا ہے، اس میں اہل بیت سلام اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ غایت درجہ عقیدت و محبت کا بیان ہے، یہ رسالہ ان شاء اللہ تعالیٰ قاضی صاحب کے لیے سعادت کا سرمایہ اور آخرت میں ان کی نجات کا ذریعہ ہوگا۔

وصال پر ملال

اقلیم علم و ادب کا نیّر تاباں یعنی جامع العلوم، ملک العلما حضرت قاضی شہاب الدین دولت آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے مورّخہ ۲۵ / رجب المرجب ۸۴۸ھ یا ۸۴۹ھ مطابق ۲۷/ اکتوبر ۱۴۴۵ء کو دارالسرور جون پور میں انتقال فرمایا اور سلطان ابراہیم شرقی کی مسجد و مدرسہ کے جنوب میں مدفون ہوئے، چنانچہ مولوی رحمن علی لکھتے ہیں:

تاریخ بست و پنجم رجب المرجب سال ہشت صد و چہل و نہ ہجری رحلت فرمودہ بجون پور، جانب جنوب مسجد سلطان ابراہیم شرقی کہ بنام ''مسجد اٹالہ'' شہرت دارد مدفون شد۔''[۱]

☆☆☆

۱: تذکرہ علمائے ہند ص ۸۹

نمونہ مخطوطات

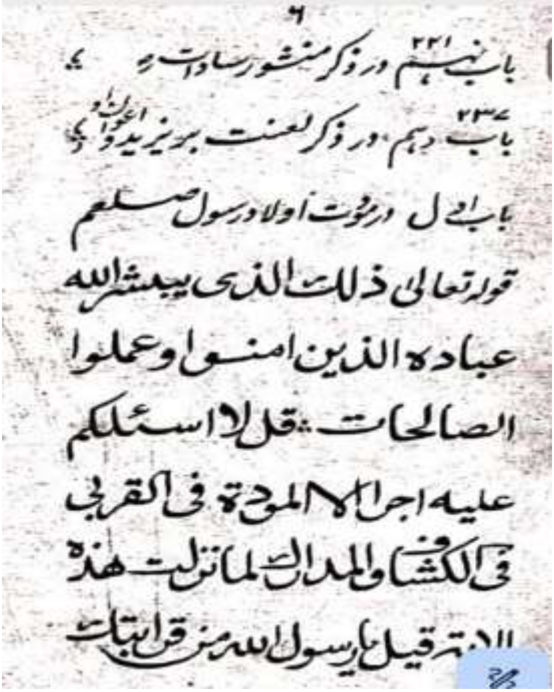

۶

باب نہم در ذکر منشور سادات ۲۲۱

باب دہم در ذکر لعنت بر یزید و اعوان او ۲۳۷

باب اول در مودت اولاد رسول صلعم

قوله تعالی ذلک الذی یبشر الله

عبادہ الذین امنوا وعملوا

الصالحات قل لا اسئلکم

علیه اجرا الا المودة فی القربی

فی الکشاف والمدارک لما نزلت هذه

الایة قیل یا رسول الله من قرابتک

چہارم در فضیلت اولاد ...
پنجم در ثبوت نسب علوی بحوی فاطمہ رضی اللہ عنہا
ششم در وسیلت ساختن با رسالت صلی اللہ علیہ وسلم و از قرابت
... اسما و القاب سادات فاطمہ رضی اللہ عنہ
ہشتم در بیان آنکہ سادات با ہر از کفر نمیرند
نہم در ذکر منشور سادات و فاطمہ رضی اللہ عنہ
دہم در ذکر لعنت بر یزید علیہ اللعنت
اول در ثبوت اولاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم
قال اللہ تعالیٰ ذٰلک الذی یبشر اللہ
عبادہ الذین آمنوا وعملوا الصالحات
قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ
فی القربیٰ ومن یقترف حسنۃ
نزد لہ فیہا حسنا

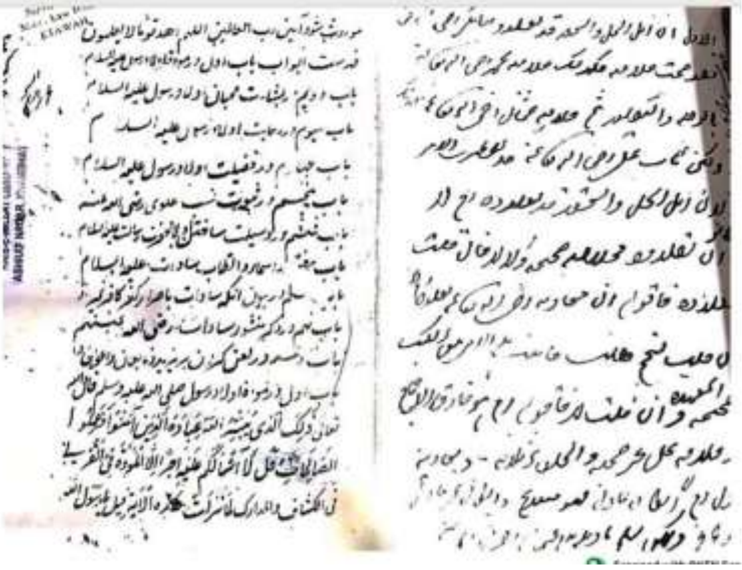

مودتهم قال علي وفاطمه وابنائهما نکته درین انست
کہ چون مصطفی صلی الله علیه وسلم حبیب خدای است وعلویه
محبوب رسول الله صلی الله علیه وسلم اند چنانچه متواتر معروف
وبتواتر مشهور است ومودت اعز ترین اعزاز است ومحبوبات
رسول الله صلی الله علیه وسلم اشرف ترین اشراف پس اعزاز با شراف
تشریف داد ما صرف الشیء فی محله باشد ومودت انست که جور
وجفا محبوب شفا ردان داند وجرم وخطا وی را وفا خواند وبلیات
وناکامی وی سر نهد وجان جبر با بهروی در بازد بعده مودت کامل باشد
پس مودت قربی بر مومن سنی بنص صریح واجب وثابت شد
هرکه قبول کند ومعتقاد شود مومن موحد باشد والا کافر ملحد وملعون
ومرتد باشد قال الامام الضداريع المودة هي التي فيها ثبات واستقرار
لان المودة هو الوتد وهو يدل عليه وقيل المودة هي الصداقة اي
التي فيها صدق بان يكون محله القلب دون اللسان الصدق
دوست داشتن ومنه صديق راست كو داشتن ومنه صادق
وعلى هذا القول المودة نهايت المحبة والمحبة الاطاعة والانقياد
وضدها الاستكبار والعناد وعليه قول الشاعر شعر لو كان
حبك صادقا لاطعته ان المحب لمن يحب يطيع

والمذاق

یادداشت